انہ لقرآن کریم
تیسیر الرحمٰن فی تفسیر القرآن
جلد اوّل
www.KitaboSunnat.com
ترجمۃ القرآن بین السطور و تفسیر الدر النظیم فی تفسیر القرآن العظیم
مشتمل بر احسن الخطاب فی تفسیر فاتحۃ الکتاب و تحفۃ البررہ
فی تفسیر سورۃ البقرہ و حواشی قدیمہ مفیدہ و جدیدہ لطیفہ نادرہ
۱۲ نومبر ۱۹۴۹ء
۲۲ محرم ۱۳۶۹ھ
از حضرت الحاج علامہ فہیم مولٰنا محمد ابراہیم صاحب میر محدث سیالکوٹی
ملنے کا پتہ
مینیجر مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ
مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور

دیباچہ اوّل

اَحسنُ الخِطَاب فی تفسیر فاتحۃِ الکِتاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَزِیْزِ الْوَھَّابِ رَفِیْعِ الدَّرَجَاتِ عَلِیِّ الْجَنَابِ الْمُتَجَلِّیْ فِیْ کِتَابِہٖ بِاَحْسَنِ الْخِطَابِ تَبْصِرَۃً وَّ ذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الشَّفَاعَۃِ یَوْمَ الْحِسَابِ وَعَلٰی زُمْرَۃِ الْاٰلِ وَجُمْلَۃِ الْاَصْحَابِ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَآءِ وَالْحِسَابِ ط

اَمَّا بَعْدُ نہ ایسا دل ہے کہ اس میں خدا کی حمد کے لائق خیالات آسکیں اور نہ ایسی زبان ہے کہ اس سے اس کی ثنا کے سزاوار الفاظ ادا ہوسکیں جب نہ دل ہے نہ زبان تو قلم کیا شے ہے کہ اس کی عظمت کے شایان کچھ تحریر کرسکے[1]

الٰہی! تونے مجھے گوناگوں نعمتوں سے نوازا اور تو طرح طرح کی رحمتوں کے سایہ میں پالا لیکن نعمت ایمان کے بعد جس میں میری دنیا اور عقبےٰ ہر دو کی سعادت ہے فہم قرآن کی نعمت ہے جو تونے مجھ عاجز کو عطا کی ہے[2] الٰہی! اب اس کے بعد میری ضعیف العمری میں توفیق بخش کہ تیرے پاک کلام کی جو تفسیر شروع کی ہے وہ مطابق تیرے منشا کے اور موافق تیرے رسول پاک صلعم کے بیان کے اختتام کو پہنچ جائے اور لوگ اس سے نفع پائیں یہ میرے لئے ذخیرہ عاقبت اور لوگوں کے لئے موجب ہدایت ثابت ہو۔ آمین۔ الٰہی! اپنے رسول پاک پر ہزاروں ہزار بلکہ بیشمار درود وسلام بھیج جن کی وساطت سے تونے ہم کو نور ایمان کی نعمت بخشی اور شرک وبدعت کی ضلالت سے بچایا۔ الٰہی! اپنے پیارے نبی صلعم کی آل اطہار پر اور آپ کے اصحاب کبار پر بھی درود نامعدود بھیج کہ انہوں نے نہایت ایمانداری اور محنت کشی سے تیرا اور تیرے نبی صلعم کا کلام ہم تک پہنچایا۔ آمین!

[1] ایک لمبی مناجات مشتمل بر ثنائے باریتعالیٰ حضرت علی مرتضےٰؓ سے مرفوعاً وموقوفاً منقول ہے اسکے اخیر میں ہے وَلَا یَجْزِیْ بِالْاٰلَاءِ اَحَدٌ وَّلَا یَبْلُغُ مَدْحَتَکَ قَوْلُ قَائِلٍ (حصن حصین صفحہ ۲۲۱) [2] حدیث متفق علیہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ الحدیث (مشکوٰۃ باب فضائل القرآن صفحہ ۱۸۶) اللّٰھم اجعلنی منھم ۱۲ منہ

دیباچہ دوم

تفسیر تبصیر الرحمٰن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ بِاَحْسَنِ الْخِطَابِ الْحَاوِیْ عَلٰی اُمَّھَاتِ الْاَبْوَابِ مِنْ غَیْرِ اِطْنَابٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمَبْعُوْثِ بِاَکْمَلِ الْاٰدَابِ الْمَنْعُوْتِ بِاَجْمَلِ الْاَلْقَابِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَطْھَارِ الْاَنْجَابِ وَاَصْحَابِہٖ اُولِی الْاَبْصَارِ وَالْاَلْبَابِ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَآءِ وَالْحِسَابِ

اَمَّا بَعْدُ

۱۔ عرض حال سورت فاتحہ کی تفسیر (واضح البیان) بالاستقلال بسط وتفصیل سے امام ہمام والامقام فخر الدین رازیؒ کی تفسیر کبیر کی طرز پر ولائتی ڈمی کاغذ پر خوشخط چھپ کر شائع ہوچکی ہے[1]۔ قبولیت خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ جس نے دیکھی اور اس کا مطالعہ کیا اس کی آنکھیں روشن اور دل مسرور ہوا۔ خدا تعالےٰ اُسے میرے لئے ذخیرہ عاقبت اور پڑھنے سننے والوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین!

اس کے بعد سورہ بقرہ کی نوبت تھی، وہ کاشف رموز قرآنی شیخ علی مہائمی کی تفسیر رحمانی کی طرز پر لکھنی شروع کی، تاکہ دونوں تفسیریں دونوں طرزوں کی جامع ہوکر دونوں اماموں کی خوشہ چینی کی شہادت دے سکیں۔

لکھتے لکھتے خیال آیا کہ اگر سورت فاتحہ کی تفسیر بھی اسی نمط پر لکھ کر اس کے ساتھ ضم کردی جائے، تو جن احباب کو تفسیر واضح البیان مُطوّل نہیں مل سکی وہ اس مختصر تفسیر کو پاکر اس کے فوائد سے کلیۃً تو محروم نہ رہیں۔ کیونکہ عدم سے وجود بہتر ہوتا ہے، انگریزی زبان میں کہتے ہیں "Some thing is better than nothing"

[1] اس کا صرف ایک ہزار نسخہ طبع ہوا تھا لیکن اسوقت سٹاک میں فروخت کیلئے ایک نسخہ بھی موجود نہیں ہے اور لوگوں کا یہ حال ہے کہ دُور دُور سے جگہ جگہ سے نہایت شوق اور آرزو سے طلبی کے خطوط آرہے ہیں خدا کرے کہ دُوسری طبع کا انتظام ہوجائے۔ واللہ المیسر ۱۲ منہ

یعنے "کسی چیز کا بعض حصہ اُس کے بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے"۔ اسلئے سُورتِ فاتحہ کی یہ تفسیر سورت لبقر کی تفسیر تحفۃ البررہ کی طرز پر اُس کے ساتھ منضم کر دی ہے۔ گو مختصر ہے لیکن خدا کے فضل سے کوزہ میں دریا بند کیا ہُوا ہے، اور چونکہ یہ ایک مستقل تفسیر بھی ہے، اس لئے اس کا نام اِس کے وصف کے لحاظ سے اَحْسَنُ الْخِطَاب رکھا ہے، خدا تعالےٰ اِسے بھی قبول فرمائے۔ آمین !

۲۔ **ترتیبِ کتابت**۔ صدرِ صفحہ میں قرآن شریف کی اصل عبارت اور بین السطور میں اُس کا اُردو ترجمہ (شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر صاحبان کی طرز وں کو جمع کر کے) لکھا ہے: تاکہ تلاوت کرنے کا فائدہ بھی حاصل ہو سکے، پھر اس کے نیچے خط دے کر اُتنی ہی عبارت عربی مع اُسکے اُردو ترجمہ اور تفسیر کے لکھی ہے، اور اُس میں حسب موقع اظہارِ محذوف توضیح مقصد بیانِ علت یا دیگر آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجمال کی تفصیل یا ابہام کی تفسیر یا لطائف و اشاراتِ اہلِ سلوک کا بیان یا تکرارِ الفاظ و آیات میں معانی کی جدت، اور تقدیم ماحقہُ التاخیر میں تاکید یا اہتمام، اور علومِ صرف و نحو و ادب و معانی و بیان کے نکات اور مفسرین کے اقوال مختلفہ میں سے اپنے مختار قول کا انتخاب اور معقول و منقول میں تطابق یہ سب امور نہایت مختصر اور مسلسل عبارت میں بغیر ان علوم و قواعد کا نام لینے کے ایسے طریق پر ملحوظ رکھے ہیں۔ کہ جن اصحاب علم و فہم کو علوم مدوّنہ پر نظر ہے، اُن کو یہ سب باتیں مطالعہ کے ساتھ ہی بغیر صراحت کے خود بخود سوجھتی جاتی ہیں، اور وہ اس سے کمال حظ قلبی اور مزید بصیرتِ ایمانی حاصل کرتے ہیں۔ اِسی حصہ کا نام باعتبار تسلسل عبارت **الدُّرُّ النَّظِیم** اور بلحاظ تفہیم معانی **تبصیر الرحمٰن** ہے۔

۳۔ لیکن جن احباب کو ان علوم میں کما ینبغی یا بقدرِ قلیل بھی دخل نہیں اُنکے لئے نمبر دے کر نیچے حاشیہ میں تفصیل بیان کر دی ہے، تاکہ یہ کتاب حضراتِ علماء کی شان کے لائق حظِ علمی پیدا کرنے کے بعد دیگر لوگوں کے مناسب حال فوائد سے بھی خالی نہ رہے اور ہر طبقہ کا سمجھدار اور قرآن شریعت سے اُنس رکھنے والا شخص اس کے فوائد علمیہ سے بہرہ اُٹھا سکے۔

۴۔ **انتباہ** بعض جگہ آپ بین السطور ترجمہ اور تفسیری ترجمہ میں لفظی اختلاف پائینگے اسکی وجہ یہ ہے کہ مفسرین نے اسکا ترجمہ ہر دو طرح کیا ہے۔ سو ئینے دونوں ترجموں میں ہر دو

کا لحاظ رکھا ہے۔ ایک جگہ ایک قول کا اور دوسری جگہ دوسرے قول کا۔ فافہم۔ غرض اپنی رائے سے کچھ نہیں لکھا۔

۵۔ حواشی کے نمبر مسلسل رکھے ہیں۔ تاکہ اگر کسی مقام پر حوالہ دینے کی ضرورت پڑے تو اس نمبر کا حوالہ دے دیا جائے، اور تلاش کی زحمت میں آسانی رہے۔

قرآن شریف کی آیات کے جو حوالے تفسیری عبارت میں یا حواشی میں دیئے گئے ہیں۔ اُن میں تلاش کرنے والوں کی سہولت کا خیال رکھا گیا ہے کہ پارہ کا نمبر اور سورت کا نام بتا کر رکوع کی علامت حرفِ ع کے اوپر کا ہندسہ سُورت کا رکوع نمبر اور نچلا ہندسہ پارے کا رکوع نمبر بتلاتا ہے۔ جیسا کہ اکثر مطبوعہ قرآن مجید کے نسخوں میں مرقوم ہوتا ہے۔ ہندسوں میں لکھا ہے بس یہی دو نشان ایسے ہیں جن سے ہر لیاقت کا شخص آسانی سے پتہ لگا سکتا ہے۔

۶۔ مہما اُمکن کوشش کی گئی ہے، کہ صدرِ صفحہ میں قرآن شریف کی عبارت عربی اُتنی ہی لکھی جائے، جتنی کی تفسیر اُس صفحہ پر نیچے لکھی جا سکے اور حواشی متعلقہ بھی صفحہ وار ساتھ ساتھ چلتے جائیں اِلّا اُس مقام پر کہ حاشیہ کی عبارت اضطراراً بڑھ جائے، اور دُوسرے صفحہ پر لکھی پڑے۔

۷۔ **تسلسل عبارت**۔ اس تفسیر میں مروجہ طریقہائے تفسیر کو جمع کر کے ایک زائد بات کا بھی التزام کیا گیا ہے، کہ ترجمہ اور تفسیر کی مسلسل اُردو عبارت کے ساتھ قرآن مجید کی عربی عبارت کو ایسے طور پر جمع کیا گیا ہے، کہ اُردو اور عربی کا تسلسل ٹوٹتا نہیں[1]، اور ارتباطِ آیات کے متعلق سوال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ بلکہ ایک ایک کلمہ خود بخود جُڑا ہُوا معلوم ہوتا ہے جس سے کمال حظِ قلبی حاصل ہوتا ہے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق۔

۸۔ قرآن شریف کی عربی عبارت کو ترجمہ اور تفسیر کی اُردو عبارت کے ساتھ امتزاجی صنعت[2] سے اسلئے رکھا ہے۔ کہ برکت و حظِ قلبی جو اصحاب وجدان کو قرآن شریف کے اصل الفاظ سے حاصل ہوتا ہے وہ ترجمہ اور تفسیر کے انسانی کلام میں نہیں ہو سکتا۔

یہ بات میں نے ماہ اپریل ۱۹۴۵ء میں (جلسہ مئو ناتھ بھنجن سے واپسی پر شبلی منزل

[1] اُردو زبان میں ترجمہ قرآن اور تفسیری عبارت کو مسلسل عبارت میں بیان کرنے کی طرح سب سے پہلے مولٰنا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی، لیکن اسمیں قرآن شریف کی عربی عبارت ساتھ نہ ہونے سے کلماتِ الٰہیہ کی برکت کا حظ حاصل نہیں ہوتا ۱۲ منہ [2] تفسیر رحمانی اور شرح نخبہ کے طور پر ۱۲ منہ

اعظم گڑھ میں) مولانا سید سلیمان صاحب ندوی (دامت فیوضہم) اور اُن کے دار المصنفین کے علمائے کرام (عمت فیوضہم) کے سامنے پیش کی اور اپنی اس تفسیر کی بعض آیات بھی سُنائیں، تو وہ سب بہت محظوظ ہوئے، اور اُنہوں نے کمال انشراح کے ساتھ اسکی تصدیق کی۔ کہ واقعی قرآن مجید کی اصل عبارت کے سوا حظِ قلبی حاصل نہیں ہو سکتا۔[۳]

۹۔ تفسیر بالرآی قرآن شریف کی تفسیر بالرّای حرام ہے، مانتے تو سب ہیں لیکن عمل کے وقت اس کی رعایت بہت کم لوگ رکھتے ہیں، نیچریوں، چکڑالویوں (نام کے اہلِ قرآن) بابیوں (بہائیوں) اور قادیانیوں (احمدیوں) کے کیا کہنے، اُن کی تو بنیاد ہی اسی پر ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ آجکل اہلحدیث کہلانے والے اور اتباعِ آثار کا دم بھرنے والے کثرت سے اس کا شکار ہو رہے ہیں۔ سب میں علّتِ جامعہ یہی ہے۔ کہ ہمارا بڑا الوی نہیں، اجتہاد کا دروازہ کُھلا ہے، جس طرح وطن کی آزادی حاصل کرنا سب کا حق ہے اُسی طرح اپنے علم و فہم سے خواہ ناقص ہو، قرآن شریف کی تفسیر کرنا بلکہ بے بنیاد اجتہاد کرنا سب کا حق ہے گویا "مادر پدر آزاد" کا مصداق ہونا اُن کے نزدیک قابلِ فخر وصف ہے، فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ۔

۱۰۔ کچھ اپنی بابت جو صاحبانِ علم و فضل بالمشافہ میرے حالات سے واقف ہیں، یا میری تصانیف کے مطالعہ سے میرے طرزِ بیان اور تحقیقِ مسائل کو جانتے ہیں، وہ خوب سمجھتے ہوں گے کہ مَیں عاجز تفسیر بالرّائی سے کتنا بچتا ہُوں میں عام مسائل میں خصوصاً قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح میں کوئی بات ایسی نہیں کہتا جس کی تائید ائمہ تفسیر یا ائمہ حدیث سے نہ

[۳] اس مجلس میں جناب سید صاحب موصُوف کے چچا سید عبد الحکیم صاحب بھی موجود تھے، اس بزمِ صلحا کی دو سہ روزہ صحبت کا اثر جو میرے دل پر پڑا وہ عمر بھر بھُولنے والا نہیں خدا تعالیٰ اِن سب کو دین و دُنیا کی حسنات سے مسرور فرمائے آمین! سید عبد الحکیم صاحب ممدوح عمر رسیدہ بزرگ ہیں، اِسکے بعد مجھ عاجز کو ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

"صرف تین دن کی ملاقات میں آپ سے عقیدت ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ جی چاہتا ہے، پھر کوئی صورت شرفِ ملاقات وحصُولِ نیاز کے لئے پیدا کروں۔"

اور اس سے پہلے خط میں لکھتے ہیں :۔ "اعظم گڑھ میں حضور والا سے شرفِ ملاقات حاصل ہُوا تھا اور دو دن کی صحبت نے دل پر وہ اثر ڈالا ہے جو مدت العمر نہ مٹے گا۔ مولانا روم صاحب نے بہت صحیح فرمایا ہے

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کاش پھر آپ کی صحبت نصیب ہوتی۔" جولائی ۱۹۴۵ء

پاؤں، خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہے کہ مشکل مقامات میں جہاں پر دیگروں کو خود رائی یا بیجا تاویل سے کام لینا پڑتا ہے، خدا تعالےٰ میری تائید کرتا ہے کہ مجھے ائمہ تفسیر کے اقوال، یا حدیث شریف کے بیان سے صحیح مسلک مِل جاتا ہے، اور مجھے قواعدِ علمیہ کے خلاف تاویل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ جو بات کہتا ہُوں قرآن شریف کے مختصر الفاظ کی تہ میں سے نکال کر نقد انقد ہتھیلی پر رکھ دیتا ہُوں[۴] وَھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔

۱۱۔ مسالکِ خمسہ ۔ قرآن شریف سب صحیح مسالک اور سلیم اذواق کا جامع ہے۔ اور یہ بھی اُسکے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے، اگر یہ بغیر وحی الٰہی کے آنحضرت صلعم کا اپنا کلام ہوتا۔ تو ان سب امُور کا جامع نہ ہو سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم اُمّی تھے، مَیں نے خدا کے فضل سے رسائی بھر حسبِ موقع اِن سب مسالک کو ملحوظ رکھا ہے :۔

(۱) مسالکِ محدّثین ۔ یہ تو میری دُنیا و عقبےٰ کا اوڑھنا بچھونا ہے، اور اسی کے رُو سے مَیں گنہگار خدا کے ہاں اپنی خلاصی کا امیدوار ہو سکوں گا۔

[۴] مولانا سید سلیمان صاحب ندوی (دام فضلہم) میری کتاب سراجاً منیرا (جو آنحضرت صلعم کے فیوض کے دوام کے متعلق ہے) کے مطالعہ سے متاثر ہو کر ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

"آپ کی تشریف آوری اور دار المصنفین میں دو روزہ قیام بڑی خیر و برکت کا باعث ہُوا ہمارے تمام رفقاء (علمائے دار المصنفین) آپ کی صحبت اور تقریر و گفتگو سے بہت متاثر ہوئے کثّر اللّٰہُ فِیْنَا اَمْثَالَکُمْ۔ آپ کا رسالہ "سراجاً منیراً" پڑھکر مسرت اور اس سے بڑھ کر انشراحِ خاطر میسّر آیا فَبَارَکَ اللّٰہُ فِیْکُمْ وَاَطَالَ بَقَاءَکُمْ فِیْنَا، افسوس ہے کہ ظاہری اتباع کے ساتھ باطنی اتباع کی طرف لوگ اب تک متوجہ ہیں، اللہ تعالےٰ نے آپ کو دونوں سے سرفراز فرمایا ہے، پھر بزرگوں کے ادب اور سلف کے احترام کی دولت آپ کے پاس ہے نفعنا اللّٰہ تعالیٰ بعلومکم وفیوضکم" (۲۶ ج ۱۔ ج جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ)

پھر اس کے بعد میرے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو قائم و سالم رکھیں کہ آپ مومنوں کے دلوں کی راحت ہیں، صحیفہ شریفہ انوار و برکات سے لبریز تھا اور جس نے پڑھا اُسکے اثر سے متاثر ہُوا ادام اللہ بقاءکم فینا۔ آپ نے اپنا جو مسلک تحریر فرمایا ہے، وہ عین حق ہے اور یہی اصحابِ حدیث کا مسلکِ مبین ہے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس پر قائم رکھے۔" ۱۷ رجب ۱۳۶۴ھ

(۲) مسلکِ متکلمین رحمہ اللہ۔ کہ یہ میرا شیوہ اور اپنے پرایوں سے گفتگو کرنے کا طریق ہے۔

(۳) مسلکِ صوفیائے کرام رحمہ اللہ۔ کہ اس میں میرے لئے حظِ قلبی اور نورِ باطنی اور انشراحِ صدر ہے اور قیامت کے دن ظاہری اعمال اُسی صورت میں میزان میں تل سکیں گے کہ اس محک (کسوٹی) کے رُو سے کھرے ہوں گے ورنہ عاملہ ناصبہ کا خطرہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

(۴) مسلکِ فقہائے مجتہدین رحمہ اللہ۔ کہ جزئیاتِ شرعیہ عملیہ میں اس کی اشد ضرورت ہے اور اس سے باہر جانا ہی خود رائی کا دروازہ کھٹکھٹانا ہے۔

(۵) مسلکِ اہلِ ادب و معانی۔ کہ یہ قرآن شریف کے اعجاز کی بنا ہے۔ اور قرآن شریف کو جملہ فنونِ حقہ کا مخزن سمجھنے کے لئے یہ فن چابی کا حکم رکھتا ہے۔ میرے نزدیک اسکو کلیدِ خزائنِ قرآن کہنا چاہئے۔

پس یہی پانچ طریق تفسیرِ قرآن کے اصولی مسلک ہیں۔ اپنی بے بضاعتی کو سامنے رکھ کر میں نے کوشش کی ہے۔ کہ حسبِ موقع ان پانچوں مسالک کو ملحوظ رکھوں پس اس تفسیر میں سے جس صاحب کو اپنے طبعی مذاق کے مطابق کچھ نظر آوے اُسے قبول کر لے۔ اور باقی کو اُسکے مذاق والوں کے لئے رہنے دے اور انکار میں جلدی نہ کرے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا قصہ عبرت کے لئے کافی ہے۔ اور قرآن شریف اور صحیح بخاری میں مذکور ہونے کی وجہ سے کسی کو اُس سے انکار کی گنجائش نہیں [۵]

[۵] اس کی مختصر تفصیل یوں ہے کہ خدائے تعالیٰ کے احکام دو طرح پر ہیں تشریعی اور تکوینی۔ احکام شرعیہ اعتقادی و اخلاقی اور معاملتی و معاشرتی، سیاسی و تمدنی، اور تعبدی امور میں بندوں کی اصلاح اور ان کی اخروی نجات و سعادت کے متعلق ہیں جو انبیاء و رسل علیہم السلام کے ذریعے بندوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ اور تکوینی احکام تدبیر و انتظامِ عالم کے متعلق ہیں جو انسانی طاقت و رسائی سے بالا ہیں۔ آسمان و زمین اور ان کی درمیانی اشیاء کے قدرتی انتظامات نظامِ شمسی و قمری، اجرامِ فلکیہ کی تاثیر اور زمین اور زمینی اشیاء کا اُن سے متاثر ہونا۔ اور حدوثِ حوادث اور جملہ تغیرات و انقلابات یعنی سلسلۂ فنا و بقا اور خلق و ایجاد کی وابستگی اسی قسم سے ہے۔ ایسے امور پر عموماً فرشتے مقرر ہیں آیت فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (پ۳۰ سورت نازعات) کے ذیل میں مفسرین رحمہم اللہ نے اس امر کا ذکر صراحتہً کیا ہے۔ اور جزوی طور پر بعض اوقات ایسے خدمات بعض خواص بنی آدم کو بھی سپرد کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ تفسیر عزیزی سے زیرِ آیت بالا معلوم ہو سکتا ہے۔ (باقی بر صفحہ ۹)

۱۲۔ **انتخابِ فوائد و حواشی** اہلِ علم و فضل پر روشن ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر کے لئے کتنے مختلف علوم و فنون اور ہر علم و فن کی کتنی کثیر التعداد کتب کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ خدا کے فضل سے بوجہ غنائے خانگی کے ہر فن کی کئی کئی کتابیں موجود ہیں [۶] کسی مسئلہ میں جس فن کی حاجت پڑتی ہے، اُس کی دو چار کتابوں کے مطالعہ پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ پوری تسلی کر کے اس فن کی الماری کا دروازہ بند کرتا ہوں۔ باوجود اس کے آپ اس تفسیر میں قرآن شریف کے لطائف و نکات کے متعلق حوالے کم کتابوں کے پائیں گے، وجہ یہ ہے کہ لمیات و اسرار کے متعلق زیادہ تر تفسیر کبیر اور تفسیر رحمانی کو ملحوظ رکھا ہے تصنیف و مطالعہ کے وقت تفسیر رحمانی تو بالخصوص نظر کے سامنے اور ذہن میں حاضر رہتی ہے۔ کیونکہ میرے علمِ ناقص

(بقیہ صفحہ ۸) ایک اُن میں سے حضرت خضر ابھی ہیں، موسیٰ علیہ السلام کو بوجہ اُنکے نبی ہونے کے احکام شریعت دیئے گئے اور خضر کو بعض امور تکوینیہ سپرد کئے گئے، اور یہ امتیاز اور تنویع صحیح بخاری کی حدیث کے متن میں مرقوم ہے کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا یَا مُوسٰی إِنِّي عَلٰى عِلْمِ الْحَدِيْثِ یعنے اے موسیٰ میں خدا کے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہوں جو اُس نے مجھ کو سکھایا۔ آپ اُس کو نہیں جانتے، اور آپ بھی ایک علم پر ہیں جو اُس نے آپ کو سکھایا جسے میں (بالتفصیل) نہیں جانتا۔ شریعت و طریقت ہر دو احکام شرعیہ کی دو شاخیں ہیں، ایک ظواہر اعمال کے متعلق ہے اور دوسری بواطن قلب کے متعلق ہے، ان میں تضاد نہیں ہو سکتا حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ غنیۃ الطالبین میں صوفی کی عملی زندگی کے متعلق فرماتے ہیں "اعتقاد صحیح کے بعد اس پر لازم ہے قرآن و حدیث سے پنجہ مارنا اور اصولاً و فروعاً انکے امر و نہی پر عمل کرنا" (غنیہ مترجم فارسی صفحہ ۹۸) ۱۲ منہ

[۶] یہ کتب خانہ حال میں ۱۹۲۶ء میں سب کا سب مع اس مکان کی منزلِ زیریں کے جس میں یہ کتب رکھی ہیں۔ اپنی مسجد بنا کردہ والد صاحب مرحوم کے ساتھ ملحق کر کے وقف کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اِسے قبول فرمائے اور اپنی بجائے مسجد اور عیدگاہ اہلحدیث بنا کردہ خود اور مکانات متعلقہ مسجد و عیدگاہ و مسافر خانہ بنا کردہ خود نظر بر اہلیت نہ بنظر وراثت رجسٹری کرا کے بڑے برادر زادہ مولوی عبد القیوم صاحب ایم اے۔ بی ٹی۔ بی ای۔ ایس کو متولی مقرر کر دیا ہے۔ میرے بعد ان کا فرض ہے کہ اس کتب خانہ کے ماتحت اس مسجد میں جماعت اہلحدیث میں سے اہل صلاح خیر کے مشورے سے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھیں اور اسباب و مکانات مسجد و عیدگاہ کی حفاظت کریں اور میری موت کے بعد میرے لئے اس صدقۂ جاریہ کے سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے میرے لئے ایصال ثواب کی صورت کو قائم رکھیں واللہ ولی التوفیق۔

خدا کی رحمت اور اُسکے رسولِ پاک کی شفاعت کا امیدوار گنہگار محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

میں یہی پہلی تفسیر ہے، جو اس طرزِ بدیع پر لکھی گئی ہے[۵] نیز مجھے اس سے کمالِ شغف و محبت ہے اور شانِ نزول اور روایات کے متعلق تفسیر معالم کا حوالہ بیشتر دیا ہے، اگرچہ وہ امر دیگر جامع روایات تفاسیر مثل تفسیر حافظ ابن کثیرؒ میں بھی مذکور ہوتا ہے، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

۱۳ - التماس، اذواق و مسالک مذکورہ بالا کے جامع علماء و فضلا کی خدمت میں التماس ہے کہ میں اپنی اس تفسیر کو مثلِ بے عیب سمجھ کر آپ کے ہاتھوں میں نہیں دیتا ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس میں بعض خامیاں بھی نظر آئیں سو بمنطوق حدیث نبوی اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ (صحیح مسلم) امید ہے کہ آپ بجائے شکایت و ملامت کے قلمِ اصلاح سے اُن مقامات کو درست کر دیں گے اور میرے لئے دعائے مغفرت کریں گے، لِاَنَّ الْاِنْسَانَ عُرْضَةٌ لِلسَّهْوِ وَالنِّسْيَانِ

اور میرے اس ایمان کے گواہ رہیں گے کہ میں:-

۱۔ ہر اس کلمہ سے جو مرادِ الٰہی کے خلاف ہو، یا

۲۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیان کے مطابق نہ ہو، یا

۳۔ جماعتِ صحابہؓ کے خلاف ہو، یا

۴۔ اسالیب فصاحت و بلاغت کے موافق نہ ہو۔

خدا تعالےٰ کی جناب میں اظہارِ برأت کرتا ہوں اور اس سے معافی و مغفرت طلب کرتا ہوں۔

وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

مورخہ ۱۶ رمضان ۱۳۶۶ھ بعد از ظہر
مطابق ۴ اگست ۱۹۴۷ء بروز دو شنبہ

وانا المفتقر الی اللّٰہ الکریم
محمد ابراہیم میر السیالکوٹی

[۵] اسی طرز پر امام بقاعی کی تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآی والسور بھی ہے امام بقاعیؒ نے یہ تفسیر ۸۸۵ھ میں تصنیف کی اور اسی سنہ میں آپ فوت ہو گئے رحمہ اللہ شیخ علی مہائمی صاحب تفسیر رحمانی کی وفات ۸۳۵ھ میں ہوئی مہائم بمبئی کے قریب ایک قریہ ہے اور ریلوے اسٹیشن بھی ہے سفر بمبئی میں میں حضرت الشیخ مرحوم کے مقبرہ پر گیا نہایت شاندار زیارت گاہ ہے شیخ بقاعیؒ کی تفسیر میں سورت فاتحہ کا دیباچہ مولانا ذوالفقار احمد صاحب مرحوم بھوپالی نے مدینہ شریف کے کتب خانہ سے نقل کیا تھا جو انہوں نے سفر حج ۱۳۲۱ھ میں مجھ عاجز کو مکہ شریف میں نقل کرنے کے لئے دیا تھا مرحوم نہایت متواضع اور با اخلاق تھے مجھ عاجز سے کمال محبت سے پیش آتے تھے امام سیوطیؒ نے بھی ایک کتاب اسی طرز پر بنام تناسق الدرر فی تناسب السور لکھی امام سیوطیؒ ۹۱۱ھ میں فوت ہوئے اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ شیخ علی مہائمی ان بزرگوں سے متقدم ہیں۔ وَالْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ ۱۲ منہ

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا، مہربان ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ[۲] (جامع جلال و جمال اور صاحب ہر کمال) اللہ تعالیٰ کے نام سے (شروع) الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ① جو رحمتِ عامہ اور رحمتِ خاصہ کا مالک ہے۔ الٰہی با برکت

[۱] اس سورت کے بہت سے نام ہیں جو اسکی فضیلت کے دلائل ہیں فاتحۃ الکتاب (قرآن کا شروع) اسلئے کہ ترتیبِ خطی اور قرأت میں قرآن شریف اسی سے شروع ہوتا ہے (خ) اُمّ الکتاب و اُمّ القرآن (قرآن کی فہرست) اس لئے کہ اصولی طور پر قرآن مجید کے مضامین مہمہ کا خلاصہ اس میں موجود ہے القرآن العظیم اسلئے کہ یہ عظمت و قدر میں اور قرآن مجید کے اہم مقاصد پر حاوی ہونے میں سارے قرآن کے برابر ہے سورۃ الصلوٰۃ والسبع المثانی اس لئے کہ اس کی سات آیتیں ہیں، اور وہ نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں، سارے قرآن مجید میں سے نماز کے لئے صرف یہی سورت متعین ہے، اسکے بعد نمازی مختار ہے جہاں سے چاہے پڑھے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کا یہی مطلب ہے، تفسیر رحمانی میں نماز کی شرائط اور اسکے ارکان کے ساتھ اسکی آیات کی مناسبت عجب طور پر ذکر کی گئی ہے سورۃ الحمد اور سورت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اسلئے کہ اسمیں مجملاً خدا تعالیٰ کی جملہ صفاتِ کمال کا بیان موجود ہے سورۃ تعلیم المسئلہ اسلئے کہ اسمیں خدا تعالیٰ سے دعا کرنے کا طریق سمجھایا گیا ہے علاوہ انکے دیگر نام بھی جو بڑی تفسیروں میں مذکور ہیں (رحمانی) ۱۲ منہ

[۲] بِسْمِ اللّٰهِ کی ب جارہ کی ترکیب نحوی میں کہ کس کے متعلق ہے علماء کے کئی ایک متقارب اقوال ہیں بعض کے نزدیک صیغہ امر اِقْرَءْ محذوف ہے بعض نے کہا اَشْرَعُ یا اَقْرَءُ یا اَبْتَدِئُ مضارع متکلم کا صیغہ محذوف ہے بعض کے نزدیک اَلْاِبْتِدَاءُ یا الشُّرُوْعُ بصورت مصدر محذوف ہے (خطیب شربینی) یہ سب اقوال ایک دوسرے کے قریب اور بجائے خود درست ہیں حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ صاحب نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ اس طرح کہا کریں، حضرت شاہ صاحب کے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام تعلیم المسئلہ بھی ہے (تفسیر رحمانی) گویا اسمیں لفظ قُوْلُوْا محذوف ہے، ۱۲ منہ بِسْمِ اللّٰهِ کے جزوِ سورت ہونے کے مفصل دلائل تفسیر واضح البیان میں مطالعہ کرو۔ ۱۲ منہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو پالنہار ہے سب جہانوں کا ۲ نہایت رحم والا مہربان ہے ۳

ذات بیشک لائق حمد و ثنا ہے سو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے ذاتی طور پر بھی اور اس وجہ سے بھی کہ وہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ سب جہانوں اور جہان والوں کا مالک و پروردگار ہے کہ عالمِ علوی و سفلی مع ان دونوں کی مخلوقات کے اُسی ذاتِ واحد کی ہستی و وحدت، قدرت و حکمت اور ربوبیت و رحمت کے نشانات و علامات ہیں جن سے اُسکی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ ایجاد و بقا یعنے پیدا کرنے اور پرورش کرنے کی نعمت محض تقاضائے رحمت ہے کہ وُہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ رحمتِ عامہ و رحمتِ خاصہ کا مالک ہے۔ نہ تو اُس پر کسی کا حق ہے کہ اُس کے عوض میں پرورش کرے اور نہ اُسے آئندہ کسی سے کوئی غرض ہے۔

۳؎ اَلْحَمْدُ خدا تعالیٰ کی شان کے لائق دو لفظ ہیں تسبیح و تحمید۔ تسبیح یہ کہ اللہ تعالیٰ کو عیوب و نقائص سے منزہ جانا جائے اور تحمید یہ کہ اُسے جملہ صفاتِ کمال سے موصوف مانا جائے ۱۲ منہ ۴؎ رَبّ: رب کے معنی مالک صاحب کے بھی ہیں اور پروردگار دیا نبھانے کے بھی جو خدا تعالیٰ کیلئے ہر دو معنے موزون و مناسب ہیں ۱۲ منہ ۵؎ اَلْعٰلَمِيْنَ ذات خدا کے سوا اوپر نیچے جو کچھ بھی ہے اُسے عالم کہتے ہیں کیونکہ عالم کے معنی ہیں مَا يُعْلَمُ بِهٖ ان سب سے خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدت کا علم حاصل ہوتا ہے اور یہ سب اُسکی ہستی و وحدت اور قدرت و حکمت کے نشانات و علامات ہیں عالمین کو بصیغہ جمع اسلئے ذکر کیا کہ عالم بیشمار ہیں ہژدہ ہزار تو لوگوں کے گنے ہوئے ہیں باقی خدا جانے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ شاہ ولی اللہ صاحب رح نے فرمایا یعنے عالمِ انس و عالمِ جن و عالمِ ملائکہ وعلیٰ ہذا القیاس ۱۲ منہ اور اسے ذوی العقول کی تغلیب کیلئے ذوی العقول کی جمع کے وزن پر لاتے ہیں ۱۲ منہ ۶؎ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہر دو صفت کے صیغے ہیں مصدر رحمت سے ہر دو کے معنے ہیں کثیر الرحمۃ، لیکن رحمٰن میں رحمت کا مفہوم زیادہ ہے کیونکہ اس کے حروف زیادہ ہیں، نیز یہ اسم سوائے ذاتِ حق کے کسی دیگر پر نہیں بولا جاتا بعض نے کہا کہ اسم رحمٰن اس رحمت کے اعتبار سے ہے جو مومن و کافر، مطیع و عاصی، متقی و فاسق سب پر بلکہ کائنات کے ذرّے ذرّے پر ہے جیسا کہ فرمایا وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف پ ۹ ع) اور اسم رحیم اُس رحمت کے لحاظ سے ہے جو مومنوں اور فرمانبرداروں سے مخصوص ہے جیسا کہ فرمایا وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (احزاب پ ۲۲ ع) نیز اپنے حبیب پاک صلعم کی شان میں فرمایا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ رکوع اخیر) جوابِ تکرار یہ دونوں اسم بسم اللہ میں آگئے ہیں بسم اللہ میں تیمن و تبرک کے ضمن میں اور یہاں وجوہِ محمودیت کے ضمن میں آئے ہیں پس ہر دو کا موقع و محل جدا ہے ۱۲ منہ

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

مالک روزِ جزا کا ہے ۴ (اے خدا!) ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں

کہ اُس کی توقع پر کسی کی تربیت کرے۔ وہ اپنی رحمتِ خصوصی کی وجہ سے اپنے فرمانبردار بندوں کے نیک اعمال رائگاں نہیں گنواتا بلکہ اُن پر نیک جزا مترتب کر کے مزید احسان کرتا ہے جب فرمانبرداروں کے لئے نیک جزا ہے تو نافرمانوں کو سزا اور ظالم و مظلوم کا انصاف بھی چاہیے تاکہ امتیاز و عدل قائم رہے اِس لئے اُس نے ایک خاص دِن جزا سزا اور انصاف کے لئے مقرر کر رکھا ہے جس میں کسی دُوسرے کا حکم اور اختیار بالکل نہیں ہوگا سو وُہی مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ انصاف کے دن کا مالک و مختار ہے۔ پس جب جزا سزا کا مالک و مختار اور روزِ جزا کا حاکم و قاضی وُہی ہے تو ہمیں صرف اُسی کی عبادت کرنی چاہیئے اور اپنی حاجات بھی اُسی سے طلب کرنی چاہئیں پس اے خدا: جو تو اِن صفاتِ مذکورہ کا مالک و صاحب ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم سب (حاضر و غائب ہر طرف سے منہ موڑ کر) صرف تیری عبادت کرتے ہیں کیونکہ عالمِ بالا (فلکیات، ملائکہ اور ستاروں) اور عالمِ زیریں (زمین و زمینی اشیاء) اور عالمِ جو (فضائے آسمانی میں اُڑنے والے پرندوں) اور دریا و سمندر میں تیرنے والے بیشمار جانوروں کا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا اور اِن سب عوالم میں نظام و رابطہ قائم کرنے والا جس سے

۷؎ يَوْمِ الدِّيْنِ سے مراد روزِ قیامت ہے جیسا کہ سورتِ انفطار پ ۳۰ میں مذکور ہے چونکہ اُس دن وہ سب حکومتیں جو آج خدا تعالیٰ نے مجازی طور پر بعض کو اُن کے عدل و انصاف کے امتحان کے لئے دے رکھی ہیں سب زائل ہو جائیں گی۔ اور آج جو بادشاہ ہیں اُس دن وہ بھی اپنے فرائض و اعمال کی جوابدہی کیلئے بمقابلہ اپنی رعیت کے دربارِ خداوندی میں پیش ہونگے اور اُس دن اکیلے خدائے قہار کا حکم چلے گا اسلئے مالکیت و ملوکیت کو اُس دن کی طرف مضاف کیا۔ ورنہ حقیقی مالک و بادشاہ تو آج بھی وہی ہے، رسمُ الخط اس جگہ لفظ مٰلِكِ کی میم کو لام سے ملا کر لکھا جاتا ہے اسلئے کہ دُوسری قرأت میں مَلِكِ بغیر الف کے بھی ہے جسکے معنے بادشاہ کے ہیں ۱۲ منہ ۸؎ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں مفعول کو یعنے اِيَّاكَ کو حصر کے لئے مقدم کیا۔ کیونکہ عبادت صرف خدائے واحد کا حق ہے، وہی خالق ہے، وہی رازق ہے، وہی مالک ہے، وہی پرورش کا سامان مہیا کرنے والا ہے، موت و حیات اور سب کچھ اُسی کے اختیار میں ہے، پس اُسکے سوا کسی دیگر کی عبادت جائز نہیں، عبادت کے معنی ہیں غایت درجے کا تذلل" یہ نہ کسی پیر کی جائز ہے نہ پیغمبر کی نہ ولی کی نہ فقیر کی۔

وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞ اِهْدِنَا

اور ہم خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۵ (خداوندا! سو) تو ہم کو چلائے رکھ

ہماری اور دیگر سب کی ہستی کا قیام ہے تو ہی ہے اور تیری یہ سب مہربانیاں بن مانگے ہیں، وَ اور جن امروں میں ہم کو منہ سے مانگنے اور دل میں تمنا کرنے کی ضرورت پڑے اور وہ تجھ سے مخصوص ہوں اُن میں اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞ ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں کیونکہ دُعاؤں کا سننے والا اور دل کی تمناؤں کا جاننے والا اور جملہ امیدوں اور حاجتوں کا بر لانے والا تیرے سوا کوئی نہیں، بس سیدھی راہ یہی ہے کہ دل تیرے ساتھ لگا رہے اور کمر تیرے سامنے جھکی رہے اور سرِ نیاز تیری چوکھٹ پر رکھا رہے، سو تو اپنی توفیق مزید ہمارے شاملِ حال

نہ رشی منی کی نہ اوتار کی، نہ بت کی نہ اُن کی جن کے نام سے وہ بت گھڑے گئے، نہ جن کی نہ فرشتے کی نہ بھوت کی نہ پری کی، نہ سورج کی نہ چاند کی، نہ کسی دیگر ستارے کی نہ جوالا مکھی پہاڑ کی، نہ گنگا جمنا دریا کی، نہ گائے کی نہ پیپل کے درخت کی، نہ قبر کی نہ تعزیہ کی، نہ زندہ کی نہ فوت شدہ کی، غرض ایک ذاتِ خدا کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں اگر کوئی کرے تو یہ فعل شرک ہوگا اور اس کا کرنے والا مشرک، عبادت کی تین قسمیں ہیں قولی فعلی اور مالی۔ قولی جیسے حمد و ثنا جو مخصوص بخدا ہے اور دُعا اور ورد۔ وظیفہ۔ فعلی جیسے رکوع و سجود اور کعبہ کے سوا کسی اور جگہ کا طواف و حج۔ نماز۔ روزہ وغیرہ وغیرہ۔ مالی جیسے صدقات و خیرات، نذر و نیاز اور قربانی یہ سب اقسام صرف خدا تعالیٰ ہی کے لئے یعنی اُسکی رضامندی اور قرب حاصل کرنے کے لئے کرنے چاہئیں، اس میں کسی نبی کسی ولی کسی فرشتے کی شرکت جائز نہیں، نماز میں اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ میں اسی معنی کے لحاظ سے یہ تینوں چیزیں صرف ذاتِ حق سے مخصوص کر دی گئی ہیں، اَلتَّحِيَّات سے زبان کے متعلقہ امور اوراد و وظائف اور حمد و ثنا اور دعا اور الصَّلَوٰتُ سے بدنی عبادت سجدہ، رکوع، قیام وغیرہ اور الطَّيِّبَات سے زکوٰۃ و صدقات اور نذر و نیاز اور مالی خیرات مراد ہیں (عینی علی البخاری ملخصاً) (ج صفحہ) ۱۲ منہ

۵ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اس میں بھی مفعول کو فائدہ حصر کے لئے مقدم کیا کیونکہ جو امور ذاتِ حق سے مخصوص ہیں اُن میں مدد اُسی سے مانگنی چاہئے مثلاً اولاد، رفع تکلیف، شفا ئے مرض، کشائشِ رزق وغیرہ یہ سب امور متفرق طور پر قرآن مجید میں مذکور ہیں، استعانت یعنی مدد کا طلب کرنا بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ اور اس کا دوسرا نام دُعا ہے، اور حدیث شریف میں دُعا کو مغز عبادت بلکہ اصل عبادت بتلایا گیا ہے ۱۲ منہ (بلوغ المرام)

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

راہ راست پر ۶ جو اُن لوگوں کی راہ ہے جن پر تو نے

رکھتے ہوئے اِهْدِنَا ہم کو چلائے رکھ توحید کی سیدھی راہ پر، وہ راہ نہیں جو کسی نے دماغ سے تراشی ہو یا قومی رسم و رواج سے حاصل کی ہو اور اسے صراطِ مستقیم سمجھ لیا ہو جیسا کہ فرعون نے اپنے طریق دہریت کی نسبت کہا تھا وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ (مومن پ ۲۴ ع ۴) بلکہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ راہ اُن لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔

۱۰ از نباط ۔ چونکہ عبادت و استعانت میں استقامت کی ضرورت ہے، اسلئے دعا سکھائی کہ تم اس طرح دعا کیا کرو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الآیہ غالباً اسی لئے حدیث میں اس سورت کا نام سورت تعلیم المسئلہ بتایا گیا ہے ۱۲ منہ

۱۱ اِهْدِنَا، اس پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ کیونکہ انسان سیدھی راہ پر چلنے میں اور اس پر قائم رہنے میں ہر دم بلکہ ہر قدم پر خدا تعالیٰ کی توفیق اور نظرِ رحمت کا محتاج ہے اور ہر قسم کا علم و معرفت عملی سے پختہ ہوتا ہے اور عمل میں پختگی کا نام استقامت ہے پس اس آیت میں اسی امر کی دعا ہے، دیگر یہ کہ کبھی فعل سے اُس کا دوام اور استمرار مراد ہوتا ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام بنائے کعبہ کے وقت دعا کرتے تھے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ، حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ پس اُن کی مراد یہ تھی کہ ہم کو فرمانبردار بنائے رکھ، اسی طرح مسلمان جب نماز میں یا قرأت میں اِهْدِنَا سے ہدایت کی دعا مانگتے ہیں تو اُس سے دوام و استمرار مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنا اور قرآن پڑھنا ہدایت کے کام ہیں، اور یہ کام مومن لوگ آگے ہی کر رہے ہیں پس اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ خداوندا! تو نے ہمیں توحید کی سیدھی راہ دکھائی ہے تو اب اس پر قائم بھی رکھیو، اسی طرح سورتِ محمد پ ۲۶ ع ۲ میں فرمایا وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ نیز سورتِ ابراہیم پ ۱۳ ع ۱۴ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الآیہ (پ ۱۳ ع ۱۴) ۱۲ منہ

۱۲ صراطِ مستقیم میں یہ امور داخل ہیں:۔ اول توحیدِ عبادت جیسے سورتِ یٰسٓ پ ۲۳ میں فرمایا وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (ع ۴) نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبانی نقل کیا اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (پ ۳۔ آل عمران ع ۵) دوم عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات میں احکامِ شریعت کے مطابق رہنا چنانچہ سورۂ انعام پ ۸ ع ۱۹ میں ایسے سب امور کو بیان کر کے فرمایا۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ، الغرض صراطِ مستقیم وہ شاہراہِ اعتقاد و عمل ہے جس پر

اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ

انعام کیا۔ جو سوا ہیں اُن کے جن پر غضب ہوا یعنی یہود کے

کہ وہ تیرے مقرر کردہ احکام کی پیروی کرتے رہے اور تو اُن پر ایسا راضی رہا کہ اُن پر مطلقاً غضب[۱۶]

گامزن ہونے سے انسان دنیا اور آخرت ہر دو میں منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہے اور وہ آج اِس عہدِ محمدی میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (شوریٰ پ۲۵ ع۵)، نیز فرمایا وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (مومنون پ۱۸ ع۴)، حاصل کلام یہ کہ اسلام صراطِ مستقیم ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ۱۲ منہ

۱۳ حل لغات وغیرہ۔ لفظ صراط اصل میں سِرَاط سینِ مہملہ سے ہے یا مفتوحہ مع الف (سِرَاط) اور طا ہر دو تفخیم چاہتے ہیں اس لئے سان کی موافقت کے لئے س کو ص سے بدل دیا اور اسکے معنے ہیں طریق واضح (لسان العرب وغیرہ) اور مستقیم صیغہ اسم فاعل کا ہے مصدر استقامت سے جسکے معنے ہیں افراط و تفریط یعنی کمی بیشی سے بچکر معتدل حالت پر قائم رہنا چنانچہ لسان العرب میں ہے اَلْاِسْتِقَامَةُ اَلْاِعْتِدَالُ وَقَامَ الشَّیْءُ وَاسْتَقَامَ اِعْتَدَلَ وَاسْتَوٰى اسلام کی جملہ تعلیمات افراط (بیشی) اور تفریط (کمی) سے سلامت ہو کر حالتِ اعتدال پر ہیں چنانچہ فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل ع۱)

۱۴ صِرَاطَ الَّذِیْنَ بدل ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ سے (جلالین وغیرہ) ۱۲ منہ

۱۵ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ، شاہ عبد القادر صاحبؒ نے فرمایا جن پر تو نے فضل کیا ان سے چار فرقے مراد ہیں نَبِیّٖن وَصِدِّیْقِیْن وَشُهَدَآء وَصَالِحِیْن اور جن پر غصہ ہوا اُن سے یہود اور گمراہوں سے نصاریٰ مراد ہیں، یہ سورت اللہ صاحب نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ اس طرح کہا کریں، ۱۲ منہ

۱۶ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ ترکیب نحوی میں ہر دو بدل ہیں اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے، یا صفت ہیں (کشاف وغیرہ) اور معلوم ہے کہ بدل و مبدل منہ اور صفت و موصوف کا مصداق ایک ہی ہوتا ہے پس ان سے بھی مذکورہ بالا چار گروہ مراد ہیں، اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں اُن کا وصف ثبوتی ذکر کیا، اور غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں وصفِ سلبی اور ہر دو کا مصداق واحد ہے پس اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ الٰہی! ہم کو اُن لوگوں کی راہ پر چلا کہ جن پر تو نے انعام کیا۔ اور وہ غضب و ضلالت سے محفوظ و سلامت رہے"۔ اور حدیث ترمذی میں جو وارد ہے کہ مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہودی اور ضَآلِّیْنَ سے مراد نصاریٰ ہیں وہ بالکل حق ہے اور ہمارے خلاف نہیں ہے

وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷

اور سوا نہیں گمراہوں کے، یعنے نصاریٰ کے ۔ ت

نازل نہ کیا گیا اور تیری توفیق اِس طرح اُن کے شاملِ حال رہی، کہ وہ تیری مقرر کردہ راہ سے گمراہ نہ ہوئے، آمین، خداوندا! جو کچھ ہم نے عرض کیا ہے اُسے قبول فرما۔

کیونکہ ہم غیر مغضوب علیہم اور غیر ضالین کا ذکر کر رہے ہیں، اور لَا بمعنی غَیْرُ ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا، (ج ۱ صفحہ ۳۰) ۱۲ منہ مغضوب علیہم سے مراد یہود اس لئے ہیں کہ اُنکی سرکشیوں کی وجہ سے قرآن شریف میں اُن کے حق میں غضب کا لفظ بہت جگہ وارد ہے۔ مثلاً سورتِ بقرہ پ۱ ع۱۱ میں فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ اور سورت آل عمران پ۴ ع۱۲ میں فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور سورتِ مائدہ پ۶ ع۱۳ میں وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ تا الآیۃ وغیرہا اور نصاریٰ کے حق میں ضلالت کا لفظ بیشتر آیا ہے، مثلاً لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (سورتِ مائدہ پ۶ ع۱۴)، اس سے پہلے نصاریٰ کے کفر کا ذکر مسلسل چلا آ رہا ہے تَمَّ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

فوائدِ متعلقہ

فائدہ نمبر ۱ مرزا صاحب قادیانی (مدعی نبوت) نے اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے دلیل پکڑی ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم کے بعد بھی جاری ہے کیونکہ انعمت علیہم میں انبیاء بھی شامل ہیں اگر انبیاء نہ بن سکیں تو دعا رائیگاں جاتی ہے (اعجاز المسیح مصنفہ مرزا صاحب) یہ استدلال بدو وجہ باطل ہے اوّل اس لئے کہ صحتِ استنباط کے لئے شرط اولیں یہ ہے کہ خلافِ نص نہ ہو (نور الانوار وغیرہ کتب اصول) سو آیت وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (سورتِ احزاب پ۲۲ ع۵) ختم نبوت کے لئے نص قطعی ہے اسی طرح حدیث میں ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ اور اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ (مشکوٰۃ) پس یہ استدلال بوجہ نصوص کے خلاف ہونے کے باطل ہوا دوم اس لئے کہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں اُن کے طریق پر چلنے کی توفیق و ہدایت کی دعا ہے نبی بننے کی، نبوت کا دروازہ آنحضرت صلعم کے بعد بند ہے اور صدیقیت و شہادت و صالحیت کے دروازے بند نہیں ہیں جیسا کہ فرمایا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (سورت حدید پ۲۷ ع۱۸)

فائدہ نمبر ۲: صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلعم جب سورت فاتحہ ختم کرتے تو جہری نماز میں بلند آواز سے آمین پکارتے اور آپ کے ساتھ مقتدی یعنی صحابہؓ بھی آمین پکارتے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ) اور آپ کے بعد صحابہؓ و تابعینؒ و اتباع التابعینؒ بھی پکارتے رہے (کتاب الام للشافعیؒ و اعلام الموقعین للحافظ ابن قیمؒ) حدیث دان حنفی علماء نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے (شیخ عبدالحقؒ، مولانا سراج احمد صاحب، مولانا عبدالحی صاحبؒ، علامہ کمال الدین ابن ہمام وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین)

حضرات صوفیائے کرام بھی اس کے قائل ہیں (امام غزالیؒ (احیاء العلوم و کیمیائے سعادت) سید عبدالقادر جیلانیؒ (غنیۃ الطالبین) امام شعرانی مصریؒ (میزان) وغیرہم۔

آمین کے معنے ہیں خداوندا! ہماری دعا قبول فرما۔ آمین بموجب حدیث سنن ابی داؤدؒ "خاتمۃ الدعا" ہے جب امام نے اصل دعا اِھْدِنَا پکار کر کی ہے تو مقتدی کا آمین کو جو مُہر دعا ہے اونچی آواز سے پکارنا کیوں منع ہے اور آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً وغیرہ عام دلائل کی آیات سے اگر مقتدی کو پکار کر آمین کرنے سے منع کرینگے تو نماز سے باہر جہراً دعا اور آمین کرنے کی اجازت کس دلیل سے دینگے حالانکہ سب اس کے قائل ہیں تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى اور عملاً جہراً اور کبھی کرتے ہیں۔ ستائیسویں رمضان (لیلۃ القدر) کے ختم میں مساجد میں جاکر دیکھیں کس شوق سے بار بار اونچی آواز سے آمین پکاری جاتی ہے ۱۲ منہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی مذہب کی تائید میں پورا زور لگاتے ہیں لیکن مسئلہ آمین میں اُن کا فیصلہ قابل تحسین ہے آپ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں: "و در آخر فاتحہ آمین می گفت در نماز جہری بجہر و در سری بخفیہ و مقتدیان بموافقت آمین گفتند ے و در جہر بتامین در نماز جہری احادیث واقع شدہ" (جلد اول صفحہ ۱۰۴) ھٰذَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
۲۳ رشعبان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۳ رجولائی ۱۹۴۷ء
بروز یکشنبہ

مقدمہ تفسیر سورت بقرہ

تحفۃ البررۃ فی تفسیر سورۃ البقرۃ

ابتدا بنام خدا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ حِزْبِ اللّٰهِ اَمَّا بَعْدُ، خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھ عاجز کو سورت فاتحہ کی تفسیر کے اتمام کی توفیق بخشی۔ اگرچہ میں نے اُس کے اختتام پر اپنے ناظرین کو اطلاع دے دی تھی کہ میں نے خدا کے فضل سے سورت بقر کی تفسیر بھی شروع کر رکھی ہے اور اُس کی توفیق سے اُس کا ایک معتدبہ حصہ لکھ بھی چکا ہوں۔ لیکن اُس پر نظر ثانی کرنے اور اُس سے آگے لکھنے کو میں نے رمضان شریف کے بعد پر ملتوی کر رکھا تھا۔

اگلے روز اتفاق سے میرا ایک شاگرد[1] میری ملاقات کے لئے آیا تو اس نے مجھے توجہ دلائی کہ سورت بقر کی تفسیر کو رمضان شریف کے مبارک زمانہ ہی میں شروع کر دو میرے دل پر اس عزیز کے اس اشارے کا گہرا اثر ہوگیا۔ اور میں نے اسی وقت ارادہ کر لیا کہ انشاء اللہ اسی طرح کروں گا میرا دستور ہے کہ ایسے اہم امور کے ابتدا میں نمازِ توبہ کے دو نفل پڑھا کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ خداوندا! میرے گناہوں سے درگزر کر کے اس کارِ عظیم میں میری مدد کرنا اور اپنی توفیق میرے شامل حال رکھنا۔ اس دستور کے مطابق شب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ کو دوگانہ پڑھ کر اور خدا کا نام لیکر مسودہ پر نظر ثانی کرنی اور یہ دیباچہ لکھنا شروع کر دیا ہے جس کا اختتام خدا کے ہاتھ میں ہے وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عضدی ونصیری بک احول وبک اصول۔ اللھم انی اعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر۔

میر سیالکوٹی عفی عنہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۳۵ء

[1] یعنی مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی نبیرہ شیخنا حضرت حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیرآبادی ۱۲ منہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) نام و وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام سورت البقرہ ہے۔ بَقَرَہ گائے یا بیل کو کہتے ہیں۔ اس سورت میں بنی اسرائیل کے حالات کے ضمن میں ایک گائے کا ذکر ہے۔ اُن کو اُس کے ذبح کرنے کا حکم ہوا۔ تو اُنہوں نے اس حکم کو ٹالنے کے لئے کئی ایک حیلے حوالے کئے۔ اور آخر کار تعمیل کی تو بہت مشکل سے کی۔ خدا تعالےٰ کو اس قصے کے ذکر سے بنی اسرائیل کی نافرمان طبیعت کے اظہار کے علاوہ یہ بھی منظور ہے۔ کہ اُمتِ محمدیہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی اتباع واطاعت میں بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر نہ چلے بلکہ ہر حال اور ہر آن میں آپ کے اشاروں کے سامنے گردنِ تسلیم خم کئے رکھے چنانچہ اسی سورت میں فرمایا:۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ	مسلمانو! کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسُول کے سامنے اس طرح سوال کرو جس طرح اس سے پہلے موسٰی سے سوال کئے گئے تھے اور جو کوئی لے لیگا کفر کو ایمان کے بدلے تو وہ بیچ مچ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔
(پ۱۔ البقرہ۔ ع۱۳)	

اس لئے اس سورت کا نام سورۃ البقرہ رکھا گیا۔ اور یہ امر کہ خدا کے رسول کی پیروی اور اطاعت ہر حال میں ہر چیز پر مقدم رکھی جائے؛ قرآن کے اہم مقاصد سے ہے کیونکہ شرعی نظام اِسی جذبہ انقیادِ قلبی اور بلاچون وچرا تسلیم سے وابستہ ہے۔

اس سورت کا یہ نام خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارک سے ثابت ہے جیسا کہ آئندہ بیانِ فضائل سے واضح ہو جائے گا۔ اور اسی طرح دیگر سورتوں کے نام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمائے ہوئے ہیں۔

(۲) زمانہ نزول

ہجرت مدینہ شریف کے بعد سب سے پہلے یہی سورت نازل ہونی شروع[1]

[1] قال الحافظ فی الفتح واتفقوا علی انہا مدنیۃ وانہا اول سورۃ نزلت بہا (کتاب التفسیر) ۱۲

ہوئی۔ اور سب سے آخر بھی اسی کی آیات نازل ہوئیں[1] جن کے چند روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رحلت فرما گئے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس سُورت کا سلسلۂ نزول قریباً دس سال تک جاری رہا۔

حِکمت:۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یہی ہے اور عملی احکامِ شریعت سب سے زیادہ اسی میں ہیں۔ تفسیر فتح البیان میں شیخنا حضرت نواب صاحبؒ نے ابن العربی کے قول سے نقل کیا ہے کہ اس میں ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہی اور ایک ہزار حکم اور ایک ہزار خبر ہے"۔ اور زمانۂ نزول قرآن میں حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا یوں رہا ہے کہ احکامِ شریعت بحسب ضرورت تدریجاً اُترتے رہے ہیں کیونکہ دینِ اسلام محض مجموعۂ تجاویز نہیں ہے کہ اُن کو ایک ہی دفعہ پاس کر کے اُن کا اعلان کر دیا جائے۔ بلکہ وہ نوعِ انسانی کی روحانی واخلاقی اور تمدنی وسیاسی اور معاملاتی ومعاشرتی اور دنیوی واخروی بہبودی ومصالح کے لئے ایک عملی مذہب اور دستور العمل ہے اور عملیات کے لئے لازم ہے کہ ان کی تعلیم تدریجاً ہو تاکہ عامل ومکلف کے دل میں قوتِ عمل پیدا ہو اور وہ تعلیمات وہدایات اسکے رگ وریشہ میں سرایت کر کے اس کے عملی قوٰے کو پختہ کریں تاکہ انسان عمل کے وقت مستقیم الحال رہ کر سہولت وآسانی سے اُن احکام کو بجا لا سکے۔ اسی لئے کہتے ہیں:۔

Praetice makesman perfect "یعنی مشق انسان کو کامل بنا دیتی ہے"

اور ظاہر ہے کہ کمال پر پہنچنے اور اصل مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک زمانہ درکار ہوتا ہے۔

فضائل وخواص

اس ساری سُورت اور اسکی بعض آیات کے فضائل وخواص احادیثِ مرفوعہ وموقوفہ میں بکثرت وارد ہیں؛ چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

۱۔ دو نور سورتِ بقر اور سورتِ آلِ عمران پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دِن دو بادلوں کی طرح آئیں گی۔ (مسلم)

توضیح:۔ امام نوویؒ نے کہا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ان کے ثواب مثل دو بادلوں کے ہو کر آئیں گے۔

[1] الاتقان للسیوطی جمعا بین الروایات ۱۲ منہ

۲:۔ سورتِ بقر پڑھا کرو۔ کیونکہ اس کا یاد کرنا (موجب) برکت ہے۔ اور اس کا ترک کرنا (موجب) حسرت ہے۔ اور باطل پرست کسلمند لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھتے

۳:۔ جس گھر میں سورتِ بقر پڑھی جاتی ہے شیطان اُس سے بھاگ جاتا ہے (مسلم وترمذی ونسائی)

توضیح:۔ شریعتِ مطہرہ کے اکثر اعتقادی وعملی مسائل اس سورت میں مذکور ہیں۔ کیا عباداتی واخلاقی اور کیا معاشرتی ومعاملاتی اور کیا تمدنی وسیاسی سب طرح کے مسائل اس میں بالتفصیل موجود ہیں۔ اور معلوم ہے کہ شیطان انہی میں سے کسی کے متعلق وسواس ڈالتا ہے جب اس سورت کی قراءت کا التزام کیا جائے گا۔ تو اس کے احکام مذکورہ پیشِ نظر رہیں گے پس شیطان کو موقع وساوس کا نہیں مل سکے گا۔ اور وہ خائب وخاسر ہو کر بھاگ جائے گا۔

۴:۔ ہر شئے کا سنام ہے اور قرآن کا سنام سورت بقر ہے (ترمذی وغیرہ)

توضیح:۔ سنام (بالفتح) اصل میں اُونٹ کے کوہان کو کہتے ہیں چونکہ وہ اُسکے بدن کا سب سے اُونچا حصہ ہوتا ہے اس لئے بطورِ استعارہ ہر اُونچی چیز پر جو حقیقتہً یا مرتبتہً بلند ہو۔ سنام کا لفظ بول لیتے ہیں۔ سورتِ بقر کو سنام القرآن اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ یہ قرآن کی سب سے بڑی سورت ہے یہ تمام قرآن شریف کا قریبًا بارھواں حصہ ہے اور شریعتِ اسلامیہ کے اکثر مسائل اس میں آگئے ہیں۔

فضائل وخواص آیت الکرسی

آیت الکرسی یعنے وہ آیت جس میں یہ ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ کی کرسی حکومت[1] زمین

[1] کرسی سے مراد حکومت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ترجمہ سے لی گئی ہے چنانچہ آپ اسکا ترجمہ یوں فرماتے ہیں "فراگرفتہ است پادشاہی اُو آسمانہا وزمین را" امام بیہقیؒ نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک ایت کرسی بمعنی علم بھی لکھی ہے اور قاموس میں لکھا ہے الکُرسی بالضم والکسر السریر والعلم یعنی کرسی بالضم اور کِرسی بالکسر کے دو معنی ہیں تخت بھی اور علم بھی۔ اسی طرح اساس البلاغۃ میں کہا ہے۔ وفسر قولہ تعالیٰ وسع کرسیہ بالملک والعلم لانہ مکان الملک والعالم ویقال للعلماء الکراسی عن قطرب وانشد ہ تحف بھا بیض الوجوہ عصبتہ۔ کراسی بالاحداث حین تنوب۔ وتقول خیر ھٰذا الحیوان الاناسی۔ وخیر الاناسی الکراسی۔ (صفحہ ۲۰۰ جلد دوم) واللہ اعلم ۱۲منہ

وآسمان یعنی عالمِ زیریں اور عالمِ بالا سب پر حاوی ہے اسی سورتِ بقر میں ہے۔ اس خاص آیت کے فضائل وخواص بھی احادیث میں بکثرت آئے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

۱:۔ یہ آیت کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی ہے (مسلم۔ ابوداؤد)

۲:۔ یہ آیت قرآنیہ کی سردار ہے۔

توضیح:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت خدا تعالےٰ کے جملہ اسماء وصفات جلالیہ وجمالیہ کے اصول پر مشتمل ہے یعنے الوہیت[1] (معبود ہونا) وحدانیت[2] (واحد ہونا) حیات[3] علم[4] ملک[5] (بادشاہی ومختاری) قدرت[6] اور ارادہ[7] (مستفاد از نووی شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۷۱) حاشیہ تفسیر کشاف میں کہا ہے کہ اس آیت میں صراحۃً واضمارًا سترہ دفعہ خدا تعالےٰ کا ذکر ہے چنانچہ ہم پوری آیت لکھ کر ہر اسم ظاہر اور ضمیر پر جو خدا تعالےٰ کے لئے ہے نمبر لگا کر بتا دیتے ہیں:۔

اَللّٰهُ[1] لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ[2] اَلْحَیُّ[3] الْقَیُّوْمُ[4] لَا تَاْخُذُهٗ[5] سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ[6] مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ[7] اِلَّا بِاِذْنِهٖ[8] یَعْلَمُ[9] مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ[10] اِلَّا بِمَا شَآءَ[11] وَسِعَ کُرْسِیُّهُ[12] السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُهٗ[13] حِفْظُهُمَا[14] وَهُوَ[15] الْعَلِیُّ[16] الْعَظِیْمُ[17]

تشریح:۔ حِفْظُهُمَا کو چھوڑ کر دیکھا جائے تو تعداد سولہ کی نکلتی ہے لیکن چونکہ حِفظ مصدر ہے اور وہ اپنے مفعول هُمَا کی طرف مضاف ہے اس لئے اس کی تقدیر عبارت یوں ہوگی:۔

اَنْ یَّحْفَظَهُمَا، پس اس صورت میں یَحْفَظُ میں ضمیر فاعلی مستتر ہوگی جو ذاتِ حق کی طرف راجع ہوگی پس (۱۷) کا شمار پورا ہو جائے گا۔ (قاضی ناصر الدین احمد اسکندری علی الکشاف)

۳:۔ جو شخص اسے فرض نماز کے بعد پڑھا کرے اسکے داخل جنت ہونے میں سوائے موت کے کوئی امر مانع نہیں ہے (بلوغ المرام) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

۴:۔ جو شخص اسے عشاء کے بعد سوتے وقت پڑھے گا۔ ساری رات شر شیطان

سے اور بُرے خوابوں سے اور اَحْ ـــــ لام سے محفوظ رہے گا۔

قال العبد الضعیف صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وھو الصادق المصدوق جربت ذٰلک طول عمری ولا یتوقف تصدیق قول النبی صلعم علی التجربۃ ولکن الایمان یتقوی بتظاھر الادلۃ والتجربۃ احدی الدلائل کما عرف فی العلن۔

۵ :۔ اگر تو اُسے مال اور اولاد پر رکھے تو شیطان تیرے قریب بھی نہ پھٹکے گا۔ (حصن حصین)۔

توضیح :۔ یعنے مال اور اولاد پر اس کا دم کیا جائے یا لکھا تعویذ ڈالا جائے تو مال و اولاد شرِ شیطان سے محفوظ رہتے ہیں (حرز، حاشیہ حصن حصین صفحہ ۲۱۴)۔

اِبتدائی اور بعض دیگر آیات

۱۔ سنن دارمی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے موقوفاً مروی ہے کہ جو شخص سورتِ بقر کی ابتدائی چار آیات اور آیۃ الکرسی اور اُسکے بعد کی دو آیات اور سورتِ بقر کی آخری تین آیتیں پڑھے گا۔ اُس روز شیطان نہ اُسکے پاس اور نہ اُسکے اہل وعیال کے پاس پھٹکے گا اور نہ کوئی ایسی شے جسے وہ مکروہ جانے (اُسکے قریب آئے گی) اور نہ پڑھے گا اِسے اوپر مجنون کے مگر وہ باہوش ہوجائے گا۔

۲۔ مسند دارمی میں مُغیرہ بن سُبَیعؓ سے مروی ہے جس نے سونے کے وقت سورتِ بقر کی دس آیتیں پڑھیں اُسکو قرآن شریف نہیں بھُولے گا۔ چار آیتیں ابتدا سے۔ اور آیتہ الکرسی اور اسکے بعد کی دو آیتیں اور تین آیتیں آخر کی (اتقان جلد دوم صفحہ ۱۶۴)۔

خواتیم سورتِ بقرہ

اس سورت کی آخری آیتوں کے فضائل اور خواص بھی احادیث میں بکثرت ہیں کیونکہ یہ بھی مضامین کثیرہ کی جامع ہیں جیسا کہ خدا کے فضل سے تفسیر سے واضح ہوجائیگا۔ بعض روایتوں کے رُو سے یہ آیات صرف دو ہیں یعنے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے تا آخر، اور بعض کے رُو سے تین یعنی سارا پچھلا رکوع لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ سے تا آخر، جیسا کہ

احادیث مندرجہ ذیل سے واضح ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

۱۔ خدا تعالےٰ نے سورتِ بقرہ کو دو آیتوں پر ختم کیا ہے جو اُسنے مجھے اپنے اُس خزانے سے عطا کی ہیں جو اُس کے عرش کے نیچے ہے۔ پس تم اُن کو خود بھی سیکھو اور اپنی عورتوں اور بیٹوں کو بھی سکھاؤ۔ کیونکہ وہ صلوٰۃ بھی ہیں اور قرآن بھی اور دعا بھی۔

توضیح :۔ ان دو آیتوں یعنے اٰمن الرسول سے اخیر سورت تک تین وصف فرمائے ہیں صلوٰۃ قرآن اور دعا۔ صلوٰۃ اس لئے کہ نماز میں بطور قرأت بھی پڑھی جاتی ہیں اور قرآن اس لئے کہ بطور تلاوت بھی پڑھی جاتی ہیں اور دُعا اسلئے کہ اُن میں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا سے اخیر تک نری دُعا ہی دُعا ہے۔ (سبحان اللہ)

۲۔ سورتِ بقر کی آخری دو آیتیں جو ہیں جو کوئی اُن کو پڑھے گا۔ اُسے کفایت کرینگی (مسلم)

توضیح :۔ یہ کس امر میں کفایت کرتی ہیں ؟ قیام لیل یعنے وظیفہ شبانہ کے متعلق کفایت کرتی ہیں ؟ یا شرِ شیطان یا آفات وحوادث کو روکتی ہیں ؟ امام نووی ؒ نے کہا یحتمل من الجمیع یعنے ان سب امور مذکورہ کا امکان ہے !

فائدہ :۔ یہ عاجز بتوفیق الٰہی نماز پنجگانہ کے بعد اور شب کو سونے کے وقت عموماً یہ دو آیتیں مع دیگر آیات کے بطور وظیفہ کے پڑھا کرتا ہے افاض اللہ علینا من برکاتہما

۳۔ ایک دن جب حضرت جبرئیلؑ نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو اوپر کی طرف سے ایک آواز سُنی پس حضرت جبرئیلؑ نے اپنا سر اوپر کو اُٹھایا اور کہا یہ ایک فرشتہ زمین پر نازل ہوا ہے، جو آج کے سوا کبھی نازل نہیں ہوا۔ اُس فرشتے نے (آنحضرت صلعم کو) سلام کیا۔ اور کہا آپ کو دو نوروں کی بشارت ہو۔ جو صرف آپ کو دیئے گئے ہیں۔ اور آپ سے پیشتر کسی نبی کو نہیں دیئے گئے یعنی سورتِ فاتحہ اور سورتِ بقر کی آخری آیات، آپ ان دونوں میں سے کوئی بھی حرف پڑھیں گے تو وہ آپ کو ضرور عطا ہوگا۔ (مسلم۔ نسائی)۔

سُورتِ فاتحہ سے ارتباط

سُورتِ فاتحہ سے سُورتِ بقر کا تعلق وارتباط بتانے میں بعض مفسرین ؒ نے کہا

ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے ضمن میں یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے، جیسا کہ حدیث ترمذی میں ہے، کہ مغضوب علیہم یہود ہیں اور ضالین نصاریٰ ہیں، اور سورتِ بقر کے شروع میں جو ذٰلِکَ الْکِتَابُ فرمایا ہے، تو اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ وہ کتاب ہے جس کی بشارت اُمم سابقہ یہود و نصاریٰ کو سنائی گئی تھی جیسا کہ کتاب استثنا میں مرقوم ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے فرمایا:-

"(۱۸) میں اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔
اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا، الخ (۱۸ - ۱۸)"

بعض نے کہا۔ سورتِ فاتحہ میں خدا تعالےٰ سے صراطِ مستقیم کی ہدایت کا سوال ہے، اور سورتِ بقر کے شروع میں فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ گو یا سورتِ بقر میں سورتِ فاتحہ کی طلب کردہ ہدایت کی تفصیل ہے۔

یہ ہیچدان حضراتِ علماء کی نکتہ آفرینی کی قدر کرتے ہوئے عرض پرداز ہے، کہ سورتِ فاتحہ سے سورتِ بقر یا کسی دیگر سورت کے خصوصی ارتباط کے ذکر کی ضرورت نہیں کیونکہ جب سورتِ فاتحہ اُمّ القرآن اور عنوان الکتاب ہے، تو لازماً اسے ہر ہر سورت سے کسی نہ کسی جہت سے تعلق ضرور ہے، جو سورت بھی اس کے ساتھ رکھی جائے وہ غیر متعلق نہیں ہے، کیونکہ ہر سورت کسی نہ کسی نہج پر سورتِ فاتحہ کے اجمال کی تفصیل ہے۔ کَمَا تَقَدَّمَ۔

ہاں! اگر یہ سوال کیا جائے کہ دیگر سورتوں کو چھوڑ کر بالخصوص اس سورتِ بقر کو سورتِ فاتحہ کے بعد ابتدائے قرآن میں رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو البتہ ایک قابلِ غور امر ہے سو واضح ہو کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قرآن شریف میں یہ سب سے بڑی سورت ہے، اور احکامِ شریعت سب سے زیادہ اسی میں ہیں، اور معلوم ہے کہ احکامِ شریعت کی ضرورت خاص و عام ہر ایک کو ہے، اور یہ ایک ایسا نصاب ہے، جس سے ذمہ داری کی کسی حالت میں بھی استغنا نہیں ہو سکتا یا بالفاظِ دیگر یُوں سمجھئے کہ جس طرح سورت فاتحہ سارے قرآن کا بالاجمال خلاصہ ہے، اسی طرح اس سورتِ بقر میں اس خلاصہ کی تفصیل سب سے زیادہ ہے، لہٰذا اسے سورتِ فاتحہ کے بعد شروع قرآن میں رکھنا

نہایت موزون ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

بسم اللہ کی مناسبت ہر سورت کے مضمون سے

سورت فاتحہ کی مفصل تفسیر واضح البیان میں صفحہ ۴۳ سے صفحہ ۷۷ تک بالتفصیل بیان ہو چکا ہے کہ بسم اللہ شریف سوائے سورتِ توبہ کے ہر سورت کی پہلی آیت ہے اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اتنی کثرت سے بسم اللہ کو مکرر لانے کی کیا وجہ ہے؟ سو واضح ہو کہ اسے ہر سورت کے مضمون سے تعلق ہے، لیکن اس مناسبت کے معلوم کرنے کے لئے دماغ کی حرکت و قابلیت اور فیض قدسی کا نزول شرط ہے، کما قیل

اَلْجِدُّ یُدْنِیْ کُلَّ اَمْرٍ شَاسِعٍ
وَالْجِدُّ یَفْتَحُ کُلَّ بَابٍ مُغْلَقٍ

اب دل کو حاضر کر کے پڑھئے اور سمجھئے کہ بسم اللہ شریف میں خدا تعالےٰ کے تین نام آئے ہیں۔ اللہ، الرحمٰن، الرحیم اور اُن تشریحات سے جو سورتِ فاتحہ کی تفسیر میں بیان کی گئی ہیں نہایت صفائی سے ذہن میں بٹھا لینا چاہیئے کہ جملہ کائنات دُنیا کا وجود اور اُن کا قیام اور عالمِ عاقبت اور اُس کے تمام متعلقات انہی اسمائے الٰہیہ کے فیض و برکت کا کرشمہ ہیں، اس امر کو مدنظر رکھیں تو بسم اللہ کا حاصل مطلب یہ ہے:-

اللہ کے نام سے شروع جو جامع جلال و جمال اور مستجمع جمیع صفاتِ کمال اور مقامِ اُلوہیت میں منفرد اور نہایت وسیع الرحمۃ ہو کر وجودِ عالم کی علّتِ حقیقی اور اس کے بقا و قیام کا موجبِ اصلی اور بلا غرض احسان و شفقت کرنے والا اور اپنی کمال مہربانی اور بندہ نوازی کی نظر سے اپنے عاجز بندوں کے مخلصانہ نیک اعمال کو دُنیا و عاقبت میں نتیجہ خیز و باثمر کرنے والا ہے۔

جب آپ یہ سمجھ چکے ہیں کہ جملہ احکام و امورِ کونیہ، دُنیویہ و اُخرویہ اور اُن کے نتائج خدا تعالےٰ کے انہی تین اسماء کا مظہر ہیں، تو اسی طرح یہ بھی سمجھ لیجئے، کہ جملہ احکامِ شرعیہ اعتقادیہ و عملیہ، دُنیویہ و اُخرویہ بھی انہی تین اسماء سے مربوط و وابستہ ہیں تفصیل اس کی یُوں ہے کہ جملہ تعلیماتِ شرعیہ تین قسم پر ہیں:-

قسم اوّل عبادات میں سے ہے جو مظہر اسم جلالت کا ہیں یعنی اسم اللہ کا۔ کیونکہ بنا بر

اشتقاقِ لفظی اسکے معنے ہیں معبودِ برحق (تفسیر واضح البیان صفحہ ۵۹)

قسم دوم میں وہ احکام ہیں جو انتظام عالم کے متعلق ہیں اور وہ سب احکام (تمدنی و معاشرتی و سیاسی) اسم رحمٰن کا مظہر ہیں کہ ذات حق کی رحمانیت کے پرتوے سے ان کا انتظام درست طور پر چل رہا ہے اگر وہ ایک لمحہ قہر کی نظر کرے تو تمام عالم درہم برہم ہو جائے (اعاذنا اللہ منہا)

قسم سوم اُمور آخرت میں ہے کہ وہ سب اسم رحیم کا مظہر ہیں اور اسکی رحمت خصوصی کی وجہ سے صالحین کے نیک عمل درجہ قبولیت پاتے ہیں اور وہ اسی کے فیض و عنایت سے نجات پائیں گے اور درگاہِ ایزدی سے تحفہ سلام سے نوازے جائینگے چنانچہ فرمایا:۔
سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰسٓ پ۲۳) یعنی جنتیوں کو رب رحیم کی طرف سے سلام کا تحفہ ملے گا۔ نیز فرمایا:۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا
(احزاب ۔ پ۲۲)

اللہ وہ ذاتِ پاک ہے جو تم پر رحمتیں نازل کرتا ہے اور اُسکے فرشتے بھی تمہارے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لاوے اور مومنوں پر نہایت ہی رحیم ہے جس دن وہ اسکی ملاقات کرینگے تو انکو سلام کا تحفہ ملیگا اور اُسنے انکے لئے قابلِ قدر اجر تیار رکھا ہے۔

اور معلوم ہے کہ ہر سورت میں انہی اقسامِ ثلاثہ کا بیان ہے کسی میں ہر سہ کا اور کسی میں انمیں سے دو کا۔ اور کسی میں صرف ایک کا پس بسم اللہ کو ہر سورت کے صدر میں لایا گیا اور اسکو ہر ایک کا عنوان بنایا گیا۔ کہ ہر ایک کے مندرجہ احکام و مسائل انہی تین اسماء کے جلال و جمال کے مظہر و مورد ہیں۔ اسی معنی میں حضرت امام جعفر صادقؒ کا قول ہے:۔

لَقَدْ تَجَلَّى اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ فِيْ كَلَامِهٖ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُوْنَ (تفسیر صغیر للشیخ الاکبر صفحہ ۳)

یعنی حق تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے اپنے کلام میں جلوہ افروز ہے لیکن اے بندو! تم دیکھ نہیں سکتے۔

تنبیہ اس اجمالی بیان کے بعد ہم خدا کے فضل سے ہر ہر سورت کے ابتداء میں مستقل طور پر بسم اللہ سے اسکی مناسبت کے ذکر سے مستغنی ہو گئے ہیں دماغی قابلیت اور قلبی شوق رکھنے والے اصحاب خدا کے فیاض کے فیض پر نظر رکھتے ہوئے ہر سورت کے مضمون کو انہی اسماء کے ذیل میں خود کھ لیا کریں واللہ الهادی

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَهِيَ بَعْدَ الْبَسْمَلَةِ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ١ الٓمّٓ ٢

رحمٰن و رحیم خدا کے نام سے (شروع) ۱ الٓمّٓ ۲ ؎

؎ حدیث شریف میں ہے جس گھر میں سورتِ بقرہ پڑھی جاتی ہے اُس میں شیطان داخل نہیں ہوتا (ترمذی) ۱۲ منہ

؎ الٓمّٓ ایسے حروف جو قرآن شریف کی اُنتیس ۲۹ سورتوں کے شروع میں ہیں مقطعات کہلاتے ہیں کیونکہ یہ جدا جدا پڑھے جاتے ہیں یہ اسمائے الٰہیہ کا خلاصہ ہیں اور تصدیق قرآن کے لئے بمنزلہ مُہرِ الٰہی کے ہیں تفسیر کبیر و معالم میں اور دیگر اُردو تفاسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ہر حرف اللہ تعالیٰ کی صفت پر دلالت کرتا ہے۔ الف سے اَللّٰہُ لام سے لطیف اور میم سے مجید وغیرہ اسماء مراد ہیں جن میں یہ حروف آتے ہیں کلام عرب میں اسکے نظائر پائے جاتے ہیں مثلاً قُلْتُ لَهَا قِفِيْ فَقَالَتْ قٓ اے وَقَفْتُ (خطیب شربینی وغیرہ) امام سیوطیؒ نے اسکے علاوہ اور مثالیں بھی لکھی ہیں مثلاً ؎

بِالْخَيْرِ خَيْرَاتٌ وَّاِنْ شَرًّا فَا ۔۔۔ وَلَا اُرِيْدُ الشَّرَّ اِلَّا اَنْ تَا

کہ فا سے فَشَرٌّ اور تا سے مراد تَشَاءَ ہے نیز ؎

نَادَاهُمْ اَلَا ۔۔۔ اَلَاتَا ۔۔۔ قَالُوْا جَمِيْعًا كُلُّهُمْ اَلَافَا

کہ الاتا سے اَلَا تَرْكَبُوْنَ اور اَلَافَا سے اَلَا فَارْكَبُوْا مراد ہے۔ اسکے بعد امام سیوطیؒ نے کہا کہ یہ قول امام زجاجؒ کا اختیار کردہ ہے اور امام زجاجؒ نے کہا کہ عربوں میں دستور ہے کہ ایک واحد حرف بولتے ہیں جو دلالت کرتا ہے اُس کلمہ پر جس کا وہ جزو ہے (صفحہ ۹ جلد ۲)۔ قرآن شریف کے بعد محدثین نے بھی اس رسم کو اختیار کیا سلسلہ اسناد میں ثنا ۔ نا ۔ انا ۔ ح (تحویل کی) علامات مقرر کیں اور کتب حدیث کے حوالجات کے لئے خ ۔ م ۔ د ۔ ت ۔ س ۔ ق وغیرہ وغیرہ علامات مقرر کیں بعد ازاں اطباء نے بھی اُن کا تتبع کیا اور اب تو ساری دُنیا میں سرکاری دفتروں۔ سرکاری عہدوں سرکاری القاب اور تجارتی فرموں اور کمپنیوں میں یہ دستور اتنا عام اور مقبول ہو گیا ہے کہ سب کام اسی طریق پر چل رہے ہیں ۱۲ منہ

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

یہ ہے وہ (موعود و کامل) کتاب اس میں شک کی کوئی بات نہیں ۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ[۱۸] یہ ہے وہ (موعود و کامل) کتاب جس کا وعدہ تھا اور جو کتاب کہلانے کے قابل ہے اور اس کے مقابلہ میں باقی سب ناقص ہیں (کشاف)

لَا رَيْبَ[۱۹] ۛ فِيْهِ[۲۰] ۛ اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ۔

۱۸ اَلْکِتٰبُ (کامل کتاب) علم معانی کا قاعدہ ہے کہ جب خبر معرفہ لائی جائے تو اس سے حصر یا کمال مراد ہوتا ہے (مطول صفحہ ۱۶) اسی لئے اس پر ذٰلِكَ اشارہ بعید لایا گیا جو بُعد رُتبی پر یعنے علوِ مرتبت پر دلالت کرتا ہے بعض مفسرین نے اس الف لام کو عہدِ ذہنی کے لئے لکھا ہے یعنی یہ وہ موعود کتاب ہے جس کا وعدہ کتب سابقہ میں دیا گیا تھا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا تھا ۔

"(۱۸) میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہیگا (کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸)"

سُورتِ فاتحہ کے ساتھ سورتِ بقر کے ارتباط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے ضمن میں یہود و نصاریٰ کا ذکر بھی آگیا ہے ۔ جس کا ذکر تفسیر کشاف کے نقطہ موعود میں ہے (اَفَادَ ذٰلِكَ الْاُسْتَاذُ الْكَامِلُ وَالشَّيْخُ الْاَبْجَلُ حَامِلُ لِوَآءِ الْكِتَابِ وَالسُّنَنِ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ الْمَعْرُوْفُ بِمَوْلٰنَا غُلَامِ حَسَنِ السِّيَالْكُوْتِيِّ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ) ہم نے توسین میں دونوں قولوں کو جمع کر کے ہر دو کی طرف اشارہ کر دیا ہے ۱۲ میر سیالکوٹی ۔

۱۹ لَا رَيْبَ علم معانی کا قاعدہ ہے کہ کبھی انکار مثل لا انکار کے سمجھا جاتا ہے جب ایسے قرائن و شواہد موجود ہوں جو اس انکار اور شبہ کو دُور کر سکیں (مطول کشوری صفحہ ۷۹) سو اس جگہ رَيْبَ نکرہ کی نفی جنس جو استغراق افراد کو واجب کرتی ہے (کشاف) اسی قاعدہ سے کی گئی ہے ۔ کیونکہ قرآن شریف کی آیات میں جہاں کہیں کسی کو شک گزرے وہاں خود قرآن میں مفہوماً یا [illegible] مقام پر صراحتاً اس کا ازالہ موجود ہوتا ہے چنانچہ اسی سُورت کے تیسرے رکوع میں فرمایا

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ

ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے ۳ جو

یہ کتاب هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ[۲۱] ۲ ہدایت نامہ ہے پرہیزگاروں کے لئے، جو خدا کے حکم کی مخالفت سے بچتے ہیں، باقی رہے غیر متقی لوگ سو وہ مثل بد پرہیز بیمار کی ہیں اُن کیلئے معالج کی ہدایات کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے تقویٰ اعتقاد اور عمل اور اخلاق میں منہیات کے ارتکاب سے اور مامورات کے ترک سے بچنے کا نام ہے سو اعتقادات میں متقی وہ ہیں الَّذِيْنَ

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ الآیہ اس سے یہ سمجھایا کہ حق تو یہ ہے کہ اس کتاب میں شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن اگر تم کو شک ہے تو تم ملکر اس کی مثل ایک ہی سُورت بنا لاؤ یہ قرآن شریف کا اعجازی دعویٰ ہے جس کا مقاد شک اور تردد کو دُور کرنا ہے چنانچہ اس سے تھوڑا آگے منکرین کے ایک اعتراض کا جواب بھی ذکر کیا جو انہوں نے مکھی اور مکڑی کی مثال سے شرک کی تردید کرنے پر کیا تھا چنانچہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً الآیہ ۱۲ منہ

۲۰ : فِيْهِ ؛ اسجگہ فِيْهِ کے قبل اور بعد تین تین نقطے لکھے جاتے ہیں یہ نشان ہیں معانقہ کے جسمیں تین نقطے ہیں ایک اوّل اور دوسرے آخر معانقہ کے معنی ہیں آپس میں گردن کا ملانا قرآن شریف کے رموز اوقاف میں اس سے یہ مراد ہے کہ ترکیب نحوی اور صحت معنوی کے لحاظ سے اس لفظ کا تعلق اپنے ماقبل اور مابعد ہر دو سے جائز ہے قرآن شریف کے لٹریچر میں خوبی عام ہے کہ ایک ہی عبارت کی کئی ایک نحوی ترکیبیں ہو سکتی ہیں اور معنے ہر حال میں درست رہتے ہیں جو مقصود قرآنی کے موافق ہوتے ہیں اور یہ بات امور بلاغت سے ہے چنانچہ علامہ تفتازانی مطول میں فرماتے ہیں کہ جس کلام کے دوسرے معنی نہیں ہیں وہ علمائے بلاغت کے نزدیک درجہ اعتبار سے گرا ہوتا ہے (مطول کشوری صفحہ ۳۰) ۱۲ منہ

۲۱ لفظ هُدًى مشترک المعنے ہے اسکے معنے رہنمائی کرنے کے بھی ہیں اور مقصود تک پہنچانے کے بھی (شرح تہذیب منطق) سو قرآن شریف پہلے معنے کے رُو سے رہنمائی تو سب کی کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى (بقر پ ۲ ع ۲۳) یعنے قرآن شریف تمام لوگوں کے لئے موجب ہدایت ہے اور ہدایت کے دلائل پر بھی مشتمل ہے اور دوسرے

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ

ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں

يُؤْمِنُوْنَ [22] جو ایمان رکھتے ہیں [23] بِالْغَيْبِ غیب [24] پر وَ اور اعمال میں يُقِيْمُوْنَ [25]

معنے کے رُو سے یہ مراد ہے کہ مقصود پر صرف وہی لوگ پہنچتے ہیں جو اس کی ہدایات کے مطابق متقی بن جاتے ہیں (کشاف) اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ یہ کتاب پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے جیسا کہ کسی واضح امر کے سمجھانے میں محاورہ ہے قَدْ تَبَيَّنَ الصُّبْحُ لِذِيْ عَيْنَيْنِ "یعنے صبح کھل گئی ہے دو آنکھوں والے کے لئے"۔ حالانکہ صبح سب کے لئے ہوتی ہے لیکن چونکہ اس سے فائدہ صرف بینائی والوں کو پہنچتا ہے اسلئے ایسا کہا گیا کہ صبح اسکے لئے کھل گئی ہے جس کی آنکھیں ہیں ۱۲ منہ

ف۲۲ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ یا تو صفت ہے اَلْمُتَّقِيْنَ کی کہ متقین وہ ہیں جو ان اوصاف مذکورہ سے متصف ہیں، یا مُبتدا ہے اور اسکی خبر اگلی آیت اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى الخ ہے (کشاف) یعنی جو لوگ ان امور مذکورہ کے مالک ہیں وہ ہدایت یافتہ ہیں، اور آخرکار وہی مراد کو پہنچیں گے اور نجات پائیں گے، حاصل ہر دو ترکیب کا ایک ہی ہے۔ ۱۲ منہ

ف۲۳ ایمان لغت میں تصدیق قلبی کو کہتے ہیں لیکن عُرفِ شرع میں تصدیق قلبی اور اقرار زبانی اور عملِ صالح اور ان کے خلاف سے پرہیز کرنے پر مشتمل ہے جیسا کہ انہی آیات سے واضح ہے کہ یہ سب امور متقین کی صفات میں بیان کئے ہیں اور ان پر بشارتِ نجات سنائی ہے۔ احادیثِ صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے، اور محدثینؒ کا مذہب بھی یہی ہے کہ اعمال صالحہ شرعاً جزوِ ایمان ہیں، اصل تقویٰ یہی ہے، ہاں اسکے مدارج مختلف ہیں، جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں بالتفصیل مذکور ہے، امام طحاویؒ نے عقیدۂ طحاویہ صفحہ ۲۸۱ میں سیدنا امام ابوحنیفہؒ اور محدث حماد بن زیدؒ کی گفتگو نقل کی ہے جس سے واضح ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے محدثین کے مذہب کی طرف رجوع کر لیا ۱۲ میر سیالکوٹی

ف۲۴ غیب وہ ہے جو حواس ظاہریہ و باطنیہ کے ادراک سے باہر ہو مثلاً ذاتِ حق [1] ملائکہ اور روزِ [2] قیامت اور تقدیر [3] اور کتب [4] سماویہ اور پیغمبران [5] خدا باعتبار خدا کی طرف مضاف ہونیکے (رحمانی) حاصل مطلب یہ کہ جو امور محض حواس انسانی سے معلوم نہیں ہو سکتے وہ پیغمبرانِ خدا

الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳

نماز اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں [26]

الصَّلٰوةَ وہ درست طور پر سب شرائط و ارکان اور واجبات و سنن و آداب کی رعایت کے قائم کرتے ہیں نماز وَ اور اخلاق میں اُن کی یہ صفت ہے کہ وہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ [27] يُنْفِقُوْنَ ۝۳

وحی الٰہی سے اطلاع پا کر لوگوں کو پہنچاتے ہیں۔ اور متقی لوگ اُن کی تصدیق کر کے اُن کے مطابق اپنے اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی اصلاح کر لیتے ہیں حکیم نورالدین صاحب قادیانی نے اپنے ترجمۂ قرآن میں اس آیت کے حاشیہ میں بڑی بھاری ٹھوکر کھائی ہے، کہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کی ب کو ظرفیت کے لئے سمجھا ہے چنانچہ حاشیہ میں آیت يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ کی نظیر پیش کر کے اس کا ترجمہ یُوں لکھتے ہیں "اور مانتے ہیں، اللہ کو جو غیب ہے یا ماننے کی چیزوں کو تنہائی میں اور لوگوں سے غائب رہ کر" جواباً گذارش ہے کہ جب پہلے حکیم صاحب نے غیب کے معنے ذاتِ خدا مان لئے تو ب کو يُؤْمِنُوْنَ کا صلہ ماننا پڑے گا جیسا کہ اگلے ہی رکوع میں ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الآیہ پس یہ ب ظرفیت کے لئے ہوئی اور بِالْغَيْبِ کے معنے "تنہائی میں اور لوگوں سے غائب رہ کر" کرنے غلط ہوئے۔ دیگر یہ کہ يَخْشَوْنَ اور يُؤْمِنُوْنَ الگ الگ فعل ہیں۔ يَخْشَوْنَ کا مفعول بلاواسطہ آتا ہے جیسا کہ اسی آیت میں ہے جو حکیم صاحب نے پیش کی ہے یعنی يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ کہ رَبَّهُمْ مفعول ہے يَخْشَوْنَ کا اور بغیر صلہ کے ہے اور بِالْغَيْبِ ظرف ہے، اور يُؤْمِنُوْنَ جب بمعنے تصدیق ہو تو اس کا صلہ ب آتا ہے کیونکہ یہ متضمن ہوتا ہے وثوق اور اعتراف کے معنے کا (رحمانی)، اور وثوق اور اعتراف کا صلہ ب آتا ہے، جیسے آیت اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ (پ۱۱ - ع۲) منہ

ف۲۵ يُقِيْمُوْنَ، اقامت کے معنے ہیں کسی چیز کو اس کی اصلی حالت پر سیدھا کھڑا کرنا۔ چنانچہ محاورہ ہے اَقَامَ الْعُوْدَ اِذَا قَوَّمَهٗ (بیضاوی) یعنے اُس نے لکڑی کو اس کا بل اور کجی نکال کر سیدھا کر دیا۔ قرآن شریف میں نماز کے متعلق پانچ الفاظ ہیں، اقامت [1] حفاظت [2] مداومت [3] قنوت [4] اور خشوع [5] اقامت سے ارکان و فرائض اور واجبات و سنن و مستحبات غرض جملہ اُمور کو مطابق سنت نبوی کے درست طور پر ادا کرنا مراد ہے اور حفاظت سے نماز کا پابندیٔ اوقات سے بروقت ادا کرنا

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ

اور ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو اتارا گیا

ہمارے دیئے میں سے بموجب ہماری ہدایت کے ہماری رضاجوئی کے لئے خرچ کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ[۲۸] اور جو ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو اُتارا

اور مداومت سے پانچوں وقت کی نمازیں بغیر خلل اور ناغے کے ادا کرتے رہنا اور قنوت سے نماز کی حالت میں تمسکن و تواضع اور ادب و عجز کی ہیئات و صورت کا پیدا کرنا اور خشوع سے باطنی فروتنی اور حضورِ قلب مراد ہے۔ (خلاصہ کتب حدیث و تفسیر و تصوف) حکیم نورالدین صاحب قادیانی نے اس جگہ بھی ٹھوکر کھائی ہے کہ اسجگہ الصلوٰۃ سے عام دعا مراد لینا بھی جائز رکھا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃ سے سوائے نماز معہودہ کے اور کچھ نہیں ۱۲

۲۶ مِمَّا اسلئے کہا کہ انسان کو اپنی ذاتی اور اپنے کاروبار، اپنے متعلقین اور بیوی بال بچوں کی ضرورتیں بھی ہیں پس کچھ اُن میں خرچ کرے اور کچھ راہِ مولیٰ میں بموجب تعلیم قرآن و حدیث خرچ کرے ۱۲

۲۷ رَزَقْنٰا میں رزق کو اپنی طرف نسبت کرکے فرمایا "ہمنے دیا" ایسا اس لئے فرمایا کہ جب اس حقیقت پر نظر پڑے گی کہ یہ سب کچھ خدا کا دیا ہے تو مال کا کچھ حصہ راہِ خدا میں دے دینا بوجھ نہ سمجھا جائے گا۔ اسی معنی میں دوسری جگہ فرمایا وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ط (حدید پ ۲۷ ع) یعنی (خدا کی راہ میں) خرچ کرو اُس مال میں سے جس کا اُس نے تم کو مختار (و خلیفہ) بنایا اور رَزَقْنٰا میں ضمیر فاعلی کو اظہارِ عظمت کے لئے بصیغہ جمع ذکر کیا۔ اور یہ نکتہ قرآن شریف میں دیگر موقعوں پر بھی ملحوظ ہے چنانچہ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ الآیہ (پ ۳ ع) ۱۲ منہ

۲۸ یہ عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کہتا ہے کہ مورخہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۴۶ء کو بعد نماز ظہر بسبب ضعفِ طبع لیٹے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک اونگھ آگئی فَظَهَرَ لِيْ فِيْ عَالَمِ الْمِثَالِ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لِنَبِيِّهٖ فِيْ اَثْنَآءِ قِرَآءَتِيْ فِيْ ضِمْنِ خِطَابِهٖ لَهٗ صلعم وَاِضَافَتِهٖ اِلَيْهِ تَعَالٰى فِيْ مِثْلِ رَبُّكَ وَغَيْرِهٖ اے میرے پیارے نبی! اے میرے پیارے حبیب! پس اُس وقت سے میں نے درسِ قرآن اور ترجمہ تحریری میں ضمیر مخاطب جو آنحضرت صلعم کی طرف راجع ہو اُس کا ترجمہ

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

آپ پر (اے ہمارے نبی!) اور (اُس پر بھی) جو اُتارا گیا آپ سے پہلے

گیا آپ کی طرف اے ہمارے پیارے نبیؐ! یعنے کتاب و سنت[۲۹] و اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ جو اُتارا گیا آپ سے پہلے دیگر انبیاء علیہم السلام پر مثلاً توریت، زبور، انجیل اور صحفِ ابراہیم علیہ السلام وغیرہ وغیرہ اس لئے کہ قرآن شریف جملہ کتب سماویہ کی تصدیق کرتا ہے۔ پس قرآن شریف پر ایمان لانے سے سب کتابوں اور سب پیغمبروں کی تصدیق ہو جاتی ہے اور ایمان مکمل ہو جاتا ہے اور قرآن شریف پر ایمان لانے کے بغیر یا تو ہنود کی طرح سارے سلسلہ رسالت سے انکار کرنا پڑتا ہے یا یہود و نصاریٰ کی طرح بعض انبیاء اور بعض کتب الٰہیہ پر ایمان اور بعض سے انکار[۳۰]

انہی الفاظ میں شروع کر دیا ہے وَهٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ وَلَا فَخْر ۱۲ منہ

۲۹ قرآن شریف وحی جلی ہے اور حدیث شریف وحی خفی، کہ خدا تعالیٰ نے معانی حقہ آنحضرتؐ کے قلبِ پاک پر القا کئے، اور آنحضرت صلعم نے وہ معانی اپنے الفاظ میں جو روح القدس سے مؤید ہوتے تھے بیان فرمائے یا عمل کرکے دکھلائے، اور خدا تعالیٰ نے آپ کے اس بیان اور طریقِ عمل (سنت) کو برقرار رکھا۔ غرض قرآن شریف لفظاً و معناً بہردو طریق کلامِ خدا ہے اور حدیث شریف اور سنتِ نبوی معناً وحیِ الٰہی ہے، سنن دارمی میں حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلؑ آنحضرت صلعم پر سنت لے کر بھی نازل ہوتے تھے جس طرح قرآن لے کر نازل ہوتے تھے (صفحہ ۷۷)، یہ مشابہت طریقِ وحی میں نہیں بلکہ صرف وحی الٰہی ہونے میں ہے جیسا کہ خود آنحضرتؐ فرماتے ہیں اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ (نہایہ و مجمع البحار) یعنی جبریلؑ نے میرے دل میں وحی کی ہے۔ اسی طرح دوسری حدیث میں ہے اِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِيْ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اُعْلِنَ بِالتَّلْبِيَةِ رواہ احمد (کنوز الحقائق) یعنے جبریلؑ میرے پاس آئے اور مجھے امر کیا کہ میں اونچی آواز سے لبیک پکاروں" ۱۲ منہ

۳۰ جیسا کہ پارہ ششم کے رکوع اول میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ الآیہ یعنی بیشک وہ لوگ جو منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق رکھیں اللہ میں اور اُسکے رسولوں میں (یعنے اللہ کو مانیں اور اُسکے رسولوں کو نہ مانیں)

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۵

اور وہ (عالمِ) عاقبت پر بھی یقین رکھتے ہیں ۝

کرنا پڑتا ہے اور یہ دونوں صورتیں کفر ہیں وَ اور اس مکمل ایمان اور صالح اعمال اور شستہ اخلاق کے رکھنے اور مخالفتِ شرع سے بچنے پر اللہ تعالیٰ سے ثواب و اجر پانے کی اُمید رکھ کر بِالْاٰخِرَةِ عالمِ آخرت پر جو جزائے اعمال کے لئے ہے هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۵ وہ یقین

یا خدا کا حکم تو مانیں اور اُس کے پیغمبروں کا حکم نہ مانیں) اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعض پیغمبروں کو اور نہیں مانتے بعض کو اور چاہتے ہیں کہ اختیار کریں اسکے درمیان ایک (دیگر) رستہ، یہ سب لوگ بتحقیق کافر ہیں" تمام انبیاء علیہم السلام شروع سلسلۂ آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اسلام کی تعلیم کے لئے آئے اور یہی دین الٰہی ہے اس لئے مسلمانوں کو کسی نبی اور کسی کتاب آسمانی سے انکار نہیں یہ اسلام کی بے تعصبی اور حق پرستی ہے چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (پ ۱۴ - النحل) یعنے ہم نے ہر اُمت میں رسُول بھیجا کہ خدا کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچے رہو ۱۲ منہ

۳۱ بِالْاٰخِرَةِ قرآن شریف میں ایمانیات کے ذکر میں جہاں کہیں بھی الآخرة اور الیوم الآخر آیا ہے وہاں بلاشبہ روزِ قیامت یعنے دار الجزا مراد ہے اور یہ لفظ بمقابلہ دُنیا کے ہے دنیا اس موجود جہان کو کہتے ہیں اور آخرت وہ جہان ہے جو اسکے بعد ہے حکیم صاحب قادیانی نے یہاں بھی بڑا غضب کیا ہے کہ الآخرة سے نبوت مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لانا بھی مراد رکھا ہے حکیم صاحب کو یہ نہ سُوجھا کہ سورتِ بقرہ مدینہ شریف میں نازل ہوئی اور مدینہ شریف ہی میں سورتِ احزاب نازل ہوئی جس میں آیت خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہے ایک سورت کی آیت سے ایک امر بالکل مسدود ہوتا ہے اور دوسری سورت کی آیت سے وُہی امر جاری رہتا ہے۔ اسمیں صریحًا اختلاف ہے اور یہ قرآن شریف کی شان کے لائق نہیں ہے چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء پ ۵ - ع ۱۱) یعنی اگر قرآن شریف اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے ہوتا تو یہ لوگ اسمیں بہت اختلاف پاتے (لیکن قرآن میں بالکل اختلاف نہیں ہے) ۱۲ منہ

۳۲ جب کسی چیز کا علم پختہ دلائل سے ہو اور نفس اُس سے ایسا اطمینان پکڑے کہ کسی کے شک

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ

یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر (قائم) ہیں اور یہی لوگ

کامل رکھتے ہیں اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى ۳۳ یہی لوگ جو اِن صفات مذکورہ کے مالک ہیں، دُنیوی زندگی میں اُس ہدایت پر چل رہے ہیں جو مِّنْ رَّبِّهِمْ اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن کی اخلاقی اور رُوحانی تربیت کے لئے حسب وعدہ نازل شدہ ہے جس کا وعدہ آدم علیہ السلام کو جنت سے دُنیا میں بھیجنے کے وقت کیا گیا تھا یعنی فَاِمَّا

ڈالنے سے وہ اعتقاد زائل نہ ہو اور وہ اعتقاد واقع کے مطابق بھی ہو تو اُسے یقین کہتے ہیں (ملخص تفسیر کبیر و سلم العلوم) تتمۂ اِن دو آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے سارے دین اسلام کا خلاصہ بیان کر دیا ہے کیونکہ دین کے دو حصے ہیں اعتقاد صحیح اور عمل صالح۔ اعتقادات کے اصول تین امر ہیں، توحید ذاتِ الٰہی۔ نبوتِ انبیاء اور قیامت، یہ تینوں يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اور مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ اور بِالْاٰخِرَةِ میں ذکر کر دیئے، باقی رہا عمل کا حصہ سو وہ بھی دو طرح پر ہے اوّل عبادت و تعلیم الٰہی دوم خلق اللہ پر شفقت، یہ بھی یقیمون الصلوٰۃ اور ینفقون میں فرما دیئے۔ پھر یہ کہ عبادت یا زبانی و بدنی ہے یا مالی پس نماز زبانی و بدنی عبادت ہے اسکے ضمن میں بطریقِ دلالت دیگر زبانی اور بدنی عبادتیں بھی آگئیں اور صدقہ و خیرات مالی عبادت ہے اسکے ضمن میں ہر طرح کی مالی عبادتیں بھی آگئیں۔ سبحان اللہ نہایت مختصر الفاظ میں سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ ۱۲ منہ

۳۳ عَلٰى هُدًى میں دُنیا میں متقین کی عملی حالت اور هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ میں اُخری کامیابی اور نجات کی بشارت ہے فَلَاح کے معنے ہیں کامیاب ہونا اور مُراد کا پا لینا (راغب) ۱۲ منہ حکیم نور الدین صاحب قادیانی نے اسجگہ بھی خلافِ مرادِ الٰہی جدت طرازی کی ہے کہ اس فلاح سے صحابہ کی دنیوی فتحیابی مراد بتائی ہے چنانچہ وہ اس کا ترجمہ یُوں کرتے ہیں "اور یہی بڑے فتحمند ہوں گے" اور اسپر حاشیہ نمبرا میں فرماتے ہیں "یہ بشارت اور پیشگوئی ہے کہ نبی کریمؐ کے صحابہ کرامؓ اور اتباع مظفر و منصور ہوں گے"۔ اگرچہ صحابہ کرامؓ کا مظفر و منصور ہونا ایک واقعی اور حق بات ہے لیکن اس کی بشارت دیگر آیات میں ہے نہ کہ اِس آیت میں، ایمان اور اعمالِ صالحہ مثل نماز اور زکوٰۃ کے فلاح کا اصل وعدہ روزِ قیامت کی نجات کے متعلق ہے ہاں اگر اُنکی برکت سے خدا تعالےٰ دُنیوی امور میں بھی کامیابی بخشے تو یہ بالتبع ہے نہ کہ بالذات کیونکہ عبادات

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نجات پانے والے ہیں ۳۳ البتہ جن لوگوں نے انکار کیا

يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى (بقرہ پ ۱۔ ع ۴)، وَ اور عالم آخرت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤ یہی لوگ جنت کی کامیابی والے اور دوزخ سے نجات پانے والے ہیں! اے ہمارے پیارے نبی! مومنوں کے مقابلہ میں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بیشک جن لوگوں نے ہمارے اس مکمل پیغامِ ہدایت سے اور آپ کی رسالت سے چشم پوشی کرکے ضد و عناد کی وجہ سے انکا

واعمالِ صالحہ کے بجالانے اور برائیوں اور منہیات سے باز رہنے میں نیت خدا کی رضاجوئی اور ثوابِ عاقبت کی چاہیئے' نہ کہ دنیوی مطالب کی، چنانچہ بالکل انہی آیات کی مثل سورت مومنون پ۱۸ میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اس کے بعد مسلسل نماز اور زکوٰۃ کے ادا کرنے اور امانت و عہد کی رعایت اور بدکاری سے پرہیز کرنے کی جزا کے متعلق فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ ظاہر ہے کہ یہ کامیابی قیامت کے متعلق ہے۔ فافہم' ۱۲ منہ

۳۴ مومنوں کے ذکر کے بعد کافروں کا ذکر کیا۔ کیونکہ چیزوں کی شناخت اضداد سے اچھی طرح ہو جاتی ہے قرآن شریف کا یہ عام قاعدہ ہے' کہ ایمان و کفر، صلاحیت و فسق اطاعت و عصیان۔ جنت و دوزخ' نور و ظلمت' ثواب و عقاب کا اکٹھا ذکر کرتا ہے' لغت میں کفر کے معنے ہیں چھپانا اور انکار کرنا (معالم وغیرہ) اور عرفِ شرع میں ایمان کی ضد کا نام کفر ہے' شرعاً جن چیزوں کی تصدیق و اقرار واجب ہے' کافر تصدیق کے مقابلہ میں اُن کی تکذیب اور اقرار کی بجائے اُن سے انکار کرتا ہے' اور اُن کی حقانیت پر پردہ ڈالتا ہے۔ اس لئے اُسے کافر کہتے ہیں۔ (مستفاد از تفسیر رحمانی) ۱۲ منہ

۳۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ خبر ہے اِنَّ کی (کشاف و بیضاوی) پس مولٰنا ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری کا اس کو بدل لکھنا صحیح نہیں' ۱۲ منہ

۳۶ ءَاَنْذَرْتَهُمْ صورۃً استفہام ہے۔ لیکن اس میں استفہام کے معنے ملحوظ نہیں' عربوں میں یہ عام محاورہ ہے' (کشاف) لغت میں اِنْذَار کے معنے ہیں خطرناک امر سے آگاہ کرنا" (معالم و راغب)، نبی اللہ کو نذیر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ خدا کے

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ

اُن پر برابر ہے آپ اُن کو ڈرائیں یا نہ

تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑥ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى

ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے ۳۷ مُہر لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے

کر دیا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ۳۵ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ ۳۶ اُن پر برابر ہے آپ اُن کو کفر کے انجام بد کا ڈر سناویں یا نہ سناویں' خدا کے علمِ ازل میں مقرر ہے کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑥ وہ ایمان نہیں لائیں گے اور کفر پر ہی مر جائیں گے ۳۷ اُن کے کفر اور عناد کی وجہ سے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ۳۸ مہر لگا دی

جتانے سے لوگوں کو اُن امروں سے آگاہ کرتا ہے جن کا انجام ہلاکت و تباہی ہے جس طرح اُسے بشیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کے حکم سے نیکوکاروں کو خدا کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے ۱۲ منہ

۳۷ اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی سے ہر امر کے وقوع ولا وقوع کو جانتا ہے پس اُس نے اس علم ازلی سے خبر دی کہ ایسے لوگ ایمان نہیں لائیں گے' یہ جبر نہیں کیونکہ جبر تو تو ہو جب صیغہ امر کا ہو کہ "ایمان نہ لائیں"۔ فافہم ۱۲ منہ

۳۸ خَتَمَ اللّٰهُ خدا کے مہر لگا دینے پر جبر وغیرہ کا کوئی اعتراض نہیں آسکتا کیونکہ یہ مہر حجت پوری کرنے کے بعد بطورِ لعنت کے لگائی جاتی ہے نہ کہ ابتدا ہی میں' خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل بخشی اور عقل کے ماتحت دو بڑے کارندے بینائی اور شنوائی بھی دیئے اور عقل کی رہبری کے لئے پیغمبروں کی معرفت ہدایت بھی بھیجی پس جب لوگ نہ پیغمبروں کی سُنیں نہ چشم عبرت سے واقعات و نظامِ قدرت کو دیکھیں اور نہ عقل سے سمجھیں اور اُلٹے عناد و سرکشی میں بڑھتے جائیں تو اللہ تعالیٰ ایک مدت کے بعد جو اُس کے علم میں مقرر ہوتی ہے اِن علیات پر مہر یعنے لعنت کرکے ان کو اپنی رحمت و توفیق سے دُور کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ (محمد پ ۲۶۔ ع ۳) قرآن شریف میں جہاں کہیں اِس مُہر یا لعنت کا ذکر ہے وہاں اُسکے متصل ہی لوگوں کے کفر و فسق اور طغیان و عصیان کا ذکر ضرور ہوتا ہے' اور ختم۔ اِضلال۔ اِغوا۔ اور طبع کی نسبت جہاں کہیں ذاتِ حق کی طرف کی گئی ہے

قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ

اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اور اُن کی آنکھوں، پر

غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۸ ع وَمِنَ النَّاسِ

ایک پردہ (پڑا) ہے اور اُنکے لئے بہت بڑا عذاب (تیار) ہے ۸؎ اور بعض لوگ

مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ

ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر بھی حالانکہ وہ ہرگز

ہے خدا نے اُن کے دِلوں پر کہ وہ حق بات سمجھتے نہیں وَعَلٰى سَمْعِهِمْ اور اُنکے کانوں پر بھی کہ وہ حق کی آواز سُنتے نہیں وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ اور اُن کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ پڑا ہے ف۳۹ کہ وہ واقعات اور نظامِ کائنات چشمِ عبرت سے دیکھتے نہیں یہی تین عضو ہیں جن سے کوئی نصیحت حاصل کر سکتا ہے خود سمجھ کر یا کسی سے سُن کر یا آنکھ سے دیکھ کر جب کفر و عناد کی وجہ سے یہ تینوں معطل و بیکار ہو گئے تو اُن کو ہدایت کیسے ہو یہی خدا کی مُہر ہے۔ دُنیا میں اُن کی یہ حالت ہے وَ اور عاقبت میں لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۸ ع اُن کے لئے بہت بڑا عذاب تیار ہے مطابق اُن کے کفر و عناد کی بُرائی کے تاکہ قانون جَزَآءً وِّفَاقًا قائم رہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو درمیانی چال چلکر اور بظاہر ف۴۰ بعض امور کا اقرار ظاہر کر کے کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر کہ وہ خالقِ کل ہے وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور پچھلے دن پر بھی کہ اعمال جزا سزا

وہاں اِن سے مراد اِمہال و خذلان ہے چنانچہ سیدنا امام ابو حنیفہؒ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وَاِضْلَالُهٗ خِذْلَانُهٗ (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر) ۱۲ منہ

ف۳۹ غِشَاوَةٌ، یہ پردہ باطنی حجاب کا ہے جو ضدیوں کی چشم بصیرت کے سامنے آجاتا ہے جیسا کہ فرمایا وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل پ۱۵ ع۵) ۱۲ منہ

ف۴۰ مومنوں اور کافروں کے بعد منافقوں کا ذکر کیا کیونکہ یہ متوسط ہیں، زبان سے مومن اور

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۹ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ

مومن نہیں ہیں ۹؎ فریب کاری کرتے ہیں اللہ سے اور اُن لوگوں سے

ہو گی وَ حالانکہ خدا کے نزدیک مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ف۴۱ ۝۹ وہ ہرگز مومن نہیں ہیں ف۴۲ ایسے لوگ جو زبان سے تو اقرار کریں لیکن دل میں انکار چھپا رکھیں وہ اپنے خیال میں يُخٰدِعُوْنَ ف۴۳ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خدا تعالےٰ اور مومنوں سے فریب کاری کا معاملہ کرتے ہیں، کہ اِس زبانی جمع خرچ سے وہ قیامت کے دن مومنوں کے ساتھ شامل ہو کر نجات پا جائینگے

دل سے کافر ہیں، اور وسط تب ثابت ہوتا ہے جب طرفین ثابت ہو جائیں ۱۲ منہ

ف۴۱ وَمَا هُمْ بِ مَا اور لَيْسَ کلماتِ نفی کی خبر پر بِ زائدہ تاکیدِ نفی کے لئے لاتے ہیں اسے مؤکدہ بھی کہتے ہیں، امام ابن ہشام نحویؒ نے بِ جارہ کے چودہ معنے لکھے ہیں، چودھویں نمبر پر کہا ہے التوکید وھی الزائدۃ (مغنی ج ۱ صفحہ ۹۹) اور امام ابن اثیرؒ نے المثل السائر میں اس اصطلاح کے معنے میں لکھا ہے وقول النحاۃ انما زائدۃ فانما یعنون بہ انھا لم تمنع ما قبلھا عن العمل کما یسمونھا فی موضع آخر کافۃ ای انھا تکف الحرف العامل من عملہ فکذا ھٰھنا لم تمنع الباء عن عمل الخفض ۱۲ (تبیر البیان صفحہ ۷۹۰) منہ

ف۴۲ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ایسے لوگوں کو بے ایمان کہنے کی دو وجہیں ہیں، اوّل وہ جو بہت مشہور ہے کہ وہ صرف زبان سے بغیر تصدیق قلب کے کہتے تھے، اسلئے خدا تعالےٰ نے جو ظاہر و باطن ہر دو کا واقف ہے اُن کو مومن نہیں کہا، دوم یہ کہ خدا کے نزدیک اُس ایمان کا اعتبار ہے جو جمیع ایمانیات پر شامل ہو اگر بعض امور کو مانا اور بعض کو نہ مانا تو وہ ایمان شرع میں معتبر نہیں چنانچہ اسی سُورت کے رکوع ۱۰ میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ چونکہ لوگوں نے امُورِ ایمان میں سے صرف دو باتوں کا یعنی اللہ اور آخرت کا اقرار کیا ہے، اور خدا کے پیغمبروں اور اس کی کتابوں کا ذکر نہیں کیا۔ جو اس مقام پر بالخصوص ملحوظ ہے اسلئے اُن کو مومن نہیں کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی ذات اور توحید کے بعد اُس کی صفات پر صحیح ایمان اور اُسکی ہدایت کا علم اور عبادت کا صحیح طریق بغیر انبیاء علیہم السلام کی وساطت کے معلوم نہیں ہو سکتا اور نہ اعمال صالحہ جو بروزِ قیامت کام آنے والے ہیں، اور اُنکے مقابلہ میں بُرے اعمال جن پر قیامت کو عذاب ہوگا معلوم ہو سکتے ہیں، تنبیہ، فرشتوں پر ایمان لانا اور دیگر امورِ ایمان

اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا

جو ایمان لائے اور نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو اور نہیں

وَ اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ قیامت کے دن مومنوں کے آگے اور دائیں بائیں نور ہوگا۔ اور منافق اُس سے محروم کر کے پیچھے چھوڑے جائیں گے[۴۴] اور خدا تعالےٰ کی شان اس سے بلند ہے کہ کوئی شخص اُس کو دھوکہ دے سکے، وہ اپنے پیغمبر صلعم کو وحی کے ذریعے انکی بد باطنی پر مطلع کر کے مومنوں کو خبردار کر دیتا ہے[۴۵] پس اُن کی بد باطنی کا وبال صرف انہی پر پڑے گا۔ اِس لئے مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وہ فریب میں نہیں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو وَ اور چونکہ اُن کے وسائل شعور معطل و بیکار ہو چکے ہیں اس لئے مَا یَشْعُرُوْنَ (۱۰) وہ سمجھتے نہیں کہ اُن کے خِداع کا وبال خود انہی پر پڑے گا اور یہ کہ وہ ایسے ایمان کے

جو قرآن شریف کی دیگر آیات اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں، توحید الٰہی اور رسالت انبیاء اور ایمان بآخرۃ کی شاخیں ہیں اسلئے ان کو اس جگہ بنظر اختصار ذکر نہیں کیا ۱۲ منہ

[۴۳] یُخٰدِعُوْنَ باب مفاعلہ سے ہے اور اسکی بڑی اور عام خاصیت مشارکت ہے لیکن کبھی بمعنی مجرد بھی مستعمل ہوتا ہے (شافیہ و فصول اکبری) پس یہ اعتراض نہیں آ سکتا کہ اللہ تعالیٰ بھی اُنسے خِداع کرتا ہوگا جو اُس کی شان کے لائق نہیں اور آیت وَھُوَ خَادِعُھُمْ (نساء رپ۵) میں خِداع کی جزا مراد ہے جیسا کہ انشاء اللہ آیت اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ میں آئے گا۔ اور نہ یہ اعتراض آسکتا ہے کہ کوئی شخص خدا تعالےٰ کو کس طرح فریب دے سکتا ہے؟ کیونکہ اس سے فریب کا معاملہ کرنا مراد ہے نہ کہ فریب میں ڈالدینا۔ اسی لئے آگے وَمَا یَخْدَعُوْنَ میں باب مجرد ذکر کیا۔ کہ اس میں فریب کا وقوع مراد ہے اور یُخٰدِعُوْنَ کی دوسری قرأت باب مجرد سے یَخْدَعُوْنَ بھی ہے (جلالین وغیرہ) اِسی لئے رسم الخط عثمانی میں اسے یَخْدَعُوْنَ کی صورت میں لکھ کر خ کے اوپر کھڑی زبر لکھدی گئی ہے کہ یَخْدَعُوْنَ کی قرأت بھی پڑھی جا سکے، وَلِلّٰہِ دَرُّ الْخَلِیْفَۃِ عُثْمَانَ رضہ۔ حکیم نورالدین صاحب قادیانی نے اس مقام پر خَادَعَ کے معنے تَرَکَ لکھے ہیں جو یہاں مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جب یُخٰدِعُوْنَ میں اس "ترک" کا اثبات ہوگیا تو اَب مَا یَخْدَعُوْنَ کا مقابلہ جاتا رہا اور یہ اسلوب بلاغت کے خلاف ہے اور جیسا ہم نے لکھا ہے اُسپر اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا اور کلام اسلوب بلاغت سے باہر بھی نہیں جاتا ۱۲ منہ

یَشْعُرُوْنَ (۱۰) فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ

سمجھتے ۱۰ ان کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے سو خدا نے ان کو

اللّٰہُ مَرَضًا ج وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا

بیماری میں بڑھا دیا، اور ان کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے اس سبب سے

ساتھ نجات نہیں پا سکیں گے، اس لئے کہ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اُن کے دلوں میں، پہلے سے نفاق کی بیماری[۴۶] ہے فَ پس ایمان کا جھوٹا دعوےٰ کرنے سے زَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا خدا تعالےٰ نے انکو مرض نفاق میں اور بڑھا دیا[۴۷]۔ کیونکہ جو چیز بیماری کا سبب ہو اُس کے استعمال سے بیماری بڑھ جاتی ہے وَ اور جب بیماری بڑھ جاوے تو تکلیف بھی بڑھ جاتی ہے، اسلئے لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ (۱۱) اُن کے لئے عاقبت میں دردناک[۴۸] عذاب ہے، اس سبب سے کہ وہ اظہار ایمان میں جھوٹ

[۴۴] سورت حدید پ۲۷ - رع آیت یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ الآیہ ۱۲ منہ

[۴۵] جیسا کہ سورت محمد پارہ ۲۶ رع میں ہے۔ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَھُمْ فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ الآیہ

[۴۶] مَرَضٌ جب مزاج کی حالت نظام طبعی اور اعتدال پر نہ رہے۔ تو اُس حالت کو مرض کہتے ہیں (مستفاد از مفرح القلوب) اسی طرح دل کے متعلق بھی ہے لیکن اسجگہ دل سے مخروطی شکل کا عضلی لحمی عضو مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ لطیفۂ نورانی ہے جس کا تعلق خالق حکیم نے اِس عضو سے مقرر کر رکھا ہے، اُس کا فرض تصدیق و اعتراف حق ہے جب اُس کی حالت اپنے فریضہ سے گر جائے تو یہ اُس کی بیماری ہے ۱۲ منہ

[۴۷] اس بیماری کی زیادتی کو خدا تعالےٰ نے اپنی طرف اِس لئے منسوب کیا کہ یہ اُسکے حکم سے ہوتی ہے، اور اُس کا یہ حکم بطور سزا اور لعنت کے ہے جیسا کہ نوٹ ۳۸ میں آیت خَتَمَ اللّٰہُ میں مذکور ہو چکا ۱۲ منہ

[۴۸] اَلِیْمٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو بطور اسم فاعل بمعنے مُؤْلِمٌ مستعمل ہوتا ہے۔ کیونکہ عذاب کے دردناک ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اُس شخص کو دکھ پہنچے جس پر عذاب واقع ہوتا ہو ۱۲ منہ

يَكْذِبُونَ ⑩ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا

کہ وہ جھوٹ بولتے رہے ۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ

فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ⑪

پھیلاؤ (تو) کہتے ہیں ہم تو صلح کے روادار ہیں۔ اور بس! ۔

بولتے رہتے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری یہ روش دین میں بگاڑ پیدا کرتی ہے کیونکہ دین کا مدار خلوص اور یک رُخی پر ہے سو لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ تو وہ جواب میں قَالُوا کہتے ہیں إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ⑪ بات صرف یہ ہے کہ ہم تو (لوگوں میں) صُلح کے روادار ہیں،

یَکْذِبُوْنَ' یہ وہ جھوٹ ہے جو بغیر تصدیق قلبی کے اٰمَنَّا بِاللّٰہِ سے ظاہر کرتے رہے کیونکہ کذب خلافِ واقعہ اور خلافِ اعتقاد قول کو کہتے ہیں جیسا کہ سورتِ منافقون کی پہلی آیت سے ظاہر ہے کہ وہ خلافِ اعتقاد ایمان کی شہادت ظاہر کرتے تھے دوم یہ کہ اُن کا یہ قول کہ نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ اُن کے دل کی گواہی کے خلاف ہے پس خلافِ واقعہ بھی ہوا۔ (مختصر المعانی بحث الخبر صفحہ ۴۰) ۱۲ منہ

اسجگہ فساد سے مراد خلافِ شرع اور ممنوع امور کو رواج دینا ہے شریعتِ حقہ سے دین او دُنیا ہر دو کا نظام درست رہتا ہے پس جو شخص اس نظام میں خلل ڈالتا ہے وہ مفسد ہے ۱۲ منہ

منافق اپنی اس دو رنگی چال کا نام اصلاح رکھتے تھے کہ کسی سے بھی بگاڑ نہیں کرتے بلکہ:۔ "با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام" کے طور پر ہر ایک سے صلحکاری چاہتے ہیں خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ یہی فساد ہے کہ اس سے دین خدا کے نفاذ میں خلل پڑتا ہے خدا چاہتا ہے کہ دلوں میں خلوص و نیک نیتی اور سچائی اور یقین پیدا ہو یہ منافق اسکے خلاف بدباطنی اور فریب کاری اور دو دلی محض زبانی جمع خرچ سے ہر ایک سے مطلب برآری کر کے وقت گزارنا چاہتے ہیں اور یہ روش نظامِ شرع میں فساد ہے کیونکہ فساد یہ ہے کہ کسی چیز کی طبعی اور اعتدالی حالت قائم نہ رہے جیسے اگر کوئی امن عامہ میں خلل ڈالے تو اُسے مفسد کہتے ہیں، اور اگر خون اعتدال پر نہ رہے تو اُسے فسادِ خون کہتے ہیں، اسی طرح نظامِ شرع میں فساد یہ ہے کہ تقویٰ و طہارت اور خلوص و صداقت جس پر خدا تعالےٰ نے انسانیت کا نظام طبعی رکھا ہے اس میں خلل پڑ جائے، استاد کرم حضرت

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا

(مسلمانو!) خبردار رہو یہی لوگ فسادی ہیں لیکن ان کو

يَشْعُرُونَ ⑫ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا

شعور نہیں ۔ اور جب کہا جاتا ہے اُن سے کہ تم بھی ایمان لے آؤ جس طرح

آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ

ایمان لائے دیگر لوگ (تو) کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے نادان لوگ

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ⑬

(مسلمانو!) خبردار رہو یہی لوگ نادان ہیں لیکن وہ نہیں جانتے ۔

(مسلمانو!) أَلَا خبردار رہو کہ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وہی لوگ فسادی ہیں جو نظامِ شرع میں خلل ڈالتے ہیں جس پر دارین کی صلاح و بہبودی ہے وَلَٰكِن لیکن اس قلبی بیماری کی وجہ سے لَا يَشْعُرُونَ ⑫ وہ اس بات کو سمجھتے نہیں کہ ان کی یہ روش ہر دو جہان کے نظام میں خلل انداز ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس مفسدانہ روش کو چھوڑ کر خلوصِ دل اور صداقت سے آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ تم بھی ایمان لے آؤ جس طرح ایمان لائے ہیں دیگر باِخلاص لوگ تو اُسکے جواب میں قَالُوا کہتے ہیں أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ کیا ہم ایمان لے آئیں جس طرح ایمان لے آئے ہیں یہ نادان لوگ جنہوں نے اپنی کوتاہ عقلی کے سبب اپنے فوائد کو ملحوظ رکھا اور ہر طرح کی ملامت اور تکلیف و ایذا کا نشانہ بن گئے مسلمانو! أَلَا خبردار رہو ان کی باتوں میں نہ آنا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ بیشک وہی نادان ہیں جو نعمتِ ایمان کو چھوڑ کر فوائدِ فانیہ کے پیچھے پڑے ہیں وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ⑬ لیکن ترکِ تامل کے سبب اُن کی عقل ماری گئی ہے

مولانا عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اس آیت پر فرمایا کرتے تھے کہ متعصب لوگ متبعینِ سنت کو اتباعِ سنت پر ایذائیں پہنچاتے اور سنت پر عمل کرنے سے روکتے ہیں اور اُن پر الزام یہ رکھتے ہیں کہ سابقًا سب لوگ اِن رسوم مروجہ پر امن سے کام کرتے آئے ہیں، ان وہابیوں نے اس میں خلل

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا

اور جب یہ ایمان داروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی

اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

میں جاتے ہیں اپنے شیطانوں کی طرف تو کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں (مسلمانوں سے تو) ہم

اور وہ حقیقت امر سے واقف نہیں ہیں[۵۲] اور ان کی دورُخی اور ہر فریق سے مطلب برآری کی دلیل یہ ہے کہ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جب ملتے ہیں مومن لوگوں سے تو بغیر تاکیدی لفظ کے جملہ فعلیہ میں قَالُوْٓا کہتے ہیں اٰمَنَّا ہم ایمان لے آئے ہیں اور اسکے برخلاف اِذَا خَلَوْا[۵۳] جب تنہا ہوتے ہیں مومنوں سے اور جاتے ہیں اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اپنے سرداروں کی طرف جو ان کے گمراہ کرنے میں مثل شیاطین کی ہیں[۵۴] تو بلفظ تاکید جملہ اسمیہ میں جو استمرار پر دلالت کرتا ہے قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں اور اسی عقیدے پر قائم ہیں جس پر تم ہو۔ اور جب اس مجلس میں سوال ہو کہ پھر تم مسلمانوں کے سامنے اٰمَنَّا کیوں کہتے ہو تو جواب میں کہتے ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۵﴾ حقیقت سوائے اسکے کچھ

وفساد ڈال دیا ہے سوائے متعصب لوگ اس آیت میں سوچیں کہ خدا کے نزدیک فساد کس چیز کا نام ہے اور یہ کہ فساد خلافِ سنت امور کے رواج میں ہے یا طریقِ سنت کی پیروی میں؟ انبیاء اللہ اصلاح کے لیے آتے ہیں نہ کہ فساد کے لیے حضرت شعیبؑ اپنی قوم سے کہتے ہیں وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا الآیہ (پ۔ رکوع اخیر) ۱۲ منہ

[۵۲] پہلی آیت میں لَا یَشْعُرُوْنَ فرمایا کیونکہ اس میں فساد کا ذکر تھا اور فساد دقتِ نظر کا محتاج نہیں اور شعور بھی ادنیٰ درجے کے علم کو کہتے ہیں اور محسوسات کی نسبت بولتے ہیں اور دوسری آیت میں لَا یَعْلَمُوْنَ فرمایا کیونکہ اس جگہ ایمان کا ذکر ہے۔ اور ایمان و معرفتِ حق میں دقتِ نظر کی حاجت ہے اور علم حقیقتِ شے کے جاننے کو کہتے ہیں دیگر یہ کہ یہاں ان پر جہالت و سفاہت کا حکم لگایا گیا ہے اور جہالت کی ضد علم ہے اور لفظِ علم کا استعمال ایسے ہی موقعوں پر ہوتا ہے (مستفاد از تفسیر السراج المنیر) ۱۲ منہ

[۵۳] خَلَوْا الخ یعنے جب ایسی مجلس میں جاتے ہیں جو مخلص مومنوں سے خالی ہوتی ہے ۱۲ منہ

[۵۴] اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اسجگہ شیاطین سے ان دورُخ منافقوں کے سرگروہ مراد ہیں جو ان کے

مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ

صرف مسخری کرتے ہیں[۵۵] اللہ بدلہ دے گا ان کو ان کی اس مسخری کا[۵۶] اور بڑھائیگا

فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا

ان کو ان کی سرکشی میں کہ وہ حیران پھرتے رہیں گے[۵۷] یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لی

بھی نہیں کہ ہم تو ان سے محض ٹھٹھا کرنے والے ہیں[۵۵] ان کا یہ استہزا یونہی نہیں جائے گا بلکہ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اللہ تعالیٰ بدیر یا بزود) ان کو اس مسخری کا بدلہ دیگا[۵۶] اور ان پر ناراض ہونے کی وجہ سے ان کو توبہ کی توفیق نہیں دے گا۔ بلکہ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ ان کو سرکشی میں بڑھاتا رہے گا اور ان کی حالت یہ ہوگی کہ یَعْمَهُوْنَ[۵۷] ﴿۱۵﴾ حیران پھرتے رہیں گے اور اسی حالت پر مرجائیں گے نہ ادھر کے بنیں گے نہ ادھر کے مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (پ۵۔ نساء۔ ع۲۱) نیز وَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ (پ۱۰۔ توبہ۔ ع۷) ان کو استہزا کی سزا کیوں نہ ملے اور وہ سرکشی وحیرت میں کیوں نہ بڑھیں کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

گمراہ کرنے میں شیطانوں کا کام کرتے ہیں علمِ بیان میں اسے استعارہ تخییلیہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

[۵۵] مُسْتَهْزِءُوْنَ یہ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی عملی صورت ہے۔ اور ان کی اپنی زبان سے اقرار ہے کہ ہمارا آمنّا کہنا محض مسخری کے خیال سے ہے نہ کہ حقیقت کی رو سے جب حقیقت کی رو سے اٰمَنَّا نہیں کہا تو تصدیق قلبی کیسے ہوئی؟ پس خدا تعالیٰ کا ان کی نسبت مَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ فرمانا بالکل بجا اور درست ہوا۔ اور اس انکشاف سے مومنوں پر بھی حقیقت کھل گئی اور وہ ان کے فریب سے بچ گئے پس وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ کی حقیقت بھی ثابت ہوگئی هٰذَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُلْهِمِ لِلْحَقِّ وَالصَّوَابِ ۱۲ منہ

[۵۶] یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اللہ تعالیٰ مسخری کرنے سے پاک ہے اس موقع پر اس کے یہ معنے ہیں کہ جب دو لفظ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ذکر کئے جائیں تو دوسرا پہلے کی جزا میں واقع ہوتا ہے جیسے جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (شوریٰ۔ پ۲۵) میں سزا کو بھی سَیِّئَةٌ کہا ہے حالانکہ وہ پہلی سَیِّئَةٍ کی جزا ہے۔ پس چونکہ یہاں سے قبل منافقوں کے استہزار کا ذکر ہے اسلئے دوسری دفعہ جو خدا تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف منسوب کیا تو اس سے

الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا

گمراہی بدلے ہدایت کے پس نہ نفع مند ہوئی اُن کی (یہ) تجارت اور نہ

بِالْهُدٰى یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خریدلی گمراہی ۵۸ جو مضر ہے عوض ہدایت کے جو دُنیا میں بھی مفید اور آخرت میں موجب ہدایت ہے فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ پس اس صورت میں اُن کا یہ سودا نفع مند نہ ہوا ۵۹ کیونکہ اُنہوں نے سرمایہ عقل کو ضائع کر دیا وَمَا

مراد اُسکی جزا ہوگی نہ کچھ اَور اسی معنی میں شیخ سعدیؒ کے قول ع بدی را بدی سہل باشد جزا میں دوسری دفعہ کا لفظ بدی بطور جزا ہے اسی طرح شاعر حماسی کہتا ہے ؎

اَلَا لَا يَجْهَلَنْ اَحَدٌ عَلَيْنَا ۔ فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا

حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ منافق جب مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں اسکے بدلے میں اُن سے بھی قیامت کے دن یہ ہنسی کی جائے گی۔ کہ جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اُن کو اُس کی طرف روانہ کیا جائیگا۔ جب قریب پہنچیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور اُن کو دھکے دے کر دوزخ کی طرف ہانک دیا جائیگا کہ خوب حسرت و ذلت ہو (جامع البیان) یہ بھی اسی استہزا کی جزا ہوگی تا جزا غرو فاقار نبار۔ نپ موافق عمل ہو ۱۲ منہ

۵۷ يَعْمَهُوْنَ حال ہے ضمیر هُمْ سے اور عَمَه سرگشتگی اور تحیر اور دو دلہ ہونے کو کہتے ہیں (صراح) (کہ دل کسی طرف قرار نہ پکڑے) یہ منافقوں کو اُنکے استہزا کی سزا ہے دنیا میں جیساکہ فرمایا مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ اور عاقبت کا عذاب اسکے علاوہ ہوگا جیساکہ سورت حدید پ۲۷ ۔ ع۲ میں مفصل مذکور ہے۔ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الآیہ ۱۲ منہ

۵۸ اشْتَرَوُا خرید و فروخت کی حقیقت تبادلہ ہے کہ ایک چیز دی جاتی ہے اور دُوسری اُسکے عوض جو اپنے کار آمد ہو لی جاتی ہے جو شخص بہتر و مفید چیز دے کر اُس کے عوض بدتر اور غیر مفید بلکہ سراسر مضر چیز لے وہ عقلمند نہیں۔ اور وہ اس سودے میں نفع کی بجائے نقصان اُٹھاتا ہے۔ منافقوں کا یہی حال ہے کہ وہ خلوص و ہدایت ربانی کے بدلے جو بہر حال بہتر اور مفید ہے ضلالت یعنی گمراہی اور بد باطنی خریدتے ہیں۔ جو بدتر اور مضر ہے ۱۲ منہ

۵۹ رَبِحَتْ کی اسناد تجارت کی طرف مجازی ہے مختصر المعانی صفحہ ۱۱۶ مع حاشیہ مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم ۱۲ منہ

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى

ہوئے وُہ ہدایت پانے والے ۶۰ اِن کا حال اُس شخص کے حال کی مانند ہے جس نے

اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ

جلائی (کسی قدر) آگ۔ پس جب روشن کیا اُس (آگ) نے اس شے کو جو گرد اُس (شخص) کے تھی

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ اور نہ تو وہ راہ پانے والے ہُوئے اور نہ مراد کو پہنچنے والے ۶۰ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ اُن کا حال اُس شخص کے حال کی مانند ہے جس نے جلائی (کسی قدر) آگ فَلَمَّآ پس جب وقتی طور پر اَضَآءَتْ روشن کر دیا اُس (آگ) نے مَا حَوْلَهٗ ۶۱ اُس شی کو جو گرد اُس (آگ جلانے والے) شخص کے ہے تو وہ وقتی آگ بجھ گئی۔ تو

۶۰ مَثَلُهُمْ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں قرآن شریف میں سب کا لحاظ رکھ کر اکثر موقع پر ذہنی اور عقلی باریک باتوں کو مثالوں سے سمجھایا ہے یہ آتشی مثال اور اس کے بعد کی آبی مثال منافقوں کے مناسب حال ہے کہ وہ نفسانی ظلمتوں میں پڑے ہیں جب وعظ کلام سنتے ہیں۔ تو فی الجملہ اُن کو کچھ تنبہ ہو جاتا ہے لیکن بعد ازاں پھر اُنہی تاریکیوں میں پھنسے رہتے ہیں کیونکہ اُن کے دل میں ایمان نہیں جس سے پائدار نور حاصل ہو ۱۲ منہ

۶۱ منافق لوگ ایمان کے محض زبانی اقرار سے دُنیا میں ایسے فائدے اُٹھاتے رہتے ہیں جو مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ لیکن آخرت میں اُن کو ہر طرح کی محرومی ہوگی۔ اور وہ دیگر کفار کے ساتھ ہی جہنم میں جائیں گے (نساء۔ پ۵۔ ع۲) کیونکہ وہاں حقیقت پر فیصلہ ہوگا۔ ظاہر پر نہیں چنانچہ سورت حدید پارہ ۲۷ ع۱۶ میں منافقوں کی نسبت فرمایا۔ کہ

"وہ قیامت کے دن مومنوں کے ساتھ ساتھ نور میں چلنے کی درخواست کریں گے لیکن منظور نہیں ہوگی"

اس جگہ یہ آتشی مثال اُنہی کے حال کے مطابق ہے۔ کیونکہ آگ جلانے والا بھی اپنی وقتی ضرورت پُوری کر لیتا ہے۔ لیکن اس کی روشنی پائدار نہیں ہوتی ۱۲ منہ

۶۲ بِنُوْرِهِمْ کہا بِنَارِهِمْ نہیں کہا۔ اس میں مثال کو کھول کر منافقوں کے انجام کی تصریح کر دی۔ جن کی مثال بیان ہو رہی ہے۔ اور فن بلاغت کے رُو سے یہ بھی ایک خوبی ہے

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ

لے گیا اللہ اُن کی روشنی اور چھوڑ دیا اُن کو اندھیروں میں

لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۹﴾

کہ وہ نہیں دیکھتے ؎ وہ بہرے ہیں گونگے ہیں (اور) اندھے (بھی) ہیں پس وہ رجوع نہیں لائینگے

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ لے گیا اللہ یعنی باقی نہ رکھا اللہ تعالیٰ نے اُن کا نور وَتَرَكَهُمْ اور چھوڑ دیا اُن کو فِيْ ظُلُمٰتٍ کئی قسم کے اندھیروں میں یعنی نفسانی حجابات اور معرفتِ حق میں شکوک و شبہات اور کفر یعنی دل میں انکارِ حق اور نفاق یعنی بد باطنی اور خباثتِ نفس کے اندھیروں میں پس اتنے اندھیروں میں اُن کی حالت یہ ہے کہ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وہ بالکل نہیں دیکھ سکتے اسی طرح ان کی بصیرت ماری گئی ہے کہ ایمان کا حُسن اور کفر و نفاق کی قباحت کو سمجھ نہیں سکتے وہ حق کے سُننے سے صُمٌّ بہرے ہیں اور حق کی شہادت دینے اور اُس کا اقرار کرنے سے بُكْمٌ گونگے ہیں اور حُسنِ اسلام اور قباحتِ کفر و نفاق کے دیکھنے سے عُمْيٌ اندھے ہیں فَهُمْ پس وہ بوجہ وجوہ ناقابل ہونے کی وجہ سے اپنی ضلالت سے توبہ کرکے ہدایت ربانی

اِس لئے یہاں ضمیریں جمع ذکر کیں اور اس سے پہلے سب ضمیریں واحد کی ہیں بنا بر کلمہ اَلَّذِیْ کہ گو صورۃً واحد ہے لیکن معناً جمع ہے ۱۲ منہ

کلہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا حاصل اس مثل کا یہ ہے کہ منافقوں کے سب اعمال ضائع جاتے ہیں جس طرح کہ اس جماعت کی روشنی دُور ہو گئی ۱۲ مترجم منہ

سلہ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ اس کی نظیر سورۂ نور پارہ ۱۸ کی آیت ظُلُمٰتٌ بعضها فوق بعض اذا اخرج يده لم يكد يراها وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ہے ۱۲

سلہ ان تینوں سے باطنی بیماریاں مراد ہیں بدلیل آیت فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور (الحج پ۱۷ ع۱۲) یعنی حقیقت یہ ہے کہ ان کفار کی آنکھیں تو اندھی نہیں ہیں لیکن ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں ۱۲ منہ

ہ۶لہ یہ منافقوں کے حال کی دوسری مثال ہے پہلی آتشی تھی دوسری آبی ہے (سورتِ رعد پ۱۳ ع۱) میں بھی ہر دو مثالیں آبی اور آتشی اکٹھی ذکر کی ہیں لیکن وہ حق و باطل کے مقابلہ کے لئے ہیں اور یہ باطل

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ

یا (اُن کی مثال) بارش کی طرح ہے جو گرتی ہے آسمان (کی طرف) سے اُسمیں کئی اندھیرے ہوں اور گرج بھی

وَّبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ

اور چمک بھی ڈال لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں بیہوش کرنے والی بجلیوں کے سبب

کی طرف لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۹﴾ نہیں لوٹیں گے اَوْ كَصَيِّبٍ یا اُن کی مثال بارش کی سی ہے مِّنَ السَّمَآءِ جو بادلوں ۶۶ سے آسمان کی طرف سے برستی ہے فِيْهِ ظُلُمٰتٌ اُس میں کئی ایک اندھیرے ہوں بارش کے متواتر قطروں کا اندھیرا خصوصاً جب وہ بارش رات کے وقت ہو اس کا بھی اندھیرا وَّرَعْدٌ اور کڑک بھی ہو ۶۷ وَّبَرْقٌ اور بجلی کی چمک بھی ہو ۶۸ ان حالات میں گھرے ہوئے يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ ڈال لیتے ہیں اپنی انگلیاں یعنی انگلیوں کے پورے فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں کے سوراخوں میں مِّنَ الصَّوَاعِقِ ۶۹ کڑک کی پُرہول آوازوں سے حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے خوف سے وَ اور وہ اس ضعیف

پرست اور بد باطن منافقوں کے حسب حال ہیں ۱۲ منہ

۶۶لہ بارش کا پانی بادلوں کی آبی حالت میں منقلب ہو جانے سے برستا ہے جیسا کہ سورت نبأ پارہ ۳۰ ع۱ میں مِنَ الْمُعْصِرٰتِ اور سورت واقعہ پ۲۷ ع۱۵ میں مِنَ الْمُزْنِ کی تصریح موجود ہے اور پہاڑوں پر ہمیشہ مشاہدے میں آتا رہتا ہے اور چونکہ بادل آسمان کی طرف ہوتے ہیں اس لئے مِنَ السَّمَآءِ کے معنے من جهة السماء کئے گئے ہیں اور بموجب ایک قول کے خود سماء کے معنے بادل بھی ہیں (بیضاوی و لسان العرب) ۱۲ منہ

۶۷لہ رَعْدٌ وہ آواز ہے جو بادلوں کی رگڑ یا زور سے اُن کے پھٹنے سے پیدا ہوتی ہے (رحمانی وغیرہ)

۶۸لہ بَرْقٌ بجلی کی روشنی جو اُن دخانی اجزا کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جن میں دُہنیت ہوتی ہے اور وہ جل اُٹھتے ہیں (رحمانی وغیرہ) ۱۲ منہ

۶۹لہ صواعق جمع ہے صاعقہ کی آگ ہے جو بادلوں سے گرتی ہے جبکہ برقی اجزا زیادہ غلیظ ہوں (رحمانی وغیرہ) ۱۲ منہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا حاصل اس مثل کا یہ ہے کہ منافق نفسانی ظلمتوں میں

حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹ يَكَادُ الْبَرْقُ

موت کے ڈر سے اور اللہ تعالیٰ گھیرے ہوئے ہے تمام منکروں کو ؎ قریب ہے کہ بجلی

يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَ

اُچک لے جاوے اُن کی آنکھیں جب روشنی کرتی ہے اُن کے لئے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور

اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

جب اندھیرا کرتی ہے اُن پر تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ البتہ لے جاوے

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر

تدبیر سے خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ اللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۲۰ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی قسم کے سب منکرین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ کی پکڑ دور نہیں وہ بجلی کی رفتار کی طرح ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ چنانچہ يَكَادُ الْبَرْقُ قریب ہے کہ یہی بجلی جو روشنی کا سبب ہے بجائے روشنی دینے کے شدتِ چمک کے سبب يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ اُچک لے جاوے اُن کی آنکھیں جو نورِ معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ جب روشنی کرتی ہے اُن کے لئے مَّشَوْا فِيْهِ تو اُس کی روشنی میں چل پڑتے ہیں۔ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا اور جب اندھیرا کرتی ہے ان پر یعنے نہیں چمکتی تو کھڑے ہو جاتے ہیں وَ اور ان کے باطنی حواس کی طرح لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ البتہ لے جاوے یعنی صلب کر لیوے صاعقہ کی کڑک سے اُن کی ظاہری، شنوائی بھی وَ اور بجلی کی چمک سے اَبْصَارِهِمْ اُن کی آنکھیں بھی لیکن بتقاضائے حکمت وہ ایسا نہیں کرتا تاکہ اُن کو قرآنی مواعظ کے سننے اور واقعات و مناظرِ قدرت کو دیکھنے کا موقع ملے اور اُن پر خدا کی حجت پوری ہو اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي

رکے ہوئے ہیں جب (قرآن کے) بلیغ مواعظ سنتے ہیں تو فی الجملہ ان کو قدرے تنبہ ہو جاتا ہے لیکن وہ مفید نہیں، مانند اُن مسافروں کی جو اندھیری اور ابر والی رات میں حیران ہوں اور بجلی کی چمک

قَدِيْرٌ ۝۲۰ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ

قادر ہے ؎۲۱ اے تمام لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے

خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تم کو پیدا کیا اور اُن کو بھی جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شئے پر جسے وہ چاہے قادر ہے، نہ تو وہ کسی سبب کا محتاج ہے اور نہ اُس کے ارادے کو کوئی شے روک سکتی ہے، ان تفصیلات و تمثیلات کی روشنی میں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے غافل لوگو! متنبہ ہو کر اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ عبادت کرو اپنے پروردگار کی کیونکہ حقِ ربوبیت کا مقتضا یہ ہے کہ اُس کا شکر بجا لایا جائے اور نہایت تذلل و عاجزی سے اس کی عبادت کی جائے، وہ صرف تمہارا پروردگار ہی نہیں بلکہ وہ تو وہ ذات ہے الَّذِيْ خَلَقَكُمْ جس نے تم کو بھی پیدا کیا یعنی عدم سے موجود کیا وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اور اُن کو بھی جو تم سے پہلے تھے اور تم اُن کی جنس اور نسل سے ہو پس تم پر اس کے احسانات مسلسل اور قدیمی ہیں، اور تم اسکی

میں دو تین قدم چل پڑیں اور پھر کھڑے ہو جائیں، ۱۲ مترجم منہ

؎ شَيْءٍ مصدر ہے شَاۗءَ يَشَاۗءُ کا، اور اسم بھی ہے جس کی جمع اشیاء وغیرہ آتی ہے، اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو کائنات میں موجود ہے، یا آئندہ وجود میں آنے کے قابل ہے۔ پس وہ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے مفہوم میں داخل نہیں ہو سکتی، مثلاً شریک باریتعالےٰ اور اجتماعِ ضدین اور ارتفاعِ نقیضین کہ یہ سب ممتنع بالذات ہیں پس یہ اُسکے مفہوم میں داخل نہیں ہیں، حاصل کلام یہ کہ خدا تعالےٰ عالمِ تکوین میں جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے کوئی مانع اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ ۱۲ منہ

؎ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ منادےٰ معرف باللام پر سوائے اسم ذات کے یا کے ساتھ اَيُّهَا زیادہ کیا جاتا ہے اگر مخاطب کوئی معظم شخص ہو تو اس سے اسکا اعزاز مراد ہوتا ہے جیسے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، اور اگر غافل و حقیر ہو تو غافل کو متنبہ کرنے کے لئے اور حقیر کی تحقیر کے لئے ہوتا ہے جیسے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، (کبیر مع الزیادہ زیر ابتدائے سورتِ احزاب پ۲۱) ۱۲ منہ

تَتَّقُوْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا

بچ جاؤ ۲۲ جس نے بنایا زمین کو تمہارے لئے ایک بچھونا

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

اور آسمان کو (مثل قبہ کی) ایک چھت، اور اتارا آسمان کی طرف سے پانی پس نکالے ساتھ

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا

اس کے کئی (قسم کے) پھل تمہاری روزی کے لئے پس نہ مقرر کرو واسطے اللہ کے شریک

عبادت اس امید پر کرو لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۲﴾ تاکہ تم زمرۂ متقین میں ہو کر عذاب خدا سے بچ جاؤ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا جس نے زمین کو یعنے عالم زیریں کو تمہارے رہنے کے لئے ایک بچھونا بنایا۔ کہ تم اس پر سہولت سے کاشت اور تعمیر کرکے فرا ئض ادا کرتے ہو وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو یعنی عالم بالا کو تمہارے اوپر ایک چھت کی طرح تان دیا وَ اور عالم بالا اور عالم زیریں میں رابطۂ تاثیر و تاثر قائم کرکے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اتارا آسمان کی طرف سے یا بادل سے جو اوپر کو جاتا ہے بارش کا پانی نباتات کے اگانے

سٰکہ رَبَّكُمْ وجوب عبادت کے لئے ربوبیت و خالقیت کا ذکر بطور علت کے کیا، کہ خدا تعالیٰ مستحق عبادت اس لئے ہے کہ وہ خالق و پروردگار ہے اور یہ دونوں صفتیں کسی دیگر میں نہیں پس دیگر کسی کی عبادت بھی جائز نہیں اسی لئے اس سے آگے نظام ربوبیت کا ذکر کرکے فرمایا فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ۱۲ منہ

سٰکہ لَعَلَّ عام طور پر امید کے معنے میں آتا ہے اس کے متعلق ائمہ نحو و لغت کے تین قول ہیں، اوّل وہ جو ہم نے تفسیری نوٹ میں اختیار کیا ہے کہ رجا (امید) عمل کرنے والے کی جانب سے ہے کہ عبادت خدا کے عذاب سے بچنے کی امید پر کی جائے (کشاف) دوم یہ کہ خدا کے وعدے میں لَعَلَّ یقین کیلئے ہے اور یہ شاہانہ طرق وعدہ ہے سوم یہ کہ لَعَلَّ مرکب ہے لام تاکید اور عَلَّ سے، جیسے لَقَدْ میں لام تاکید ہے اور عَلَّ کے معنے تکرار فعل کے ہیں چنانچہ صراح میں ہے، عَلَل دوبارہ خوردن آب، اور تکرار میں تاکید ہوتی ہے پس کلام باری

وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ

اور تم (یہ باتیں) جانتے ہو ۲۳ اور اگر تم شک میں ہو

مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ

اس کلام سے جو ہم نے نازل کیا اپنے (محبوب) بندے (محمدؐ) پر تو لے آؤ کوئی سورت

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

مثل اس کی اور بلا لو اپنے حامیوں کو سوائے خدا کے اگر

کے لئے جو حامل ہیں، اناج اور میوہ جات کے مواد کی فَ پس پانی میں قوتِ فاعلہ اور زمین میں قوتِ قابلہ رکھی اور پانی سے کھیتوں اور باغات کو سیراب کرکے زمین کی گرمی اور پانی کی رطوبت کے اجتماع سے اَخْرَجَ نکالے بطن زمین سے بِهٖ ساتھ اس پانی کی رطوبت کے مِنَ الثَّمَرٰتِ کئی قسم کے پھل جو اس (زمین یا تخم نبات) میں اس نے مکنون رکھے ہیں رِزْقًا لَّكُمْ تمہاری روزی کے لئے جو دنیا میں تمہاری زندگی کا سہارا ہے کچھ ان میں سے تمہاری غذا کے کام آتے ہیں اور کچھ دوا کے، اور کچھ دوا اور غذا ہر دو ہیں اور کچھ بطور لذت و تفکہ طبع کے فَ پس ان حقائق کو نظر میں رکھتے ہوئے لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نہ مقرر کرو واسطے اللہ کے جس نے یہ سب کچھ تمہارے مختلف فوائد کے لئے پیدا کیا اَنْدَادًا شریک و ہمسر نہ اعتقاد میں نہ عمل میں ان کو جنہوں نے کچھ بھی نہیں بنایا اور ان کا تم پر کوئی بھی احسان نہیں سٰکہ وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳﴾ اور حال یہ ہے کہ تم یہ سب کچھ جانتے ہو کہ سب کچھ سوائے خدا کے کسی نے نہیں بنایا۔ نہ کسی اور نے تم کو پیدا کیا۔ نہ تمہارے باپ دادوں کو نہ تمہاری آسائش و رہائش کے لئے زمین پیدا کی نہ آسمان و فلکیات جن کی تاثیریں زمین پر پڑیں نہ بارش اتاری جس سے تمہاری روزی پیدا ہوا اور تمہاری زندگی قائم رہے پس عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو کیوں شریک کیا جائے وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ سٰکہ اور اگر تم (منکرین نبوتِ محمدیہ) کسی قسم کے شک میں پھنس گئے ہو حالانکہ شک کی کوئی وجہ نہیں مِّمَّا نَزَّلْنَا

میں اس کا استعمال اصل وضع پر بمعنے تاکید ہے، (کبیر مع الزیادہ) ۱۲ منہ

سٰکہ جیسا کہ فرمایا افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون (النحل پ ۱۴۔ ع ۲) ۱۲ منہ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ

تم سچے ہو ۔ پس اگر تم نے (ایسا) نہ اور ہرگز نہ

عَلٰى عَبْدِنَا اُس کلام سے جو ہم نے مقامِ عظمت سے اُتارا اپنے محبوب اور سراپا محمود بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پر جو ہماری عبودیت میں فردِ اکمل ہے ف تو تم وہ شک اس طرح دُور کر سکتے ہو کہ اَتُوْا بِسُوْرَةٍ لے آؤ انسانی قابلیت سے بنا کر کوئی ٹکڑہ کم از کم اس کی ایک سورت کے برابر مِّنْ مِّثْلِهٖ جو اعجازی کمالات میں اِس کی مثل ہو ف اور اگر تم اکیلے دُکیلے سے نہ بن سکے تو امداد کے لئے اُدْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ بلا لو اپنے حامیوں کو لیکن وہ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ خدا کے سوا ہوں کیونکہ تنازع اس امر میں ہے کہ یہ قرآن مجید کلامِ خدا ہے یا کلامِ غیر اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٣﴾ اگر تم اس زعم میں سچے ہو کہ ہمارے محبوب خاص محمد صلعم نے اسے خود یا اپنے بعض اصحاب کی مدد سے بنا کر غلط طور پر ہماری طرف منسوب کر دیا ہے ف ہر طرح کی سعی کے بعد اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا اگر تم نے ایسا نہ کیا یعنی اس کی مثل نہ لا سکے ف اور

۵۵ شروع سورت میں فرمایا تھا لَا رَيْبَ فِيْهِ اب بطریق تنزل فرمایا کہ اگر بالفرض تم کو اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے میں شک و تردد ہے تو تم ایسا کرو کہ سب جمع ہو کر اس کتاب کی مثل بنا لاؤ۔ پوری کی مثل نہیں تو اس کے کسی چھوٹے سے حصے کی مثل ہی سہی کیونکہ تمہارے خیال میں یہ کتاب انسانی صنعت سے ہے اور انسانی صنعت کا معارضہ ہو سکتا ہے لیکن خدائی کام کی مثل بنانا ناممکن ہے اور یہی معجزہ کی حقیقت ہے کہ انسانی طاقت اُس سے عاجز ہو، ۱۲ منہ

۵۶ مِثْلِهٖ میں یہ نہیں بتایا کہ کس امر میں مثل ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ علم معانی کی رُو سے کبھی متعلق فعل کو اس لئے حذف کیا جاتا ہے کہ سامع اپنے خیال کو جہاں تک چاہے وسیع کرے متکلم کا قول سب پر حاوی ہے (مختصر المعانی) پس سمجھنا چاہئے کہ قرآن کا دعویٰ بے نظیری ہر اُس امر میں ہے جس کا کلامِ خدا میں ہونا ضروری ہے، فصاحت و حسن بیان میں، ہدایت و حسن تعلیم میں، ایجاز و جامعیت میں، اخبار بالغیب اور صدق مقال میں، بعض افاضل زمانہ نے اِسے صرف ہدایت میں بے مثل ہونے پر مقصود رکھا ہے، بدلیل آیت فاتوا بكتٰب من عند الله هو اهدٰى منهما اتبعه الآیہ (قصص پ ۲۰ ع) لیکن یہ درست نہیں کیونکہ سورۂ بقرہ وغیرہ میں مطالبہ مثل کا ہے، اور سورت قصص والی آیت میں مطالبہ اَهْدٰى کا ہے۔ کیونکہ اَهْدٰى

تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ

سکو گے تو پھر (ایمان لا کر) بچو اس آگ سے کہ ایندھن اُس کا آدمی

وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَبَشِّرِ

اور پتھر ہیں وہ تیار کی گئی ہے منکروں کے لئے اور بشارت سنائیے

یہ اعجاز حاضر زمانہ تک ہی نہیں بلکہ آئندہ لامحدود زمانہ تک تم اور تمہارے ہم نوا منکرین لَنْ تَفْعَلُوْا ہرگز نہ لا سکو گے ف تو واجب ہے کہ تم اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی ہدایات پر عمل کر کے متقی بن جاؤ اور اتَّقُوا النَّارَ آتشِ دوزخ سے بچ جاؤ الَّتِيْ جس کی صفت یہ ہے کہ وَقُوْدُهَا النَّاسُ اُس کا ایندھن وہ آدمی ہیں جو اس کتاب کو سُن کر آگ بگولا ہو جاتے ہیں پس وہ بروزِ جزا حقیقی آگ میں ایندھن کی طرح جلیں گے ف اور آگ کو زیادہ تیز اور دیر پا کرنے کے لئے الْحِجَارَةُ پتھر گندھک وغیرہ کی جنس کا ایندھن بھی ڈالا جائے گا۔ جو نہ تو بجھے گی اور نہ خفیف ہو گی اور اُس کی بدبو اس پر مزید عذاب کا موجب ہو گی وہ آگ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ تیار رکھی گئی ہے اُن کے لئے جو حقائق پر پردہ ڈال کر صداقت سے انکار کرنے والے ہیں ف اور اے ہمارے حبیب پاک صلعم، ان منکروں کے مقابلہ میں بَشِّرِ

کے لئے اَهْدٰى ہونا ضروری ہے، اور مثل لے آنے کی صورت میں شک بے بنیاد نہیں ہو سکتا فَاْتِ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ ۱۲ منہ

۵۷ جیسا کہ سورتِ بنی اسرائیل پ ۱۵ میں فرمایا قل لئن اجتمعت الجن والانس على ان یأتوا بمثل هٰذا القراٰن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا۔ سورت بنی اسرائیل کی اس آیت میں بغیر تعیین تعداد سورتوں کے مثل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ لیکن سورتِ ہود پ ۱۲ میں دس سورتوں کی مثل لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اور سورتِ بقر کی آیت زیرِ تفسیر میں اور سورتِ یونس پ ۱۱ کی آیت میں کوئی سی ایک سورت کی مثل طلب کی گئی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ جُوں جُوں وہ عاجز ہوتے گئے مطالبہ میں بطور استرخائے عنان تخفیف برتی گئی: تا آنکہ ان کو ہر طرح سے عاجز کر کے اُن پر حجت پُوری کی گئی۔ یہ قرآن شریف کا عام دعوٰے ہے، جس کے مقابلہ کی جرأت کسی کو نہ اُس وقت ہوئی نہ آج تک ہو سکی اور نہ آگے کو ہو گی، اس میں دو اعجاز ہیں، ایک مثل لانے سے عاجزی دیگر اخبار بالغیب کہ آئندہ بھی کسی سے نہ ہو سکنے کا دعوٰے ۱۲ منہ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ

اُن کو جو ایمان لائے اور عمل کئے اُنھوں نے نیک کہ بیشک اُن کے لئے کئی

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ

بہشت ہیں چلتی ہیں اُن کے نیچے نہریں۔ جب جب کبھی دیئے جائیں گے اُن

ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ

باغوں سے کوئی بھی پھل روزی کے طور پر کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم کو دیا گیا تھا پہلے اس سے اور

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بشارت سنا دیجئے اُن لوگوں کو جو دل سے ایمان لے آئے آپ کی رسالت پر اور اس کتاب معجز کے منجانب اللہ ہونے پر وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اُنہوں نے نیک مطابق اس کتاب کی ہدایت کے بغیر ریا اور شرک کے اور مطابق آپ کی سُنّت کے اور طریق عمل کے اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ کہ بیشک اُن کے لئے تیار ہیں کئی ایک بہشت اُن کے خالص ایمان اور اعمالِ صالحہ کے موافق جنّت الفردوس اور جنّتِ عدن اور جنّت الماوٰی اور دارُ الخلد اور دار السلام اور جنّت المقامۃ اور علیّون تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ چلتی ہیں اُن باغوں کے درختوں کے نیچے نہریں اُن کو سدا سر سبز رکھنے کے لئے جس طرح ان مومنین صالحین کے قلوب سے معارف کی نہریں چلتی رہیں اور اُن کے انفاسِ طیبہ اور زبانِ فیض ترجمان اور تصانیفِ متبرکہ کی روشنائی کے ذریعے دُنیا جہان کے لوگوں کو فیض پہنچتا رہا اور ایمان و اعمالِ صالحہ کا سلسلہ قائم رہا۔ اور جس طرح معارف کی شکل متشابہ اور اذواق جُدا جُدا ہیں اسی طرح كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ جب جب کبھی اُن کو اُن باغوں کے پھلوں سے کوئی پھل دیا جائے گا۔ رِّزْقًا روزی کے طور پر تاکہ سرور و شادمانی اور عیش جاودانی کا سلسلہ قائم رہے حسّی بھی اور عقلی بھی اور خیالی بھی (روحانی) قَالُوْا وہ کہیں گے هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ یہ تو وہی ہے[۵۷] جو ہم کو مل چکا ہے اس سے پہلے وَ اور یہ بات وہ اس لئے

[۵۷] شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا یعنی ہر بار ہم شکل رزق ملے گا تاکہ اُن کو ان نعمتوں کے کم ہو جانیکا اندیشہ نہ ہو جن کا مزہ وہ پہلے چکھ چکے ہیں ۱۲ منہ

اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ

دیئے جائیں گے (شکل میں) ملتا جلتا۔ اور اُن کے لئے اُن باغوں میں بیویاں ہوں گی

مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنَّ اللّٰهَ

پاک اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ

کہیں گے کہ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وہ دیئے جائیں گے شکل و صورت میں ملتا جلتا پھل کیونکہ معارف اور فیوض کی صورت جنسی واحد ہے وَ اور مزید برآں لَهُمْ اُن کی مؤانست کے لئے فِیْهَا اُن باغوں میں اَزْوَاجٌ[۵۹] ان کی قسم کی صالح بیویاں ہوں گی مُّطَهَّرَةٌ جو اخلاق رذیلہ و احوالِ خبیثہ سے پاک صاف ہوں گی خاکی بھی اور نوری بھی وَّ اور وہاں اُنکو وہاں سے نکالے جانے یا مر جانے کا خوف بھی نہ ہوگا کیونکہ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ[۶۰] ﴿۲۶﴾ وہ اُن باغوں میں سدا در سدا رہیں گے منکروں نے آ جا کر صرف یہ بات نکالی کہ قرآن میں شرک کی تردید میں مکھی اور مکڑی کی مثال کا بیان خدا کی شان کے لائق نہیں[۸۱] سو یہ بات قابل

[۵۹] جَنّٰتٍ تا اَزْوَاجٌ جنت میں جسمانی نعمتیں ملنے کی بنا حشر جسمانی پر ہے جس بدن سے عیب ثواب کئے، جزا سزا کے وقت وہ رُوح کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ مجرد رُوح شرعی احکام کا مکلف نہیں ہوتا اور نہ مجرد جسم بغیر رُوح کے مکلف ہے۔ پس جب حشر جسمانی ہوگا تو جسمانی نعمتوں اور تکلیفوں پر اعتراض بیجا ہے۔ آریاؤں کے نزدیک دُنیا کی سب نعمتیں اور تکلیفیں اعمال کی جزا سزا ہیں حتٰے کہ خوبصورت بیویاں بھی، اور یہ سب جسمانی ہیں، ہم میں اور اُن میں فرق صرف یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں دائمی اور بے ضرر راحت کی ہیں اور دُنیا کی نعمتیں فانی اور بسا اوقات رنج و بلا کا موجب ہو جاتی ہیں، اور جنت کی بیویاں کہ بعض اُن میں سے دُنیوی صالح بیویاں ہوں گی اور بعض جنت کی نوری حوریں ہوں گی، اور ہر طرح کی اخلاقی برائی، اور ماہواری خباثت سے پاک صاف ہوں گی لیکن دُنیا کی کسی ایک خوبصورت عورتیں اخلاقی بُرائیوں سے پاک نہیں ہوتیں اور ماہواری خباثت سے تو سب کی سب متسلطخ ہوتی ہیں، اس مسئلہ کو ہم نے تفسیر واضح البیان میں آیت مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی تفسیر میں بہ بسط تمام بیان کر دیا ہے ۱۲ منہ

[۶۰] خٰلِدُوْنَ خلود کی یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ مرتے دم تک صحیح ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہے اور یہ ہیأت خلطِ رابطی کے طور پر اُن کے قلوب و ارواح میں باقی رہی پس جنت میں دار الخلود

لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا

نہیں رُکتا اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثل مچھر کی ۔ پھر جو اس سے

فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ

اوپر ہے ۔ لیکن جو ایمان لے آئے ہیں وہ تو ضرور یقین کرتے ہیں کہ وہ مثال حق ہے

اعتراض نہیں کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ[۵۲] اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا[۵۳] بیشک اللہ تعالیٰ عار نہیں کرتا اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال بَعُوْضَةً[۵۴] چاہے مچھر کی ہو فَمَا فَوْقَهَا[۵۵] پس مکھی اور مکڑی جو اُس سے اوپر ہے اُس میں کیا حرج ہے[۱] کیونکہ مثال سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ قاصر لوگوں کی تفہیم کے لئے معقولی اور دقیق بات کو محسوسات کی مثال میں بیان کیا جائے۔ تاکہ اُن کا وہم عقل کی منازعت نہ کرے لیکن اس کے لئے بھی دل کی سلامتی کی ضرورت ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سو وہ لوگ جو ایمان لے آئے فَيَعْلَمُوْنَ وہ تو نُورِ ایمان سے ضرور جان لیتے ہیں اَنَّهُ الْحَقُّ کہ وہ مثال ضرور بالضرور درست اور حسب

اور دار السلام ہے اُن کے نئے اجسام پر رُوحانیت کے غلبہ کے سبب ان کو دوام و بقا حاصل ہو جائے گا۔ اور اُن کو فنا اور زوالِ نعمت کا غم نہ ہوگا اور نہ وہ اُکتا کر جنت سے نکلنا چاہیں گے لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (الکہف رکوع اخیر) اسی طرح کفر و ضلالت اور معاصی کی ہیأت ظلماتی جو مرتے دم تک ساتھ رہے ارواح و قلوب میں رچی رہتی ہیں اور وہ لوگ سدا جہنم میں رہیں گے ۱۲ منہ

۵۱ قرآن میں شرک کی تردید اور مشرکوں کی کم عقلی جتانے کے لئے مکھی اور مکڑی کی مثال بیان کی گئی (سورت حج پ ۱۷ اور سورتِ عنکبوت پ ۲۰) اس پر منکروں نے حجت بازی کی کہ خدا تعالیٰ کی شان بہت بلند ہے۔ اور یہ چیزیں نہایت حقیر ہیں پس (معاذ اللہ) قرآن خدا کا کلام نہیں ہے یہ آیت اُن کے جواب میں اُتری ۱۲ منہ

۵۲ لغت میں لفظ حیا کے معنی ہیں روکنا اور انسانی شرم کو حیا اسلئے کہتے ہیں کہ وہ قبیح امر کے کرنے اور کہنے سے روکتی ہے لیکن ذاتِ باری تعالیٰ انفعالی کوائف سے منزہ ہے اس لئے ایسے امور اسکی طرف نسبت کئے جائیں تو اُن سے حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ صرف غایت مراد ہوتی ہے (حجۃ اللہ، مفرداتِ راغب) اسی لئے تفسیر رحمانی اور بیضاوی اور سراج منیر میں اس آیت میں اسکے معنے ترک کے کئے گئے ہیں ۱۲ منہ

۵۳ مَثَلًا مَّا میں کلمہ ما مثلاً کی تنکیر کی تاکید کے لئے ہے (بیضاوی وغیرہ) یعنی کوئی بھی مثال ۱۲ منہ

۵۴ بَعُوْضَةً، ترکیب میں بعوضۃ کا عطف بیان ہے ۱۲ منہ

[۱] السراج المنیر ۱۲ منہ

مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ

اُن کے رب کی طرف سے اور جن لوگوں نے انکار کر دیا وہ کہتے ہیں کیا چاہا

اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ

خدا نے اس سے مثال دے کر (جواب دیجئے) گمراہی میں رکھتا ہے ساتھ اسکے بہتوں کو اور ہدایت پر

حال ہے مِنْ رَّبِّهِمْ جو اُن کے پروردگار کی طرف سے نازل شدہ ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور لیکن جو لوگ حقیقت پر پردہ ڈال کر قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور پیغمبر برحق کی رسالت سے انکار کر چکے ہیں فَيَقُوْلُوْنَ پس وہ کہہ اُٹھتے ہیں[۵۶] مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا[۵۷] کیا چاہا ہے خدا تعالیٰ نے اس مثال کے بیان کرنے سے اس کا جواب تو بیچا یہ ہے کہ يُضِلُّ بِهٖ[۵۸] كَثِيْرًا گمراہی پر رکھتا ہے اس سے بہتوں کو جو[۵۹] سابقہ مرضِ شک کے سبب ممثل بہ کی حقارت کو دیکھتے ہیں اور مثال کی واقعیت اور اُس کے چسپاں حال ہونے کو نہیں دیکھتے وَيَهْدِيْ بِهٖ[۶۰] كَثِيْرًا

۵۵ فَمَا فَوْقَهَا، فوقیت دو طرح پر ہے جسم کی بڑائی میں جیسے مکھی اور مکڑی اور حقارت و دناءت میں فوقیت جیسے حدیث میں ہے جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ یعنے مچھر کے پر کے برابر (سراج منیر وغیرہ) ۱۲ منہ

۵۶ فَيَعْلَمُوْنَ اور فَيَقُوْلُوْنَ، حقیقتِ شے سمجھ لینے کو علم کہتے ہیں پس مومنوں کی شان میں اس وصف کو ثابت کیا کہ وہ مثال کی حقیقت کو سمجھ کر اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور منکروں کی نسبت يَقُوْلُوْنَ فرمایا، کہ اُن کا محض قول ہی قول ہے جس کی حقیقت نہیں ہے ۱۲ منہ

۵۷ مَثَلًا تمیز ہے یا حال ہے (بیضاوی وغیرہ) ۱۲ منہ

۵۸ يُضِلُّ میں اضلال کی نسبت جو خدا کی طرف کی گئی ہے اس کے لئے دیکھو نوٹ نمبر ۳۲

۵۹ دونوں جگہ كَثِيْرًا فرمایا حالانکہ اگر ایک کثیر ہو تو اُس کے مقابلہ میں دوسرا گروہ قلیل ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ مقابلہ مراد نہیں. بلکہ مُراد یہ ہے کہ ہر گروہ اپنی اپنی جگہ پر کثیر ہے ۱۲ منہ

۶۰ بِهٖ کی ضمیر تینوں جگہ مَثَل کے لئے ہے جو منکروں کے لئے مزید گمراہی کا باعث ہوئی (جامع) قرآن شریف کے لئے نہیں ہے جیسا کہ بعض عامی واعظ جو ضمیر اور اُس کے مرجع کو نہیں پہچانتے۔ کہہ دیتے ہیں ۱۲ منہ

۶۱ الْفٰسِقِيْنَ لغت میں فسق کے معنے ہیں خروج (صراح اور مفردات) اور بدکردار آدمی کو اس لئے فاسق کہتے ہیں کہ وہ حدِّ شرع سے باہر نکل جاتا ہے، قرآن شریف میں اس کا اطلاق حسب موقع

بِهٖ كَثِيْرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ

لے آتا ہے ساتھ اسکے بہتوں کو اور نہیں گمراہی پر رکھتا ساتھ اسکے مگر بے حکموں کو ۲۷ جو

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ

توڑ ڈالتے ہیں عہد خدا تعالیٰ کا بعد اسکی پختگی کے اور قطع کرتے ہیں

اور بہتوں کو اس سے ہدایت پر لے آتا ہے جن کے دل شک اور عناد سے سلامت ہیں و اور خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ ہے کہ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾[۹۱] نہیں گمراہی میں رکھتا ساتھ اس موزون حال مثال کے مگر بے علم لوگوں کو۔ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ[۹۲] عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ جو توڑ ڈالتے ہیں عہد خدا تعالیٰ کا بعد اس کے پختہ کرنے کے جو عہد الست[۹۳] ہے یا عہد فطرت جو ہر ایک کی فطرت میں بغیر خارجی تعلیم اقرار توحید ودیعت کیا گیا ہے[۹۴] اور وہ اثر ہے اسی عہد الست[۹۵] کا۔ یا جو خدا کا نام لے کر کسی سے عہد کیا اور پورا نہ کیا[۹۶]۔ یا خدا کے نام کی کوئی نذر مانی اور حاجت پوری ہو جانے پر وہ نذر پوری نہ کی، یا وہ عہد جو انبیائے سابقین کی معرفت ان کی امتوں سے نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کے متعلق لیا گیا

بدعہدی، بدکرداری، بداعتقادی، خیانت، کذب بیانی، خدا اور رسول خدا کی نافرمانی اور دنیوی رشتوں کی رعایت اور مال ومتاع کی محبت کی وجہ سے راہ خدا میں جہاد سے دل چرانے پر بھی آیا ہے چنانچہ اس جگہ بھی آگے فاسقین کی صفت میں الذين ينقضون عهد الله الآیہ فرمایا۔

۹۲ ارتباط، اس آیت میں فاسقین کی علامات بتائی ہیں جیسے کہ شروع سورت میں متقین کے اوصاف بیان کئے تھے ۱۲ منہ

۹۳ ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں مرفوعًا وموقوفًا مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے عالم ارواح میں سب سے توحید ربوبیت کا اقرار لیا، جیسا کہ سورت اعراف پ۹ میں بھی مذکور ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى، ۱۲ منہ

۹۴ امام رازیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں اپنی توحید ربوبیت کا اقرار ودیعت کیا ہے

۹۵ حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ نے دونوں اقراروں (عہد الست اور اقرار فطرت) کو یوں جمع کیا ہے کہ عالم ارواح میں اقرار لیا اور فطرت میں اس کا اثر قائم رکھا، ۱۲ منہ

۹۶ جیسا کہ فرمایا واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ

اس کو جس کی بابت حکم کیا خدا نے کہ جوڑا جائے اور فساد مچاتے ہیں

فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۸﴾

زمین میں یہی لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں ۲۸

تھا۔ ان[۹۷] سب عہدوں کا توڑنا قبیح اور ناروا ہے[۹۸] و اور اس کے علاوہ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ قطع کرتے ہیں صلہ رحمی کو بھی جس کی بابت خدا تعالیٰ نے وجوبی حکم دیا کہ جوڑا جائے[۹۹] و اور عام طور پر مذہبًا واخلاقًا ومعاشرۃً يُفْسِدُوْنَ[۱۰۰] فِي الْاَرْضِ زمین میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں یعنی لوگوں کو دین خدا سے روکنے اور خلاف شریعت امروں کے رواج دینے سے نظام شرع میں اور معاشرتی تعلقات میں ناجائز طریقے اختیار کرنے سے نظام تمدن ومعاشرت میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ دین ودنیا میں مفسد ہونے کی وجہ سے ہر دو جہان میں ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۸﴾ خسارہ پانے والے ہوں گے ۔ كَيْفَ

وقد جعلتم الله عليكم كفيلا (النحل پ۱۴) یعنے " اور پورا کرو عہد خدا کا جب تم عہد کرو اور نہ توڑو اپنی قسموں کو بعد ان کی پختگی کے جبکہ تم اپنے اوپر خدا تعالیٰ کو ضامن ٹھہرا چکے ہو" صحیح مسلم میں حدیث مرفوع میں ہے کہ جس کسی نے کسی کا مال جھوٹی قسم سے لیا، خدا نے اس کے لئے دوزخ واجب کر دی اور جنت حرام کر دی، ۱۲ منہ

۹۷ تفسیر رحمانی میں سورت نحل کی آیت محولا بالا میں بعهد الله کی تفسیر میں کہا ہے أي بنذر ۱۲ منہ

۹۸ تیسرے پارہ کے آخری رکوع کی آیت واذ اخذ الله ميثاق النبيين الآیہ کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر میں حضرت علی مرتضیٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے اور اپنی امتوں میں اس عہد کی تبلیغ کرنے کا اقرار لیا تھا۔ تفسیر معالم میں بھی حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے اور تفسیر رحمانی میں سورت البقر کی آیت زیر تفسیر میں عہد اللہ سے یہی عہد ایمان برسالت محمدی (صلعم) لکھا ہے ہم نے اپنی متعدد تصانیف میں بائبل کی بشارات کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے بلکہ خاص سام وید میں سے بھی ایک بشارت کا مفصل بیان کیا ہے

۹۹ قرآن مجید اور حدیث شریف میں صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی تاکید وترغیب بہت آئی ہے کیونکہ اس سے نظام معاشرت قائم رہتا ہے اور قطع رحمی اور رشتہ داروں سے بدسلوکی کی مذمت

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ

تم کس طرح کفر کرتے ہو خدا تعالیٰ کا حالانکہ تم بے جان (محض) تھے پس اس نے تم کو زندگی بخشی

تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ[۱۰۱] تم کس طرح کفر کر سکتے ہو خدا تعالیٰ کی خدائی کا اور حال یہ ہے کہ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا[۱۰۲] تم رحمِ مادر میں بے جان تھے فَاَحْيَاكُمْ پس اس نے اپنی عنایت سے تم پر روح کا افاضہ کر کے تم کو زندہ کیا پس اب تم چلتے پھرتے انسان ہو ثُمَّ اس کے بعد تم صاحب

بھی بکثرت ہے جو شخص اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک نہیں کرتا وہ غیروں سے کب کرے گا، خاص کر جب وہ مفسد و شریر بھی ہو تو اُس کا وجود نظامِ دنیا اور دین کے لئے سخت خطرناک ہے اسی لئے اس کے بعد يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فرمایا، ایسے لوگ دنیا سے رخصت کے وقت خیر و برکت سے خالی جاتے ہیں ۱۲ منہ

[۱۰۰] اسجگہ فاسقین کی تین بُری صفتیں بیان کی ہیں، اوّل یہ کہ اُنہوں نے خدا کا عہد توڑا عام اس سے کہ وہ کونسا عہد ہے دوم یہ کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے بھی نیک سلوک نہیں کرتے، سوم یہ کہ وہ مفسد اور شرارت پسند ہیں، حاصل یہ کہ نہ تو اُن کا تعلق خدا تعالےٰ سے درست ہے، اور نہ مخلوق سے پس اُن کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ کفارِ قریش ہیں اور اُن کے خلفاء یہود میں یہ سب باتیں موجود تھیں وہ خدا کے عہود کو بھی فراموش کئے ہوئے تھے اور آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ سے قربِ رشتہ کا بھی لحاظ نہ رکھتے تھے، اور فساد و بے امنی برپا رکھتے تھے، آخر ان سب کا انجام ایسا ہی ہوا ۱۲ منہ

[۱۰۱] ارتباط، اس سے پیشتر کفار کے کفر کا ذکر تھا اب اُن کو الزامِ حجت کے لئے خطاب کر کے فرمایا، کہ تمہارا کفر کرنا بالکل نازیبا ہے کیونکہ خدا نے تم کو زندگی بخشی ہے اس نعمت کے سامنے کفر بالکل نا روا ہے ۱۲

[۱۰۲] كَيْفَ یہاں اظہارِ تعجب کے لئے ہے، نہ کہ استفہامِ خبر کے لئے چنانچہ امام ابن ہشامؒ مغنی میں كَيْفَ میں اس آیت کا ذکر کر کے فرماتے ہیں كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ الآیۃ فانہ اخرج مخرج التعجب (جلد اوّل صفحہ ۱۷۳) خلاصہ مطلب یہ کہ انکار کی تو گنجائش ہرگز نہیں اور اگر بالفرض کرو تو تعجب کی بات ہے ۱۲

[۱۰۳] كُنْتُمْ اَمْوَاتًا میں جس موت کا ذکر ہے وہ پیدائش سے پہلے کی مُردہ حالت کا ہے، اس کی تفصیل یوں ہے کہ پہلے انسانِ اوّل یا وا آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا، اور اُسمیں اپنے حکم سے جان ڈالی پھر اُن سے حضرت حوّاؑ کو پیدا کیا۔ پھر اُن دونوں سے اُن کی نسل کو بڑھایا، وہ اس طرح کہ زمینی خوراک سے نطفہ بنا اور وہ رحمِ مادر میں پڑا رہا، پھر وہ خون کی صورت میں ہوا۔ پھر بے حس گوشت کا لوتھڑا بنا۔ پھر خدا تعالےٰ نے اپنے دستِ قدرت سے اُس لوتھڑے کے اعضاء درست کئے، اور اس کی صورت شکل اور

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۹﴾

پھر تم کو مارے گا پھر تم کو زندہ کرے گا پھر تم اس کی طرف (چار و ناچار) لوٹائے جاؤ گے

ادراک و شعور ہو کر خدا کے قبضے سے باہر نہیں ہو گئے، بلکہ يُمِيْتُكُمْ تم پر موت وارد کریگا جس کے معنے یہ ہیں کہ تمہاری زندگی اور موت اُسی کے قبضے میں ہے[۱۰۴] ثُمَّ پھر جب چاہے گا قیامت قائم کر کے يُحْيِيْكُمْ تم کو زندہ کرے گا۔ اور وہ زندگی عمل کے لئے نہیں بلکہ اعمال کی باز پرس اور جزا سزا کے لئے ہوگی اس میں تمہارے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۹﴾ پھر تم چار و ناچار اُس کی طرف لوٹائے جاؤ گے[۱۰۵]

وضع قطع بنائی، زمینی خوراک سے لیکر اعضا کے بننے تک سب انقلابات مُردگی حالت میں ہوتے رہتے ہیں پھر چار ماہ کے بعد خدا تعالےٰ فرشتہ کی معرفت اس میں رُوح پھونکتا ہے اور اُس کے حکم سے اس میں جان پڑتی ہے اتنی بخششوں کے بعد کفر کرنا نہایت درجہ کی ناشکری ہے، اِسی معنے میں سورت کہف میں دو شخصوں کے قصے میں فرمایا کہ ایک نادار لیکن صالح الاعمال ایماندار نے دُوسرے شخص سے جو صاحب نعمت و مال تھا لیکن کافر و ناشکر گزار تھا۔ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ الآیہ یعنی کیا تو نے کفر کیا ایسی ذات کا جس نے تجھے اوّل پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تجھے (متناسب اعضا سے) درست کر کے مردانہ صورت میں بنایا، ۱۲ منہ

[۱۰۴] چنانچہ سورتِ واقعہ پ۲۷ ع۳ میں فرمایا فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنے اگر تم اُس گمان میں سچے ہو کہ تم کسی کے زیرِ فرمان نہیں اور اعمال کی باز پرس اور جزا سزا درست نہیں تو جس وقت تمہارے سامنے تمہارے کسی عزیز کی جان نکل رہی ہوتی ہے تم اُسے لوٹا نہیں لیتے، اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ زندگی اور موت خدا کے اختیار میں ہے اور جس طرح اُس نے زندگی بیکار نہیں بنائی۔ اسی طرح عالمِ عقبیٰ بھی لاحاصل نہیں بنایا بلکہ وہ تمہاری موت کے بعد اس موجودہ زندگی کی نعمتوں اور اپنے احکام کے متعلق باز پرس کرے گا، اور ضرور کریگا نیکوں کو نیک جزا اور بُروں کو بُری سزا دیگا

[۱۰۵] ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ میں قیامت کی زندگی کا ذکر ہے اس کے بعد ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اس لئے فرمایا کہ کوئی حجت باز منکر یہ نہ کہہ سکے کہ اگر بالفرض ہم قیامت کو زندہ ہوئے بھی تو ہم دنیا کی طرح اچھی حالت میں ہونگے اور باقی رہا حساب کتاب تو ہم اُس کے لئے پیش ہی نہ ہوں گے پس ایسے حجت بازوں کے لئے فرمایا کہ وہ زندگی اس دارِ دنیا سے اُس عالمِ عقبیٰ میں منتقل کر کے اعمال کی جزا سزا کے لئے ہوگی اور وہ حاضری اور پیشی جبری

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ

وہ (خدا) وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سارا۔ پھر (یہ کر)

اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ

اُس نے توجہ کی طرف آسمان کی۔ پس درست کرکے بنایا اُن کو سات آسمان (تہ بہ تہ) اور

هُوَ وہ خدا جس نے تم کو زندگی بخشی وہی ہے الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ عالمِ سفلی یعنی زمین میں ہے سب کچھ، تاکہ تم مختلف اشیاء سے مختلف اوقات میں کئی طرح کے منافع حاصل کرسکو اور زندگی کے دن آسائش و آرام سے گذار سکو۔ یہ پیدا کرنے کے بعد مستقل احسان ہے ثُمَّ پھر یہ کیا اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ اُس نے توجہ کی عالمِ علوی یعنی آسمان کی طرف اور اُس میں مؤثر قوتیں پیدا کئے اور عالمِ بالا آسمان اور عالمِ زیریں زمین میں تاثیر اور تاثر کا رابطہ پیدا کیا کہ یہ سلسلہ پیدائش اس کے ارادے کے ماتحت احسن نظام پر قائم رہے فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ پس اُن کو کلمہ کن سے تہ بہ تہ درست کرکے سات

ہو گی۔ اس لئے تُرْجَعُوْنَ بصیغہ مجہول ذکر کیا۔ سبحان اللہ! مختصر الفاظ میں انسان کی ابتدا اور انتہا اور دنیوی و اُخروی زندگی اور اعمال کی جزا سزا کے لئے درگاہِ خدا میں پیش ہونا سب کچھ ذکر کر دیا۔ پس یہ اُمی نبی کا کلام نہیں بلکہ علیم کُل خدا کا کلام ہے جو اُس نے اپنے نبی اُمی کی طرف وحی کیا، والحمد للہ! ۱۲ منہ

ثُمَّ اس جگہ ترتیب وقوعی کے لئے نہیں کہ پہلے زمین اور زمینی اشیاء بنائی ہوں اور پھر آسمان بنایا ہو بلکہ ترتیب ذکری یا رتبی کے لئے ہے (کبیر) جس کا مفاد پچھلی آیت کو ساتھ ملا کر یہ ہے کہ اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور زندگی بخشی پھر یہ کہ زمین پیدا کرکے اس میں ہر شئے تمہارے فائدے کے لئے پیدا کی، پھر یہ کہ اُس نے سات آسمان بنائے جن میں اجرامِ فلکیہ پیدا کئے اور اُن میں اثر بخشا جس سے زمین میں سب کچھ پیدا ہوتا ہے پس پہلی آیت میں خود انسان کو پیدا کرنے کا احسان یاد کرایا اور اس دوسری آیت میں عالمِ بالا آسمان اور عالمِ زیریں زمین میں تاثیر و تاثر کا ربط پیدا کرکے انسانوں کی آسائش کے اسباب پیدا کرنے کا۔ گویا آیاتِ انفسی و آفاقی کو انسان کے پیشِ نظر کرکے اس کو توجہ دلائی ہے کہ ایسے مالک و محسن کی خالقیت و ربوبیت سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ عامہ مفسرین نے اس جگہ استویٰ کے معنے قصد توجہ کے کئے ہیں۔ ۱۲ منہ

هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۰﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ

وہ ہر شئے سے واقف ہے ۳۰ اور جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو

طبقے بنایا وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۰﴾ اور وہ ہر شئی سے جو عالمِ بالا میں ہے یا عالمِ زیریں میں اسباب و مسببات کے ربط اور اُن کے سلسلہ کی ایک ایک کڑی سے اور جملہ طریقہائے پیدائش سے پورا پورا واقف ہے وَ اور اے ہمارے حبیب پاک صلعم ہمارے علم و حکمت کی وسعت سمجھنے کے لئے ہمارے یاد کرانے سے وہ وقت یاد کیجئے اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ جب آپ کے رب نے فرشتوں سے

عَلِیْمٌ۔ قرآن شریف میں اکثر آیات کے اخیر پر بعض صفات و اسمائے الٰہیہ مذکور ہوتے ہیں وہ بقاعدہ بلاغت مضمون کے مناسب و مطابق ہوتے ہیں یہاں پر علیم ذکر کرکے سمجھایا کہ عالمِ انفس و آفاق کا ایسا احسن و اکمل انتظام بغیر علم کُلی کے نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ

اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے باوجود اس کے قرآن مجید میں اکثر جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کیا گیا ہے واسطے خصوصی عنایت ظاہر کرنے کے ۱۲ منہ

خلیفہ کا عام استعمال بمعنے نائب ہے اس جگہ یہ اشکال ہے کہ آدم علیہ السلام کس کے خلیفہ تھے؟ اس کا جواب مفسرین نے ایک یہ دیا ہے کہ پیدائش آدم علیہ السلام سے پیشتر زمین پر جن آباد تھے ان کی نافرمانی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُن کو پہاڑوں کی طرف بھگا دیا اور اُن کی جگہ زمین پر آدم علیہ السلام کو بسایا پس آدم جنات کے خلیفہ ہوئے۔ دوسرا جواب جو ہمارے نزدیک نہایت موزون ہے یہ دیا ہے کہ اس جگہ خلافت سے مراد تصرف و ولایت ہے (کبیر) کیونکہ مالک کی طرف سے اگر کسی کو تصرف و اختیار ملے تو اُسے بھی خلیفہ کہتے ہیں جیسے آیت وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ (الحدید پ ۲۷ ع) میں نیز آیت یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (ص پ ۲۳ ع) میں نیز آیت لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ (نور پ ۱۸ ع) میں ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو اور آپ کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ہستی بنایا کہ زمینی اشیا میں اُس کے اذن سے اُس قابلیت سے جو خدا نے ان کو بخشی ہے تصرف کریں اور ان کو اپنی حوائج میں کام میں لائیں اور یہ قابلیت کسی دیگر نوعِ مخلوقات میں پیدا نہیں کی جیسا کہ فرشتوں کے امتحان سے ظاہر ہوگیا۔ اس لئے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو خلیفہ کہا گیا حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر قرآن شریف میں بہت جگہ آیا ہے لیکن ان کی خلافت کا ذکر اسی جگہ آیا ہے دیگر مقامات پر موقع اور محل کے مناسب دیگر مقاصد مراد ہیں۔ اس جگہ سابقاً زمینی اشیاء کا نوعِ انسانی

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ

تحقیق میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ انہوں نے کہا (خداوندا!) کیا تو مقرر

فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ

کریگا اسمیں (خلیفہ) اسکو جو اسمیں فساد کرے گا اور گرائیگا کئی خون (ناحق) اور ہم تسبیح

نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ

پڑھتے ہیں ساتھ تیری حمد کے اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں تیری فرمایا بیشک میں جانتا ہوں جو

جو اس کی درگاہِ متعالی کے مقرب ہیں اطلاعاً مشورہ فرمایا اِنِّي تحقیق میں اپنے مقامِ تفرید سے کہ میں اکیلا سب چیزوں کا مالک ہوں جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ بنانے والا ہوں زمین میں جو محل کون وفساد ہے خَلِيفَةً ایک خلیفہ جو میرے اذن سے زمینی اشیا میں تصرف کرکے ان کو استعمال کرے تاکہ میری شانِ ربوبیت و علم و حکمت کا ظہور ہو[1] قَالُوا فرشتوں نے استفسار و استرشاد کے طور پر نہ اعتراض کے طور پر عرض کیا أَتَجْعَلُ فِيهَا خداوندا! کیا تو زمین کی آبادی اور اصلاح کے لئے اس میں خلیفہ مقرر کرتا ہے اس کو مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا جو بجائے اصلاح کے اس میں فساد کرے وَ اور بجائے آبادی کے يَسْفِكُ الدِّمَاءَ گرائے گا کئی خون (ناحق) کیونکہ وہ عناصرِ مختلفہ سے مرکب ہوگا وَ اور اگر تسبیح و تقدیس منظور ہے تو نَحْنُ نُسَبِّحُ ہم تسبیح پڑھتے ہیں تیری ذات کی بِحَمْدِكَ تیری حمد کے ساتھ وَنُقَدِّسُ اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں تیری صفات کی کہ وہ حدوث اور زوال کے نقائص سے پاک ہیں اور ان کا استحقاق لَكَ تیرے ہی لئے ہے قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۳۰)[2]

کے قائدے کے لئے پیدا کرنا مذکور تھا اور خاتمہ پر یہ تھا کہ خدا تعالےٰ ہر شئی کا علم کل رکھتا ہے۔ پس اس جگہ آدم علیہ السلام کے قصے میں اسی امر کی توضیح ہے اسی لئے حضراتِ صوفیا دنیا جہان کو عالم اکبر (تفصیلی دنیا) اور انسان کو عالمِ اصغر (اجمالی دنیا) کہتے ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] اس آیت میں چند سوال ہیں اول یہ کہ خدا تعالےٰ کو فرشتوں سے مشورہ لینے کی کیا ضرورت تھی؟ جواب یہ مشورہ نہیں تھا، بلکہ فرشتوں کو آدم کے متعلق ایک حکم سے خبردار کرنے کے لئے کہا تھا چنانچہ سورۃ جمعہ پ۱۴ ع۳ میں فَإِذَا سَوَّيْتُهُ الآیہ یعنی جب میں آدم کو برابر درست کروں اور اس میں اپنی

مَا لَا تَعْلَمُونَ (۳۰) وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

تم نہیں جانتے[1] اور سکھائے (خدا نے) آدم کو نام سب (چیزوں کے)

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ

پھر پیش کیا ان چیزوں کو سامنے فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان چیزوں کے

فرمایا خدا تعالےٰ نے بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیونکہ میرا علم کلی ہے اور تمہارا جزوی ہے اور میرا ذاتی ہے اور تمہارا اعطائی ہے پس تم اس حکمت کو نہیں پا سکتے جو آدم کو خلیفہ بنانے میں مجھے ملحوظ ہے پس خدا تعالےٰ نے اس خلیفہ کو اپنے دستِ قدرت سے جو مشابہت اور کیف سے پاک ہے ادیم زمین سے پیدا کیا[1] اور اس کا نام آدم رکھا وَ اور چونکہ خلیفہ کے لئے ان چیزوں کے اسماء اور حقائق اور استعمالات کا علم ضروری ہے جن میں اس کو تصرف و اختیار دینا منظور تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے اسم علیم کے پرتوے سے بغیر واسطہ کے عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا سکھائے آدم کو نام[3] سب (چیزوں کے) اور ان کے حقائق و استعمالات بھی سمجھا دیئے تاکہ خلافتِ تصرف کے لئے ان کا علم مکمل ہو جائے ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ پھر ان مسمیات کو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے فرمایا أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ بتلاؤ مجھ کو نام ان چیزوں[1] کے کیونکہ ناموں کا علم بھی علم کا ایک درجہ ہے اور اس سے

روحِ کرامت پھونکوں تو تم نے اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔ دوم یہ کہ فرشتوں نے کیسے معلوم کر لیا کہ آدم خونریزی کرے گا؟ جواب راجح جواب یہ ہے کہ چونکہ آدم کی خلافت زمین میں اور زمینی اشیاء میں ہونے والی تھی اور ان سب میں کون و فساد لابدی امر ہے اور ان میں تصرف کرنے والے میں بھی ایسے مادے چاہئیں پس اس سے ایسے امور کا ظہور بعید نہیں سوم فرشتوں کا آدم کی نسبت ایسی بات ذکر کرنا غیبت تو نہیں؟ جواب یہ غیبت کی نیت سے نہیں تھا بلکہ اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک عہدے کے دو امیدوار ہوں ہر ایک اپنی قابلیت اور دوسرے کی ناموزونیت بیان کرے فرشتوں اور آدم کا جو امتحان لیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی امیدوار تھے لیکن اظہار نہیں کیا تھا۔ اور آئندہ جو كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ فرمایا ہے اس کا مفاد بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

[1] جیسا کہ سورۂ حجر پ۱۴ ع۳ میں فرمایا إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۱۲ منہ

[3] جو لفظ کسی چیز کی حقیقت اور صفتِ لازمہ پر دلالت کرتا ہے اسے اس کا اسم کہتے ہیں باقی رہی یہ بات

هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

اگر تم سچے ہو ۳۲ فرشتوں نے کہا تو پاک ذات ہے

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ

ہم کو تو کوئی علم نہیں مگر جو تونے ہم کو سکھایا (یعنی تسبیح وغیرہ) بیشک تو ہی علیم (کل اور)

ایک چیز کی دوسری چیز سے تمیز حاصل ہو جاتی ہے گو کمتر اور ابتدائی رتبے پر ہو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ ہم خلافت کے زیادہ لائق ہیں جو تمہارے قول نَحْنُ نُسَبِّحُ کے ضمن میں مخفی ہے قَالُوْا سُبْحٰنَكَ فرشتوں نے عرض کیا۔ خداوندا! تیری ذات عبث و بیجا کرنے سے پاک ہے اِن چیزوں کا علم کیا؟ لَا عِلْمَ لَنَا ہم کو تو کسی چیز کا بھی علم نہیں اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا سوائے اس کے جو تو نے ہم کو سکھایا[۱۵] یعنی اپنا ذکر اور تسبیح و تحمید

کہ یہ نام کن چیزوں کے تھے سو اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ اُن چیزوں کے نام سکھلائے اور حقائق سمجھائے جن میں تصرف دینا منظور تھا تفسیر معالم وغیرہ اور ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ میں هُمْ کی ضمیر مسمیات کے لئے لکھی ہے اور تفسیر معالم میں ذوی العقول کی جمع کے صیغے سے لانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب ذوی العقول ہر دو جنسیں مذکور ہوں تو صیغہ ذوی العقول کا لاتے ہیں ۱۲ منہ

[۱۴] اَنْۢبِـُٔوْنِيْ استفہام کے لئے نہیں تھا بلکہ امتحان کے لئے تھا جیسا کہ نرس وغیرہ تجربی علوم میں امتحان میں آلات کے اسماء اور اُن کے استعمالات کی نسبت بھی سوال ہوتا ہے ۱۲ منہ

[۱۵] یہاں پر بھی ایک سوال ہے کہ آدمؑ کو تو نام بتا دیئے تھے اور فرشتوں کو نہ بتلائے تھے پس مقابلہ درست نہ رہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمؑ کو اُن کی فطرت اور ضروریات کے مناسب علم دیا اور اس سے پیشتر فرشتوں کو اُن کی فطرت کے مناسب علم دیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ خود اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا میں اس کا اقرار کرتے ہیں خلافت زمینی اشیاء کے متعلق تھی جیسا کہ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً سے ظاہر ہے پس اُن اشیاء کو امر کن سے پردۂ عدم سے منصۂ ظہور میں بوجود اجمالی اُن کے سامنے پیش کر کے امتحان لیا۔ آدمؑ کا علم اُن اشیاء کے مناسب تھا۔ خلافت اُن کو سپرد کر دی نہ کسی کی بیجا رعایت ہے اور نہ کسی سے بے اعتنائی ہے فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَكَمِ الْعَدْلِ ۱۲ منہ

[۱۶] بحث علم کلی و علم جزوی فرشتوں نے کہا ہمیں خدا کے سکھائے ہوئے کے سوا کوئی علم نہیں۔ اور آیت الکرسی میں جملہ مخلوقات کی نسبت فرمایا وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ یعنے نہیں گھیر سکتے خدا کے معلومات میں سے کچھ بھی مگر جو خدا چاہے ان ہر دو آیات سے ظاہر ہے کہ جملہ مخلوقات

الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ

حکیم (مطلق) ہے ۳۲ فرمایا اے آدم تو بتا ان کو اِن (چیزوں) کے نام

وغیرہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ بیشک تو ہی نہ کوئی دیگر علیم کل اور حکیم مطلق ہے کہ کوئی امر تیرے علم سے باہر نہیں اور تیرا ہر کام محکم اور باموقع ہے پس تیرا آدمؑ کو خلیفہ بنانا بیجا نہیں قَالَ خدا تعالیٰ نے فرمایا يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ اے آدم! تو بتا اِن

کا علم خواہ وہ فرشی ہے یا عرشی حصولی اور جزوی ہے چاہے وہ علم اکتسابی ہے چاہے وہبی اور اگر مخلوقات کا علم جزوی نہ ہو تو اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کا استثناء درست نہیں رہے گا کیونکہ استثنا اعم سے اخص کا کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے جَآءَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اِلَّا زَيْدًا یعنی سب لوگ آگئے سوائے زید کے سب لوگ جو مستثنیٰ منہ ہے اعم ہے اور زید جو مستثنیٰ ہے اخص ہے اسی طرح اسی جگہ آدمؑ ہی کے قصے میں ابھی آئے گا فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اسکو سورت صٓ پ ۲۳ ع ۱۲ میں یوں ذکر کیا ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ یعنے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ سب فرشتے مستثنیٰ منہ ہیں اور اعم ہیں اور ابلیس مستثنیٰ ہے اور اخص ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس کسی کو خواہ وہ فلکی ہے خواہ فرشی جو کچھ بھی علم دیا ہے خواہ وہ علم وہبی و عطائی ہے خواہ اکتسابی وہ بہ نسبت اسکے جو نہیں سکھایا بہت تھوڑا ہے اور یہ عین مقتضا ہے منطوق آیت وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کا یعنی نہیں دیا گیا تم کو علم میں سے مگر تھوڑا اس مقام پر مِنَ الْعِلْمِ میں مِنْ تبعیضیہ ہو یا بیانیہ بہر حال مستثنیٰ کو صاف الفاظ میں قلیلاً فرمایا ہے۔

(۲) حضرت موسےٰؑ اولو العزم اور صاحب شریعت مرسلوں میں سے ہیں اور حضرت خضرؑ (علی الاختلاف اقوال) نبی اللہ یا کم از کم اولیاء اللہ میں سے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے علم لدنی سے نوازا ان کا قصہ جس طریق پر قرآن شریف اور صحیح بخاری میں مذکور ہے اس پر سرسری نظر کرنے سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اِن دونوں حضرات کا علم کلی نہیں بلکہ جزوی تھا۔ اس کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن ہم مختصراً چند باتیں بطور انتخاب کے لکھے دیتے ہیں اول یہ کہ حضرت موسےٰؑ حضرت خضرؑ سے اُس علم میں سے جو خدا نے خضرؑ کو بالخصوص سکھایا ہے کچھ علم (مِمَّا عُلِّمْتَ) سیکھنا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ موسےٰؑ کو کلی علم نہ تھا۔ پھر یہ کہ حضرت خضرؑ کا علم بھی سارے کا سارا جزوی ہے جیسا کہ اُن کی اپنی زبانی صحیح بخاری میں مذکور ہے پھر یہ کہ حضرت موسےٰؑ اس میں سے بھی صرف ایک حصہ سیکھنا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اُس جزو کا جزو ہوگا۔ پس ہر دو کا علم جزوی ہے۔ دوم یہ کہ حضرت خضرؑ حضرت موسےٰؑ کو اُن کی درخواست کے جواب میں کہتے ہیں وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ یعنی آپ

فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ

پھر جب بتادیئے آدمؑ نے اُن کو اُن چیزوں کے نام فرمایا (خدا تعالیٰ نے) کیا نہیں کہا تھا میں نے تم سے کہ بیشک میں جانتا ہوں

فرشتوں کو ان چیزوں کے نام تاکہ تیری فضیلت اور قابلیتِ خلافت ظاہر ہو جائے فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ پس جب آدمؑ نے اُن فرشتوں کو اُن چیزوں کے نام صحیح صحیح بغیر غلطی کے بتادیئے باوجود اس کے کہ وہ چیزیں ان گنت تھیں قَالَ فرمایا خدا تعالیٰ نے اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ کیا نہیں کہا تھا میں نے تم کو اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

اُس پر کیسے صبر کریں گے جس پر آپ کو از رُوئے دانش احاطہ نہیں ہے پس حضرت موسیٰؑ کا علم سابق باوجود صاحبِ شریعت نبی ہونے کے جُزوی اور محدود ہے اور آئندہ جو کچھ وہ حضرت خضرؑ سے سیکھیں گے اُس کو ملا کر بھی محدود ہی رہے گا۔ کیونکہ وہ بھی بحسب دفعہ اوّل محدود ہے اور محدود میں محدود شامل کیا جائے تو مجموعہ محدود ہی رہتا ہے۔ سوم یہ کہ حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ سے کہتے ہیں یَا مُوۡسٰى اِنِّىۡ عَلٰى عِلۡمٍ مِّنۡ عِلۡمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيۡهِ لَا تَعۡلَمُهٗ اَنۡتَ وَاَنۡتَ عَلٰى عِلۡمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا اَعۡلَمُهٗ یعنی اے موسیٰ میں خدا کے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہوں جو اس نے مجھے سکھایا۔ آپ اُسے نہیں جانتے اور آپ ایسے علم پر ہیں جو خدا نے آپ کو سکھایا اُسے میں نہیں جانتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر دو کا علم جزوی ہے کلی نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ حضرت خضرؑ کی بابت خدا تعالیٰ نے فرمایا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ۚ یعنی ہم نے اس کو اپنے پاس سے (بغیر واسطے کے) ایک (قسم کا) علم دیا تھا یہ وُہی۔ علم لدنی تھا جس میں غلو کر کے انبیاء (علیہم السلام) بلکہ اولیاء اللہ کو بھی غیب دان اور علیم کل اعتقاد کیا جاتا ہے دیکھئے خود حضرت خضرؑ جو اس علم لدنی کے مبدء مانے جاتے ہیں اپنے اس علم کی بابت کیا کہتے ہیں؟ صحیح بخاری میں ہے کہ دریا سے چڑیا نے ایک یا دو چونچ بھر پانی پیا۔ اس پر حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا یَا مُوۡسٰى مَا نَقَصَ عِلۡمِيۡ وَعِلۡمُكَ مِنۡ عِلۡمِ اللّٰهِ اِلَّا كَنَقۡرَةِ هٰذِهِ الۡعُصۡفُوۡرِ فِى الۡبَحۡرِ ؕ یعنی اے موسیٰؑ میرے علم اور آپ کے علم نے خدا کے علم میں سے حصہ نہیں پایا۔ مگر مثل چونچ مارنے کے اس چڑیا کے دریا میں ۱۲ منہ (ے صحیح بخاری مطبوعہ میرٹھ جلد اول باب اِذَا سُئِلَ اَىُّ النَّاسِ اَعۡلَمُ الخ ص۲۳) ۱۲ منہ

ے۱۱۷ غیب کے معنے اور تعریف کے متعلق دیکھو نوٹ نمبر ۲۴ ے مخلوقات کا علم حادث اور حصولی ہے کیونکہ جملہ مخلوقات حادث ہیں اُن کو حواس کے واسطے سے علم حاصل ہوتا ہے اور غیب اُسے کہتے ہیں جس کا ادراک حواس سے خارج ہو پس علمِ غیب خاصہ خداوندی ہے کیونکہ اُس کا علم ازلی اور حضوری ہے اُس کے نزدیک غیب اور ظاہر برابر ہے اور انبیاء علیہم السلام جو بعض غیبی امروں کی خبر دیتے ہیں سو خدا تعالیٰ کے بتانے سے کہتے ہیں جو

غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ

غیب آسمانوں کے اور زمین کے اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو

کہ بیشک میں جانتا ہوں غیب آسمانوں کے اور زمین کے۔ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو یعنی تمہارا اپنی بابت یہ کہنا کہ نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ الخ

خدا کی وحی یا فرشتے یا آوازِ غیبی یا کشف یا الہام کے ذریعے اُن کے حواس میں آتا ہے قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کی زبانی فرمایا وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ (سورت ہود پ۱۲ ع۳) یعنی میں غیب نہیں جانتا اسی طرح آنحضرت صلعم کو فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ میں غیب نہیں جانتا (سورتِ انعام پ۷ ع۵) اسی طرح فرشتوں کا اقرار کہ ہم کو سوائے سکھائے ہوئے علم کے کوئی علم نہیں اسی جگہ مذکور ہے اسی طرح جنات کو بھی علم غیب نہیں ہے دیکھو سورتِ سبا پ۱۹ ع۸ میں حضرت سلیمانؑ کی وفات کا قصہ اسی طرح تمام زمینی اور آسمانی مخلوقات جن انس اور ملائکہ کی بابت فرمایا قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ الآیہ (سورتِ نمل پ۲۰ ع۵) یعنی (اے ہمارے حبیب پاکؐ ان سے) کہئے نہیں جانتا جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے غیب کو مگر (ایک) اللہ اور آیت الکرسی میں جملہ مخلوقات کی نسبت فرمایا وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَىۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ (سورت بقر پ۳ ع۲) یعنے نہیں گھیر سکتے خدا کے علم میں سے کچھ بھی مگر جو کچھ اور جتنا اللہ چاہے۔ الغرض علمِ غیب خاصہ خداوندی ہے اس مسئلہ میں اہلحدیث اور حضرات حنفیہؒ میں کچھ بھی اختلاف نہیں لیکن شامتِ زمانہ کہ بہت سے عوام بلکہ کم علم بھی جو قرآن و حدیث کے علاوہ حنفی مذہب کی کتابوں سے بھی ناواقف ہیں وہ اپنی جہالت اور بعض خود غرض علماء اور پیروں کی غلط رہنمائی سے آنحضرت صلعم بلکہ اولیاء اللہ کی نسبت بھی کلّی علم غیب کو تسلیم کئے ہوئے ہیں ایسا اعتقاد سراسر کفر اور گمراہی ہے۔ شیخ ابن ہمام حنفیؒ کتاب المسایرہ میں فرماتے ہیں :-

> "اور اسی طرح کوئی نبی غیبی باتوں کا علم نہیں جانتا مگر وہی جو بعض اوقات خدا تعالیٰ ان کو بتا دیتا ہے اور حضرات حنفیہؒ نے اس شخص کو صریحاً کافر کہا ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ نبی غیب جانتے ہیں کیونکہ اُس کی یہ بات خدا تعالیٰ کے قول کے برخلاف ہے (اس کے بعد بیسویں پارے والی آیت لکھی ہے یعنی قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ الآیہ"

کتاب المسایرہ کے اس حوالہ کا ذکر ملا علی قاری حنفیؒ نے بھی فقہ اکبر کی شرح کے بعد مسائل ملحقات میں کیا ہے۔ اسی طرح قاضی ثناء اللہ صاحب حنفی پانی پتیؒ نے بھی مالابدمنہ اور ارشاد الطالبین میں یہ مسئلہ بوضاحت لکھا

وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اور جو کچھ تم چھپاتے تھے ۳۳ اور جب فرمایا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو

۳۳ اور اس خلیفہ کی بابت یہ کہنا کہ یُّفْسِدُ فِیْهَا الخ وَ اور میں جانتا ہوں مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جو کچھ تم اپنے جیوں میں چھپاتے تھے کہ ہم خلافت کے زیادہ لائق ہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ ہم سے افضل کوئی خلق پیدا نہیں کرے گا (بیضاوی) وَ اور اے ہمارے پیارے نبی (صلعم) ان کو وہ وقت بھی یاد کرایئے اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ جب ہم نے اپنے مقام عظمت سے فرشتوں کو حکم دیا، اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدمؑ کو سجدہ تحیت وسلام کا نہ عبادت کا ۱۱۹ تاکہ بحیثیت خلیفہ

ہے اسی طرح حنفی مجتہد قاضی خاں صاحبؒ نے بھی اپنے فتاویٰ قاضی خاں میں یہ مسئلہ صراحت سے لکھا ہے اور مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی حنفی لکھنویؒ میں بھی فتاویٰ بزازیہ وغیرہ سے نقل کر کے ایسا ہی مذکور ہے حنفیہ پاکٹ بک کے مصنف نے ان بزرگوں کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کے اثبات میں سراسر بے سود زور لگایا ہے کیونکہ نزاع صرف غیب کلی اور دائمی میں ہے وقتی اور جزوی امور میں جو خدا تعالیٰ اُن پر ظاہر کر دے اس میں نزاع نہیں ہے لیکن جو دلائل حنفیہ پاکٹ بک کے مصنف نے بیان کئے ہیں وہ صرف جزوی اور بصورت معجزہ کے وقتی ہیں نہ دائمی و کلی پس کوشش بے سود ہے۔ وَاللّٰهُ الْهَادِیْ ۱۲ منہ

۱۱۸ نکتہ مَا تُبْدُوْنَ کو بصیغہ حال اور مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کو بصیغہ ماضی ذکر کیا۔ اس لئے کہ زمانۂ حال ظاہر ہوتا ہے اور زمانۂ ماضی بوجہ گذر جانے کے پردۂ خفا میں ہو جاتا ہے پس ہر ایک کے مناسب حال صیغہ استعمال کیا گیا ظاہر کے لئے حال اور مخفی کے لئے ماضی۔ واللہ اعلم باسرار کتابہ ۱۲ منہ

۱۱۹ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ حضرت آدمؑ اور حضرت یوسفؑ کو سجدہ کرنے کے متعلق علمائے تفسیر کے کئی قول ہیں جن کا خلاصہ تفسیر معالم میں اس طرح ہے:-

"یہ تعظیم وتحیت کا سجدہ تھا نہ کہ عبادت کا مثل سجدہ برادران یوسف علیہ السلام کے قول خداوندی خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا میں اور اس میں چہرہ زمین پر رکھنا نہیں تھا وہ صرف انحنا (جھکنا) تھا پس جب اسلام آیا تو اسے صرف سلام کے ساتھ دور کر دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قول خداوندی اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کے معنے میں اِلٰی اٰدَمَ پس آدمؑ بطور قبلہ تھے اور سجدہ صرف خدا تعالیٰ کو تھا جس طرح کہ کعبہ نماز کے لئے قبلہ ہے اور نماز

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ

واسطے آدمؑ کے، پس سجدہ کیا سب نے سوائے ابلیس کے اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا

ہونے کے دوسری مخلوقات پر اس کی عزت وفضیلت ظاہر ہو اور یہ حکم فرشتوں کے سوا دوسروں کو بھی مستلزم تھا جو رتبہ میں اُن سے کمتر ہیں یعنی جنات خصوصاً جو اُن میں سے فرشتوں سے ملحق ہو گیا ہو مثلاً ابلیس فَ پس اب اس حکم کی تعمیل میں سَجَدُوْا سب نے سر رکھ دیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ سوائے ابلیس کے جو آخر ہماری رحمت سے ناامید کیا گیا اور ہمارے علم میں وہ پہلے ہی اسی لائق تھا۔ اسی لئے اس کا نام ابلیس رکھا گیا تھا۔ اَبٰى اُس نے تعمیل حکم سے انکار کیا وَ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسْتَكْبَرَ اُس نے ۱۲۰ بڑا بننا چاہا اور بڑائی اُس کا حق

صرف خدائے عزّ وجلّ کے لئے ہے۔"

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی ان باتوں کا ذکر کر کے سجدۂ تحیت وسلام کو ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ امام رازیؒ بھی اسی وجہ کو ترجیح دیتے ہیں، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ گذشتہ امتوں میں جائز تھا لیکن ہماری ملتِ محمدیہ میں منسوخ ہو گیا (جیسا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ میں ملکِ شام میں گیا تو اُن لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیر پادریوں اور علماء کو سجدہ کرتے ہیں، تو یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرنے والا ہوتا کہ وہ کسی دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو البتہ میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے کیونکہ اُس کا اس کے ذمے بڑا حق ہے، لسان العرب میں سورت یوسف کی آیت وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کے متعلق زیر لفظ سَجَدَ لکھا ہے یہ سجدہ تعظیم کا تھا نہ عبادت کا کیونکہ حضرت یعقوبؑ کی اولاد غیر اللہ کو سجدہ (عبادت) کرنے والی نہیں تھی، حاصل کلام یہ کہ تمام ائمہ مجتہدین اور فقہاء ومحدثین اور مشائخ اہلسنت کا مذہب یہی ہے کہ سجدۂ تحیت وسلام جو اگلی شریعتوں میں جائز تھا وہ اس آخری شریعت میں منسوخ ہے جب آنحضرت صلعم اسے اپنے لئے جائز نہیں رکھتے تو اب دوسرا کون ہے جس کے لئے جائز ہو واللہ الہادی ۱۲ منہ

۱۲۰ خدا تعالیٰ نے شیطان کے کافر ہونے میں دو باتیں ذکر کیں، تعمیل حکم سے انکار اور تکبر اسکی توضیح یوں ہے کہ انکار تو یہ تھا کہ اُس نے کہا لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ (الحجر ۳۳ پ ۱۴ ع ۳) یعنی میں ایسا نہیں کہ ایک بشر کو سجدہ کرنے لگوں۔ اس میں خدا کے حکم کا استخفاف ہے اور یہ کفر ہے چنانچہ غزوۂ تبوک کے سفر کے سلسلہ میں ذاتِ خدا اور آیاتِ خدا اور رسولِ خدا (صلعم) کا استہزا اور تحقیر کرنے والوں کی نسبت فرمایا لَا تَعْتَذِرُوْا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۵﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ

اور تھا وہ کافروں سے ۳۵ اور کہا ہم نے اے آدم سکونت کر

نہیں تھا خصوصًا خدا کے حکم کے سامنے وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۳۵ اور وہ اس وجہ سے زمرۂ کفار سے ہوگیا۔ یا یہ معنے کہ وہ خدا کے علم ازلی میں زمرۂ کفار میں معدود تھا لیکن ظہور اس کا اس تقریب پر ہوا وَ اور مزید عنایت کے رُو سے قُلْنَا ہم نے فرمایا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ[۱۲۱]

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (توبہ پ ۱۰ ع ۸) یعنی کوئی عذر پیش نہ کرو تم اپنے اظہار ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو نیز فرمایا يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (توبہ پ ۱۰ ع ۱۰) یعنے یہ لوگ خدا کی قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ ہم نے کلمۂ کفر نہیں کہا حالانکہ وہ کلمۂ کفر ضرور کہہ چکے ہیں اور اپنے اظہار اسلام کے بعد کفر کر چکے ہیں دوسری وجہ شیطان کے کافر ہونے کی اُس کا تکبر ہے کہ اس نے آدم خلیفۃ اللہ کی نسبت کہا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ (اعراف پ ۸ ع ۹) یعنی میں اس سے بہتر ہوں اور یہ بمقابلہ حکم خدا قیاس محض تھا۔ اور یہ جائز نہیں اسی امر کی نسبت حضرت مولانا رُوم صاحب عنوان باندھتے ہیں :-

"در بیان آنکہ اوّل کسیکہ در مقابل نص صریح قیاس آورد ابلیس علیہ اللعنۃ بود۔"

پھر اس عنوان کے ذیل میں اشعار ذیل ارقام فرماتے ہیں ؎

اوّل آنکس کایں قیاسکہا نمود | پیش انوار خدا ابلیس بود
گفت نار از خاک بہتر است | من ز نار و او ز خاک اکدر است

پھر اس کے بعد ایک شرعی مسئلہ سے بطور تمثیل سمجھاتے ہیں ؎

ایں قیاسات و تحری روز ابر | یا بشب مر قبلہ را کر دست جبر
لیک با خورشید و کعبہ پیش رُو | ایں قیاس و ایں تحری را مجو

یعنے ابر کی حالت میں یا رات کے وقت میں جہت قبلہ معلوم نہ ہو سکے تو علامات سے غلبۂ ظن سے جس طرف دل گواہی دے نماز پڑھ لیں لیکن اُس حالت میں کہ سُورج چڑھا ہُوا ہو یا مکہ شریف میں کعبہ شریف سامنے ہو قیاس و تحری جائز نہیں ۱۲ منہ

[۱۲۱] اسجگہ حضرت حوّا کی پیدائش کی کیفیت ذکر نہیں کی ہاں سورۂ نساء کے شروع میں فرمایا ہے خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا یعنی پیدا کیا اُسی ایک جان (آدمؑ) سے اُس کے جوڑے (حوّاؑ) کو۔ اور حدیث صحیح میں ہے اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاۗءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ (الحدیث متفق علیہ مشکوٰۃ) یعنی قبول کرو

اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ

تو بھی اور تیری بیوی بھی اس جنت میں اور کھاؤ تم دونوں اس میں سے بافراغت

وَزَوْجُكَ اے آدم سکونت کر تو بھی اور تیری بیوی بھی جو تیرے سکون و دلبستگی کے لئے تیرے پہلو سے پیدا کی گئی ہے الْجَنَّةَ اس جنت میں جو سامنے ہے[۱۲۳] وَ اور مکان دینے کے ساتھ خوراک کے لئے فرمایا كُلَا مِنْهَا[۱۲۴] کھاؤ تم دونوں اس باغ کے میوجات سے کسی خاص حد تک نہیں بلکہ رَغَدًا بافراغت سیر شکم اور کسی محدود رقبہ تک نہیں بلکہ حَيْثُ شِئْتُمَا

میری وصیت کو عورتوں سے نیکی کرنے کے متعلق، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا کہ جب حضرت حوّا کی پیدائش حضرت آدمؑ سے ہوئی تو وہ ان کی بیٹی ہوگئیں پھر ان کا نکاح کس طرح جائز ہوا؟ کیونکہ بیٹی تب ہوں جب بطریق توالد پیدا ہوں (تفسیر فتح البیان للشیخ شیخنا السید النواب رحمہ اللہ الوہاب) اور مِنْهَا کی تاویل مِنْ جِنْسِهَا سے کرنی اور شہادت میں سورۂ رُوم کی آیت خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا پیش کرنی بھی درست نہیں کیونکہ یہ آیت اولاد آدمؑ کے متعلق ہے کہ ان کی پیدائش سلسلہ بسلسلہ ایک باپ آدم اور ایک ماں حوّا (علیہما السلام) سے ہوئی لیکن جب حضرت حوّا کی خلقت حضرت آدمؑ سے نہ ہو تو خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کس طرح درست رہے گا، ۱۲ منہ

[۱۲۳] اَلْجَنَّةَ کا ترجمہ ہم نے "اس جنت میں" کیا ہے اس بنا پر کہ ال لام عہد حضوری کے لئے ہے بدلیل هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کیونکہ جب تک وہ جنت سامنے نہ ہو اشارہ قریبہ درست نہیں ہو سکتا باقی رہی یہ بات کہ وہ کونسی جنت تھی؟ دُنیا کا کوئی معمولی باغ تھا؟ یا جو جنت قیامت کو ملے گی وہی تھی؟ اس امر میں مفسرینؒ نے لمبی بحثیں کی ہیں لیکن جس امر کی تصریح کلام خدا میں نہ ہو اور رسول خدا صلعم بھی اس کی تصریح نہ کریں اس میں قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا، ہاں قرآن و حدیث میں مذکور شدہ صفات اور قرائن سے قرین الصواب۔ اور مرجح قول ہمارے نزدیک یہی ہے کہ وہ جنت وہی تھی جو قیامت کے دن اولاد آدمؑ کے مومنوں کو وراثۃً ملے گی جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ (ترمذی وغیرہ) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے ۱۲ منہ

[۱۲۴] ایک پھل کو اس لئے ممنوع قرار دیا کہ كُلَا میں امر ہے اور لَا تَقْرَبَا میں نہی ہے اور امر و نہی میں اُن متضاد قوتوں کے استعمال کی آزمائش ہے جو آدمؑ کی فطرت میں ودیعت کی گئی تھیں یعنے کام کرنے کی قوت

شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا

جہاں سے چاہو تم اور نہ نزدیک جانا اس درخت کے پس تم ہو جاؤ گے

جہاں سے تم چاہو ۔ اور یاد رکھنا کہ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ [125] نہ نزدیک جانا اِس نوع کے درخت کے جو تمہارے سامنے ہے اگر جاؤ گے تو کھاؤ گے بھی اور اگر کھاؤ گے فَتَكُونَا تم ہو [126]

اور اُس سے باز رہنے کی قوت اور جب تک امر و نہی ہر دو نہ ہوں تب تک ان قوتوں کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ اور انسانی سعی و عمل کا دور انہی دو متضاد قوتوں پر چل رہا ہے پس امر و نہی ہر دو کے جمع کرنے میں بڑی عمیق حکمت تھی اور یہی حکمت شریعت محمدیہ کے ہر حکم میں ہے واللہ اعلم اور كُلَا کے مقابلہ میں لَا تَاْكُلَا کی بجائے لَا تَقْرَبَا فرمایا حالانکہ مراد وہی ہے بدلیل فَاَكَلَا مِنْهَا (طٰہٰ پ ۱۶ ع ۷) اس لئے کہ کسی چیز کے قریب جانے سے اُس میں واقع ہو جانے کا اندیشہ ہے اسی بنا پر لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اور لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ فرمایا ۱۲ منہ

[125] هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یہ درخت کس جنس کا تھا۔ آیا گیہوں کا تھا یا انگور کا یا لہسن کا یا انجیر کا بعض مفسرین نے اس میں بھی لمبی بحث کی ہے جس کی ضرورت نہیں خدا تعالیٰ نے کسی خاص قسم کے درخت کا نام ذکر نہیں کیا جس پر قرآن اُترا اُس نے نہیں بتایا۔ تو ہم کہاں سے مقرر کریں کوئی بھی درخت ہو حضرت آدمؑ اور شیطان کے مقابلہ کے متعلق جو عبرت و موعظت اولادِ آدمؑ کے لئے ہے وہ ہر طرح حاصل ہے اور وہ یہ ہے جو سورۂ اعراف پ ۸ ع ۲ میں فرمائی یعنی يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ الآیہ یعنی اے اولادِ آدم نہ ڈالے تم کو شیطان فتنے میں جس طرح کہ اُس نے نکلوا دیا تھا تمہارے ماں باپ (آدمؑ اور حواؑ) کو جنت سے ۱۲ منہ

[126] یہاں فَتَكُونَا بصیغہ تثنیہ فرمایا اور سورتِ طٰہٰ میں فَتَشْقٰى بصیغہ واحد فرمایا۔ اس کی وجہ (واللہ اعلم) یہ ہے کہ وہ پھل کھا لینے کی صورت میں جس کو ظلم سے تعبیر کیا ہے حضرت آدم اور اماں حوا (علیہما السلام) ہر دو شامل ہیں لیکن چونکہ روزی کمانے کی مشقت عموماً صرف مرد پر پڑتی ہے اس لئے فَتَشْقٰى میں صیغہ واحد ذکر کیا ۱۲ منہ

[127] مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اگر کہا جائے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا تھا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ پ ۱ ع ۱۵) یعنے میرا عہدِ نبوت ظالموں کو نہیں ملے گا پس آدمؑ کی عصمتِ نبوت کس طرح قائم رہی اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم کلی مشکک ہے اور اس کے مدارج مختلف ہیں بعض شدید ہیں

مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۶ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا

ظالموں سے ۳۶ پس پھسلا دیا اُن دونوں کو شیطان نے اُس سے

ہو جاؤ گے مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۶ [127] اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں سے کہ اس عیش و آرام کی زندگی اور بے محنت کی روزی کی بجائے محنت و مشقت کی زندگی اور سعی و عمل کی روزی نصیب ہو گی فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ پس دھوکے سے پھسلا دیا ان دونوں کو شیطان نے عَنْهَا

اور بعض خفیف، بدلیل آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان پ ۲۱ ع ۲) اور ظلم کبھی خدا کی جانب میں ہوتا ہے کبھی خلقت کی جانب میں اور کبھی اپنے نفس کی جانب میں اور ظاہر ہے کہ یہ سب برابر درجے کے نہیں ہیں پس آدم علیہ السلام کا یہ ظلم نہ تو خدا کی جانب میں تھا اور نہ خلقت کی جانب میں بلکہ صرف اپنی جان کی نسبت تھا چنانچہ توبہ کے جو الفاظ خدا تعالیٰ نے ان کو سکھائے ان میں ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کی تصریح ہے اور وہ یہ تھا کہ آرام و آسائش کی گزران سے اتر کر محنت و مشقت میں پڑ گئے جیسا کہ سورت طٰہٰ میں فَتَشْقٰى کی تصریح ہے پس یہ ظلم اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے کی صورت میں منافیِ عصمت نہیں یہی حال اُس ظلم کا ہے جس کا اعتراف موسٰےؑ نے قبل از نبوت قبطی کے قتل خطا پر کیا تھا رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ (قصص پ ۲۰ ع ۲) خداوندا! میں نے اپنی جان کو سختی میں ڈال دیا پس مجھے بخش دے جس کی صورت یہ بنی کہ وہ خوف زدہ ہو کر اُس علاقہ سے بھاگ گئے اور محنت و مشقت میں پڑ گئے اور یہی حقیقت ہے اُس ظلم کی جس کا اعتراف یونسؑ نے کیا اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (انبیاء پ ۱۷) اس کی صورت یہ تھی کہ اُنہوں نے قبل از امرِ الٰہی استعجال (جلدی) سے اپنے اجتہاد سے نافرمانوں کی صحبت چھوڑ کر اُن سے کنارہ کشی کر لی اور خدا تعالیٰ کے علم میں اس قوم پر ابھی حجت تمام نہیں ہوئی تھی اس پر حضرت یونسؑ مبتلائے مصیبت ہو گئے اور پھر اُسی قوم میں بھیجے گئے اور اُنہوں نے توبہ کی جو قبول ہو گئی اور وہ نزولِ عذاب سے پیشتر ایمان لے آئے اور آنحضرت صلعم کو جو مکہ شریف میں حکم ہوتا رہا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (ن پ ۲۹ ع ۲) اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ آپ حضرت یونسؑ کی طرح ہجرت میں جلدی نہ کریں بلکہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور یہی وجہ تھی جو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا تھا کہ اذنِ الٰہی پر ہجرت کریں گے (خلاصہ روایت بخاری و کتب سیرت) خلاصہ یہ کہ خطائے اجتہادی منافیِ عصمت نہیں ہے۔ (۲) اگر کہا جائے کہ سورتِ طٰہٰ پ ۱۶ ع ۷ میں الفاظ ہیں وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى تو اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی یہ لغزش نسیاناً تھی نہ عمداً

[a] امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کے کتاب الایمان میں باب باندھا ہے بَابُ ظُلْمٍ دُوْنَ ظُلْمٍ اور اسی آیت کو دلیل میں پیش کیا ہے ۱۲

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا

پس نکلوا دیا اُن کو اُس سے جس میں وہ تھے اور کہا ہم نے اُتر جاؤ (زمین میں)

اُس ممنوع درخت سے کہ جھوٹی قسم کھا کر اُن کو خیر خواہی جتائی اور وہ خدا کے نام کی عزت کے خیال سے دشمن کے دھوکے میں آگئے، اور اُس درخت کا پھل کھا لیا اور اُس کے انجام فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کو بھول گئے فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ پس نکلوا دیا اُنکو اُس مقامِ عزت و آسائش سے جس میں وہ رہتے تھے، اور اُس کی بے محنت نعمتوں سے محروم کر دیا یعنی شیطان اُن کے وہاں سے نکالے جانے کا سبب[۱۲۸] تھا و اور اسکی پاداش میں کہ انہوں نے ہمارے حکم کو اُس کی حد سے گرا دیا قُلْنَا ہم نے حکم دیا اِهْبِطُوْا تم یہاں سے

داراداۃً اس کی پوری تفصیل انشاءاللہ اگلی آیت فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا کی تفسیر میں آئے گی، سردست جو کچھ عصمت کے متعلق ہے اُس کا مختصر بیان یوں ہے کہ کسی فاعل سے جو فعل سرزد ہوتا ہے وہ عمد و ارادہ سے بھی ہوتا ہے اور خطا و نسیان سے بھی ہوتا ہے لیکن بہر دو صورت نسبت اُس فعل کی اُسی کی طرف ہوتی ہے جس سے وہ فعل صادر ہوتا ہے جیسا کہ صورت نساء پ۵ میں فرمایا وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً اور اس کے بعد فرمایا وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ان ہر دو آیات میں قتلِ خطا اور قتلِ عمد کی نسبت مَنْ کی طرف ہے جس سے فعلِ قتل سرزد ہوا، اسی طرح سورت طٰہٰ میں عَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ سے پہلے اوپر کے رکوع میں گذر چکا ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی اے ہمارے حبیب پاک آپ سے پہلے ہم نے آدمؑ کو ایک حکم دیا تھا پس وہ بھول گیا۔ اور ہم نے (اُس میں) اُس کا عمد و ارادہ نہیں پایا۔ پس اس سے حقیقت کھل گئی کہ آدمؑ سے ممنوع درخت کا پھل کھانے کا فعل نسیانًا ہوا تھا عمدًا و ارادۃً نہ ہوا تھا اور نسیان و خطائے اجتہادی منافی عصمت نہیں ہیں، ہم نے اس مسئلہ کو مستقل طور پر اپنی دو کتابوں عصمتِ انبیاءؑ اور کتابِ عصمت و نبوت میں بیان کر دیا ہے ہر دو عیسائیوں کی علی الترتیب دو کتابوں بیگناہ نبیؐ اور (معاذاللہ) کتاب عدم معصومیتِ محمدؐ کے جواب میں مدت سے چھپکر شائع ہو چکی ہیں اور کسی پادری نے آجتک اُن کے جواب میں قلم اُٹھانے کی جرأت نہیں کی، والحمدللہ! ۱۲ منہ

[۱۲۸] شیطان نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو اس طرح دھوکا دیا کہ اُسی نوع کے دوسرے پیڑ کے تیچے لے جا کر اس کی صفت یوں بیان کی کہ یہ شَجَرَةُ الْخُلْدِ ہے اس کا پھل کھانے سے تم سدا جیتے رہو گے، جیسا کہ سُورتِ طٰہٰ اور سورتِ اعراف میں صاف مذکور ہے، اور ہم نے یہ جو کہا کہ اُسی نوع

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

بعض تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے زمین میں

زمین میں اتر جاؤ[۱۲۹]، وہاں پر جنت کے برخلاف زمینی اختلاط کی وجہ سے بَعْضُكُمْ تمہاری اولاد کے بعض افراد لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض کے لئے دشمن ہوں[۱۳۰] گے وَ اور اس لئے کہ تم مادۂ ارضی سے پیدا کئے گئے ہو اور تمہارے جسم خاکی میں رُوح پھونکی گئی ہے لَكُمْ تمہارے جسم خاکی

کے دوسرے پیڑ کے نیچے لے گیا اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب خدا تعالےٰ نے آدمؑ کو هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کے اشارۂ حاضر و قریب سے فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا تو اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں اوّل عین وہی مشارٌ الیہ درخت، دوم اسکی نوع کے جملہ درخت، پس شیطان نے یہ دھوکا دیا کہ خدا تعالیٰ نے تم کو اسی پیڑ سے منع کیا تھا جس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا، اس کی نوع کے دیگر پیڑوں سے منع نہیں کیا تھا۔ اور پھر اس پر قسم بھی کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں آدمؑ اور حواؑ اُسکے دھوکے میں آگئے اسی امر کو سورۂ اعراف پ۸ ع۲ میں فرمایا فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ یعنے شیطان ان دونوں کو دھوکے سے پستی کی طرف اُتار لایا۔ اور سورت طٰہٰ پ۱۶ ع۷ میں فرمایا فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی آدمؑ بھول گیا۔ اور ہم نے اس پر اس کا عزم نہیں پایا یعنی آدمؑ سے یہ قصور عزم و ارادہ سے نہیں ہوئی بلکہ نسیان و غلط فہمی سے ہوئی اور حدیث شریف میں بھی ہے نَسِيَ اٰدَمُ الحدیث، یعنی آدمؑ بھول گئے۔ ہماری اس تفصیل سے الفاظِ قرآنی کی نشست اور سلسلۂ کلام کا ربط اور آدمؑ کی عصمت سب کچھ احسن صورت میں قائم رہتا ہے، اور اسکے سوا ان روایات کو تسلیم کرنے سے جن کی سند نہ قرآن میں ہے نہ حدیث مرفوع میں، بلکہ ان کی بنا اہل کتاب کی بے سند روایتوں اور نوشتوں پر ہے ان ہر سہ امورِ مذکورہ میں خلل واقع ہوتا ہے فَتَفَكَّرْ وَلَا تَغْفُلْ ۱۲ منہ

[۱۲۹] اسجگہ اِهْبِطُوْا بصیغۂ جمع فرمایا اور سورتِ طٰہٰ میں اِهْبِطَا بصیغۂ تثنیہ فرمایا، وجہ یہ ہے کہ جمع کے معنی ہیں ضَمُّ الشَّيْءِ اِلَى الشَّيْءِ یعنے ایک شے کو دُوسری شی کے ساتھ ملانا، یہ حقیقت دو میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے تثنیہ کے لئے بھی جمع کا صیغہ جائز ہے جیسا کہ سورتِ شعراء ع۲ میں ہے، کہ حضرات موسےٰ و ہارُونؑ کو فرمایا تھا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَا اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۔ اِذْهَبَا تثنیہ کا صیغہ ہے اور کُمْ ضمیر جمعِ حاضر کی ہے، اور حدیث صحیح میں ہے اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ (دارقطنی وغیرہ) یعنے دو اور دو سے اوپر جماعت ہے ۱۲ منہ

[۱۳۰] شیطان اور حضرت آدمؑ میں دشمنی کا ذکر سورت طٰہٰ میں مذکور ہے، اور اس کا سبب ظاہر ہے، کہ

مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى

ٹھکانا (بھی) ہوگا اور فائدہ بھی ہے ایک مدت (مقرر) تک ۳۶ پس سیکھے

کی رہائش کے لئے فِی الْاَرْضِ[۱۳۱] زمین میں مُسْتَقَرٌّ جائے قرار ہوگیا کہ تم اسمیں سکونت کرسکو۔ اور کھانے اور دیگر ضروریات کے لئے مَتَاعٌ[۱۳۲] اسبابِ آسائش بھی ہونگے لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ ایک مدت[۱۳۳] تک جس کی انتہا ہمارے علم میں[۱۳۴]

ابلیس حکمِ خدا کی تعمیل نہ کرنے سے ملعون ہوا جو آدمؑ کی تعظیم و تکریم کے متعلق تھا لہٰذا یہی اولادِ آدمؑ سے اسکی دشمنی کی وجہ ہے لیکن آدمؑ کو جنت سے زمین پر اُتارنے کا حکم دینے کے ساتھ ہی یہ جو فرمایا کہ بعض تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے تو اولادِ آدمؑ میں دشمنی پڑ جانے کا سبب کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین عالمِ کون و فساد ہے اور اغراض مشترکہ کے لئے اسکی اشیاء میں تصرف کرنے میں انسانوں کی طبعی متضاد قوتوں میں کشمکش واقع ہوجاتی ہے جس کا انجام باہمی عداوت ہے اور اوپر گذر چکا ہے کہ شریعت کے امر و نہی کا مدار تمام تر یہی متضاد قوتیں ہیں اس لئے پیشتر ہی سے فرمایا کہ ایسا ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی اپنی طرف سے ہدایت پہنچنے کی خبر بھی دے دی تھی کہ ان مزاحمتوں میں ناجائز تصرفات و کشمکش سے بچنے اور عدل و انصاف پر قائم رہنے کے لئے ہماری اس ہدایت کی پیروی کرنی ہوگی۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ انشاء اللہ! وَاللّٰهُ الْهَادِیْ ۱۲ منہ

[۱۳۱] مرزا صاحب قادیانی نے اس آیت سے اور اس جیسی دیگر آیات مثلاً اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (مرسلات پ ۲۹ ع ۱) سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی رفع سماوی کے خلاف دلیل پکڑی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ انسان کا مقرِ طبعی زمین ہے نہ تو وہ آسمان پر جاسکتا ہے اور نہ وہاں رہ سکتا ہے اس کا عالمانہ جواب یہ ہے کہ علمِ اصول کے رُو سے مفہوم و منطوق کے مقابلہ میں منطوق مقدم ہوتا ہے اور مفہوم ترک کردیا جاتا ہے آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (پ ۶ ع ۱) منطوق خداوندی ہے اور مرزا صاحب کا استدلال آیت وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور اس جیسی دیگر آیات کے مفہوم سے ہے پس یہ مفہوم بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے خلاف ہونے کے سبب مردود و باطل ہے اسی طرح حضرت عیسٰیؑ کے نزولِ عیسٰی کی احادیثِ صحیحہ بھی منطوقِ نبویہ ہیں اور بعض میں من السماء کی تصریح بھی موجود ہے (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی صفحہ ۳۰۱) اور یہ نزول مستلزم ہے صعود سماوی کو پس مرزا صاحب کا استدلال منطوقِ خداوندی اور منطوقاتِ نبویہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے اصول شاشی وغیرہ کتبِ اصول

میں صحتِ قیاس کے لئے پانچ شرطیں مذکور ہیں اول ان میں سے یہ ہے کہ وہ قیاس خلافِ نص نہ ہو علاوہ بریں یہ کہ زمین کا انسانوں اور دیگر زمینی حیوانات کے لئے مقرِ طبعی ہونا جعلِ تکوینی کی جنس سے ہے اور جعلِ تکوینی میں مجعول الیہ عارضی غیر لازم ہوتا ہے اسی لئے دُنیا و ما فیہا سارے سلسلۂ مخلوقات کو عالمِ امکان کہتے ہیں جب سب کچھ ممکنات سے ہوا تو کوئی بھی چیز مع اپنی جمیع کیفیات و خصوصیات کے واجب و ضروری نہ ہوئی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا. (فرقان پ ۱۹ ع ۵) نیز آیت وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (قصص پ ۲۰ ع ۷) میں رات کو سکون کا وقت اور نیند کو آرام کا سبب اور دن کو انتشار و حرکت کا وقت بنانا فرمایا ہے حالانکہ بعض وقت نیند تکلیف کا سبب ہوجاتی ہے اور بعض وقت رات کو بھی کام کرکے روزی کمائی جاتی ہے اور ریل گاڑی کے سفروں میں اور اسٹیشنوں پر اور سینما ہال کی سڑکوں پر رات کے وقت بھی دن کی طرح نقل و حرکت جاری رہتی ہے تو ان سب باتوں کا صحیح اور معقول جواب یہی ہے کہ جعلِ تکوینی کی سب باتیں اکثری ہوتی ہیں لازم و واجب نہیں ہوتیں اسی طرح زمین کا انسانوں اور دیگر حیوانات کے لئے مقرِ طبعی ہونا لازم نہیں ہے اور اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف اور حضرت عیسٰےؑ کی رفع سماوی ہر دو عارضی طور پر ہیں اسی طرح آسمان فرشتوں کا مقرِ طبعی ہے لیکن وہ جنگ بدر، جنگ اُحد، جنگ احزاب اور جنگ حنین میں زمین پر آئے اور ہر روز صبح و شام کراماً کاتبین اور دیگر فرشتے اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر جو خدا تعالیٰ نے ان کے سپرد کر رکھی ہیں زمین پر آتے رہتے ہیں اور پھر آسمان پر چلے جاتے ہیں دیگر یہ کہ حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالمِ امر سے ہے اس لئے اُن کی آسمان پر رہائش جو فرشتوں کا مسکن ہے ان کی فطرت کے خلاف نہیں ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خزانہ اسرار تاویل الاحادیث میں حضرت عیسٰےؑ کے احوال میں فرماتے ہیں كَانَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَاَنَّهٗ مَلَكٌ يَّمْشِىْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ (صفحہ ۵۹-۶۰) یعنی حضرت عیسٰےؑ گویا کہ ایک فرشتہ تھے جو روئے زمین پر چلتے تھے۔

(۲) اور مرزا صاحب آنجہانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں جو یہ فرمایا کہ اس آیت فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ میں فِى الْاَرْضِ کو مُسْتَقَرٌّ پر مقدم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان کے لئے زمین ہی جائے قرار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اسی طرح لَكُمْ بھی فِى الْاَرْضِ پر مقدم ہے تو کیا زمین صرف انسانوں ہی کے لئے مستقر یعنے جائے قرار ہے اور دیگر زمینی

حیوانات کے لئے نہیں ہے پس جس طرح اس کے جواب میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نوعِ انسانی کی آبادی زمین پر بالاصل مقصود ہے اور دیگر حیوانات کے لئے بالتبع ہے۔ کیونکہ ان کی پیدائش انسانوں کے منافع کے لئے ہے جیسا کہ اس سے پہلے رکوع میں فرمایا هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (بقرپ رکوع سوم) اسی طرح ہم بھی کہہ سکتے ہیں اور بالکل بجا کہتے ہیں کہ زمین انسان وغیرہ کے لئے اصلی مستقر ہے لیکن آنحضرت صلعم اور حضرت عیسٰیؑ کا زندہ آسمان پر جانا خصوصی حکمتِ الٰہیہ کے ماتحت ایک خاص وقت اور میعاد کے لئے ہے آنحضرت صلعم تو پھر زمین پر تشریف لے آئے اور حضرت عیسٰیؑ بھی قیامت سے پہلے پھر زمین پر آجائیں گے اور زمین ہی میں روضۂ اطہر نبویہ میں مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں مصرح ہے پس ہر دو امر اصلی اور عارضی حکمتِ الٰہیہ کے ماتحت اپنی اپنی جگہ پر پورے ہیں۔ وَاللّٰهُ الْهَادِیْ ۱۲ منہ

۱۳۲ مَتَاعٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی طرح پر بھی فائدہ اٹھایا جا سکے (راغب) اس آیت کا مقتضا یہ ہے کہ ہم تم کو جنت کی نعمتوں اور اس کے آرام و آسائش سے نکال کر جو زمین پر بھیجنے لگے ہیں تو وہاں پر بے سامان محض نہیں رکھیں گے بلکہ مکانِ رہائشی اور سامانِ زندگی ہر دو چیزیں عطا کریں گے ۱۲ منہ

۱۳۳ ایک مدت تک یعنی یہ سب کچھ ہمیشہ کے لئے نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک وقت مقرر تک ہوگا بروں کے لئے تو فرمایا فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ (البقرہ ع) اور نیکوں کو بشارت سنائی یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (ہود ع) ۱۲ منہ

۱۳۴ اِلٰی حِیْنٍ دو امروں کے لئے فرمایا۔ اس لئے بھی کہ اگر تم کو جنت سے نکلنے کا غم ہو تو تسلی رکھو کہ دنیا میں سدا نہیں۔ بلکہ ایک خاص مدت تک رہو گے پھر ایمان و اعمالِ صالحہ کی برکت سے اسی جنت میں آسکتے ہو دیگر اس لئے کہ دنیا کے اس مکان (مستقر) اور متاع میں مشغول ہو کر جنت کی نعماء کو بھول نہ جانا کہ وہ مکان اور اس کے سامان سدا کے لئے نہیں ہوں گے بلکہ سب کچھ فانی ہوگا سبحان اللہ! ایک ہی لفظ میں تسلی بھی ہے اور موعظت بھی انفرادی طور پر تو ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے جیسا کہ فرمایا وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (سورت منافقون پ ۲۸ ع) اور مجموعی طور فنائے عالم کا وقت بھی مقرر ہے جیسا کہ فرمایا وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا (کہف

اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمے، پس رجوع کیا (خدا نے) اس پر بیشک وہ

مقدر ہے جب آدمؑ کو معلوم ہوگیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے تو بتقاضائے فطرت پشیمان ہوئے پس عنایت ایزدی ان کے متوجہ حال ہوئی اور تَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ سیکھے آدمؑ نے اپنے رب کے الہام سے چند کلمے توبہ کے لئے جو یہ ہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (اعراف پ ۸ ع ۲) یعنی اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے آدمؑ نے ان کلمات سے دعا کی فَتَابَ عَلَیْهِ پس خدا تعالیٰ نے غضب کی بجائے ان پر مہربانی کا رجوع کیا یعنی ان کی توبہ منظور فرمائی اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

پ ۱۵ ع) نیز فرمایا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (طٰہٰ پ ۱۶ ع) پھر اس کے بعد روزِ قیامت ہے اور انفرادی اور مجموعی ہر دو فنا کی میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے دیگر کسی کو معلوم نہیں ۱۲ منہ

نکتہ ۱۔ اس آیت سے صاف سمجھا جا سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی کے لئے مکان اور سامان زندگی کی سخت ضرورت ہے مقدار یا حیثیت کچھ بھی ہو اسی لئے مُسْتَقَرٌّ اور مَتَاعٌ ہر دو کو نکرہ ذکر کیا ہے جو مسلمان اس وقت بے خان و مان اور بلا سامان وحشیانہ زندگی بسر کر رہے ہیں وہ اس نکتے سے عبرت حاصل کریں کہ گذر اوقات کے لئے طاقت بھر حلال مال کے لئے سعی کرتے رہیں اللہ مسبب الاسباب برکت کرے گا۔ نکتہ معرفت ۲۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو قرارگاہ (مکان) اور سامان زندگی دینے کا وعدہ پہلے روز سے سنا دیا ہوا ہے پس انسان کو ضعفِ اعتقاد کی وجہ سے بیقرار نہیں ہونا چاہئے بلکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد رکھنا چاہئے ۱۲ منہ

۱۳۵ یہ تلقی وحی و الہام سے تھی جیسا کہ آنحضرت صلعم کو فرمایا وَاِنَّكَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ (نمل پ ۱۹ ع) یعنی اے ہمارے حبیب پاک صلعم، بیشک آپ سکھائے گئے ہیں یہ قرآن حکمت والے علم والے خدا کے پاس سے ۱۲ منہ

۱۳۶ اس جگہ کلمات کا سیکھنا آدمؑ کی نسبت ذکر کیا لیکن سورۂ اعراف میں اقرارِ خطا میں دونوں شامل ہیں وجہ یہ کہ ان کلمات کی وحی تو صرف آدمؑ کو ہوئی لیکن خطا دونوں سے سرزد ہوئی تھی اس لئے دعا میں دونوں شامل ہیں ۱۲ منہ

اَلتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا

توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۱۳۸ ہم نے فرمایا تم سب (یہاں سے زمین پر)

بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا اور علاوہ اس کے مہربانی کرنے والا بھی ہے لیکن اس پر بھی **قُلْنَا** ہم نے فرمایا **اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا** تم سب [۱۳۸] یہاں سے زمین پر اُتر جاؤ کیونکہ

۱۳۷ یہ سب سے پہلی خطا ہے اور سب سے پہلا اعترافِ خطا اور سب سے پہلی قبولیتِ دُعا ہے پس آدمؑ کی اولاد کو اس دعا کی فضیلت بھولنی نہیں چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا۔

۱۳۸ اس حکم کے دوبارہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی دفعہ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا کے بعد جب آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور وہ قبول بھی ہو گئی تو اُن کو امید ہو گئی کہ اب جنت سے خروج کا حکم بھی ٹل جائے گا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت کی بنا پر یہی فرمایا کہ زمین پر جانا ضرور ہو گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمؑ کا جنت سے نکلنا سزا کے طور پر نہ تھا۔ کیونکہ معافی اور سزا دونوں امر جمع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت میں یہی تھا کہ ان کو جنت میں عارضی طور پر رکھ کر اور ان کے ظاہری و باطنی قویٰ کی تربیت و تکمیل کر کے ان کو زمین بھیجا جائے گا اور وہاں پر ان کو زمینی اشیا ہیں جن کے اسماء و خواص تعلیم کر دیئے گئے تھے عملی تصرف و اختیار دیا جائے گا۔ اور یہ خطا صرف امر و نہی کے متعلق ترک و فعل کی ہر دو متضاد قوتوں اور توبہ و پشیمانی کے فطری تقاضا کے اظہار کے لئے تھی پس ہر دفعہ اِهْبِطُوْا اپنے اپنے موقع کے لحاظ سے ہے اسی طرح قرآن شریف کی سب مکرر آیات کا حال سمجھئے کہ وہ سب حسبِ موقع الگ الگ ضرورت اور فائدے کے لئے ہوتی ہیں جیسا کہ اُس نے خود فرمایا وَصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا (طٰہٰ پ ۱۶) یعنی ہم نے اس قرآن مجید میں آیات وعید کو مکرر سہ کرر مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تاکہ ان لوگوں کو بار بار اور طرح طرح سے سمجھانے سے ان کو خدا کا خوف حاصل ہو یا وہ (قرآن) کم از کم اُن کے لئے کوئی نئی نصیحت پیدا کرے ۱۲ منہ

۱۳۹ اس کُمْ کے خطاب میں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اور ان کی اولاد سب داخل ہیں یعنی نوعِ انسان اس کی مخاطب ہے چاہے اُس وقت خارج میں موجود نہ تھے لیکن خدا کے علم میں تو مقدر تھے اس لئے آدمؑ کو خطاب کرنے میں امرِ الٰہی میں وہ بھی ملحوظ ہیں چنانچہ اسی نکتہ کے لحاظ سے سورۂ اعراف میں اس قصہ کے کئی ایک نتائج متعلقہ کے ذکر کے بعد سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا یٰبَنِیْ

جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ

اتر جاؤ پس اگر آوے تمہارے پاس میری (طرف سے) ہدایت تو

ہماری حکمت کا تقاضا یہی ہے اور تمہاری خلافت زمینی اشیاء کے متعلق ہی مقدر ہے **فَ** پس خلافت کو صحیح طریق پر چلانے کے لئے اور میری عبادت کے لئے میرے رسولوں کی معرفت تم کو میری طرف سے **اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ** [۱۳۹] **مِّنِّیْ هُدًى** [۱۴۰] اگر آوے ہدایت جو تم کو صحیح راستہ پر قائم رکھے گی تو اُس کی پیروی کرنی ہو گی اور اُس کی شناخت کی قابلیت تمہاری فطرت میں رکھ دی ہے اور اُس کی تائید معجزات سے ہوتی رہے گی جس سے واضح ہوتا رہیگا کہ وہ ہدایت میری طرف سے ہے اور میرے غیر کی طرف سے نہیں ہے **فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ**

اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (اعراف پ ۸) اور اس جگہ سورت بقرہ میں جو فرمایا کہ میری طرف سے تم کو ہدایت آئے گی سورت اعراف کی آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ ہدایت ربانی وہ ہے جو خدا کے رسولوں کی معرفت آئی اور سورتِ بقرہ میں جو فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فرمایا تو سورتِ اعراف میں اُس کی عملی کیفیت فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ سے بتائی ہے کہ متابعتِ شرع کی صورت تقویٰ اور صلاحیتِ عمل ہے اور اسی پر فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کی خوشخبری ہے اور یہ ہر دو جگہ یکساں مذکور ہے۔

تنبیہ قادیانی لوگ سورتِ اعراف کی آیت مذکورہ بالا سے آنحضرت صلعم کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے کی دلیل پکڑتے ہیں ان کو معلوم رہے۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلعم کے بعد انبیاء بھیجنے کے متعلق نہیں ہے بلکہ آدمؑ کو بہشت سے زمین پر بھیجنے کے وقت (موجود و مقدر) نوعِ انسانی کو خطاب کر کے سنایا گیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے یہ قصہ بالتفصیل مذکور ہے اور سورت بقرہ اور سورتِ طٰہٰ میں بھی بالتصریح موجود ہے اور ایسا ہی واقعہ میں ہوتا رہا، تا آنکہ نبوت محمد صلعم پر ختم ہو گئی۔ پس اب کوئی نیا نبی یا رسول نہیں ہو سکتا جو ہو چکے سو ہو چکے اور حضرت عیسیٰؑ جو قربِ قیامت میں آئیں گے تو سابقاً نبی ہوئے ہیں اُسی نبوت سے آئیں گے نئے نہیں آئیں گے ۱۲ منہ

۱۴۰ مِّنِّیْ هُدًى اس سے مراد وحی ربانی سے احکام الٰہیہ کا نازل ہونا ہے جو انسان کے لئے ہدایت کا چشمہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم هَادِیْ بھی ہے شروع سورت میں اس کتاب قرآن شریف کو هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ فرمایا اور متقین کے اوصاف بیان کر کے اُن کی نیک روش

تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۹﴾

جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی پس نہیں ہوگا کوئی خوف اوپر ان کے اور نہ وہ غم کھائیں گے ۱۳۹

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

اور جن لوگوں نے انکار کر دیا اور جھٹلا دیا ہماری آیتوں کو وہ ہوں گے باشندے

پس جو کوئی پیروی کرے گا میری بھیجی ہوئی ہدایت کی فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ پس اُن پر آئندہ کے لئے کوئی خوف طاری نہیں ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۹﴾ اور نہ وہ پچھلے نقصان کا غم کھائیں گے کیونکہ جنت کی جو نعمتیں اُن کو ملیں گی وہ سب خوف و غم دُور کر دیں گی؛ وَ اور اِن کے مقابلہ میں الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے اُس ہدایت سے اِنکار کر دیا اور ہمارے احکام کو جھٹلا دیا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ وہ جنت کی بجائے جہنم کے باشندے ہوں گے، اور جس طرح وہ تمام عمر کفر پر رہے اسی طرح هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۰﴾[۱۴۱] وہ اُس (دوزخ) میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی بھی نکالے نہ جائیں گے کیونکہ وہ دُنیا میں توبہ کر کے کفر سے نہ نکلے تھے اور کفر کی سزا ابدی

اور نیک انجام کی نسبت فرمایا أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یعنی یہی لوگ ہیں جو اُس ہدایت پر عمل پیرا ہیں جو اُن کے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے اور یہی ہیں جو عاقبت میں نجات پائیں گے ۔ ۱۲ منہ

[۱۴۱] قرآن شریف میں بشارت و نذارت ہر دو کا ذکر عموماً یکے بعد دیگرے اکٹھا آتا ہے، کیونکہ چیزوں کی شناخت اُن کی اضداد سے بوضاحت ہو جاتی ہے نیز اس لئے کہ انسان کو اگر کسی چیز کا شوق دلایا جائے یا اُس میں فائدہ حاصل ہونے کی اُمید دلائی جائے تو وہ بتقاضائے طبع اُس کی طرف رغبت کرتا ہے ۔ اور اُس کے حاصل کرنے میں کوشش کرتا ہے، اور اگر اُسے خوف دلایا جائے یا اُس کے ضرر اور انجام بد سے آگاہ کیا جائے تو وہ بتقاضائے عقل اُس سے پرہیز کرتا ہے، پس موعظت و تذکیر کے سلسلہ میں ترغیب و ترہیب ہر دو کا ذکر نہایت موزون و مناسب ہے ۱۲ منہ

[۱۴۲] بنی اسرائیل پر خدا تعالیٰ کے انعامات بیش از بیش ہوئے اُن کے خاندان میں صدہا سال تک نبوت رکھی؛ اور اُن کو سلطنت بھی بخشی؛ پھر موسٰی علیہ السلام کے وقت میں فرعون جیسے ظالم دشمن سے نجات دی اور بیابان (تیہ) میں طرح طرح کے انعامات کئے جن کی تفصیل اگلے رکوع

النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۰﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ

دوزخ کے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے بنگ اے بنی اسرائیل

اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا

یاد کرو میری نعمت جو میں نے تم پر انعام کی اور پورا کرو

بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿۴۱﴾

میرا عہد پورا کروں گا میں عہد تمہارا اور خاص مجھ ہی سے ڈرو ۱۴۱

جہنم ہے ۔ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اے ہمارے برگزیدہ بندے یعقوب کی اولاد جن کو آدم کا یہ قصہ معلوم ہے اور ربانی ہدایت تمہارے خاندان میں اباً عن جدٍ جاری رہی اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ[۱۴۲] تم یاد کرو میری نعمت جو تم پر اور تمہارے اسلاف پر انعام کی وَأَوْفُوا بِعَهْدِي[۱۴۳] اور پورا کرو میرا عہد جو ہر نبی پر خصوصاً نبی آخر الزمان پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کے متعلق تم سے موسٰی کی معرفت لیا گیا تھا أُوفِ بِعَهْدِكُمْ[۱۴۴] پھر میں بھی تمہارے عہد کو پورا کروں گا جو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لانے اور اُن کی نصرت و تعظیم بجالانے پر کیا تھا وَ اور کسی دیگر کا خوف و رعب تم کو اس سے نہ روکے بلکہ إِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿۴۱﴾ صرف مجھ ہی سے ڈرو[۱۴۵] وَآمِنُوا بِمَا

میں مذکور ہے ۱۲ منہ

[۱۴۳] یہ عہد خدا کے ہر پیغمبر پر ایمان لانے اور اُسکی نصرت کرنے کے متعلق خصوصاً پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لانے اور اُن کی نصرت کرنے کے متعلق تھا جیسا کہ سورتِ مائدہ پ ۶ ع ۳ میں مذکور ہے وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا الآیہ نیز پیغمبر آخر الزمان کے متعلق عہد لینے کا ذکر سورتِ آل عمران پ ۳ ع ۱۷ میں ہے وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ الآیہ اور موسٰیؑ کی پانچویں کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ میں نیز کتاب رسولوں کے اعمال ۲۲ مصنفہ مقدس لوقا مصنف انجیل لوقا، الملحقہ اناجیل اربعہ باب ۲۱، ۱۲ منہ

[۱۴۴] سورتِ مائدہ پ ۶ ع ۳ کی آیت محولہ بالا کے آگے ہے، وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ الآیہ ۱۲ منہ

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا

اور ایمان لاؤ اُس (کتاب) پر جو میں نے نازل کی، تصدیق کرتی جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو

اَنْزَلْتُ اور تم ایمان لے آؤ اُس کتاب پر جو میں نے اپنے مقامِ تفرید سے نازل کی ہے اور اُس میں کسی غیر کا دخل نہیں ہے، اس لئے کہ وہ کتاب میری نازل کردہ ہے، اور اس کتاب کی صورت حال یہ ہے کہ وہ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ[145] تصدیق کرنے والی ہے اُس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے یعنی توریت کی کہ واقعی توریت منزل من اللہ ہے، پس بہر[146] وجہ تم پر واجب ہے کہ تم اُس پر ایمان لاؤ وَ اور لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ[147] مت بنو اپنی قوم بنی اسرائیل میں سے ابتدائی کافر اس کتاب کے کیونکہ جو لوگ تمہاری وجہ سے کفر اختیار کریں گے اُن کا گناہ بھی تم کو اُٹھانا پڑے گا۔[149] اُن کی خلاصی بوجہ اُن کی اپنی ذمہ داری کے تو نہ ہوگی لیکن تم دُہرے

[145] خدا تعالےٰ کے ڈرنے کے متعلق قرآن شریف میں کئی الفاظ آئے ہیں، رَهْبَةٌ، تَقْوٰی، خَشْيَةٌ، حَذَر اور خَوْف، ان سب کے مفہوم میں خوفِ خدا مشترک امر ہے، لیکن موقع ومحل کے لحاظ سے ان میں قدرے امتیاز ہوتا ہے، مثلاً جہاں پر احکامِ خداوندی کی تعمیل میں لوگوں کا دباؤ اور رُعب مانع ہو، وہاں پر لفظ رَهْبَةٌ آیا ہے، مثلاً لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ (الحشر پ ۲۸ ع ۲) پس اس جگہ آیت زیر تفسیر میں جو فَارْهَبُوْنِ فرمایا تو اسکے یہ معنی ہیں کہ لوگوں سے ڈر کر خدا کے عہد سے نہ پھرو ۱۲ منہ

[146] مذہبی مسائل جو کسی قوم میں رائج ہوتے ہیں، اسکی کئی صورتیں ہیں، اوّل وہ جو کتاب الٰہی اور سُنّتِ پیغمبرِ وقت کے مطابق قائم ہوتے ہیں، دوم وہ جو بدعات کی قسم سے ہیں اور شریعت میں اُن کا اصل نہیں ہے، ظاہر ہے کہ قرآن شریف صرف اُن مسائل کا مصدق ہوسکتا ہے جو منزل من اللہ ہوں، اور جو مسائل ان لوگوں نے از خود اختراع کرلیے تھے گو وہ عام رواج پاچکے تھے، ان کی تصدیق نہیں بلکہ تردید قرآن کا فرض ہے، باقی رہے بعض منسوخ شدہ، فروعی مسائل تو انکی تصدیق یہی ہے کہ واقعی وہ مسائل حق تھے لیکن خدا کے علم میں اُن کا اجرا اسوقت تک تھا، اسکی تفصیل ہم انشاء اللہ رکوع نمبر ۱۳ کی آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ کی تفسیر میں کرینگے واللہ الموفق ۱۲ منہ۔

[147] یعنی اس وجہ سے بھی کہ سابقاً تم سے قرآن اور پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا تھا، اور اس وجہ سے بھی کہ قرآن منزل من اللہ ہے، گو عہد نہ بھی لیا گیا ہو پھر بھی منزل من اللہ ہونے کی وجہ سے واجب القبول ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ قرآن شریف تمہاری کتاب توریت کی تکذیب نہیں کرتا کہ تم کو انکار کی گنجائش ہو، بلکہ

اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّ

ابتدائی کافر ساتھ اس کے اور نہ حاصل کرو میری آیتوں سے مول تھوڑا اور

عذاب میں مبتلا ہو جاؤگے، وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ اور نہ حاصل کرو[150] میری آیتوں کے عوض ثَمَنًا قَلِيْلًا مول تھوڑا[151] یعنے دُنیا کا مال کیونکہ وہ خواہ کتنا بھی ہو پھر بھی تھوڑا ہے جیسا کہ فرمایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (النساء پ ۵ ع ۱۱) اس کی دو وجہیں ہیں اوّل دنیا کا مال دنیا دار کی نظر میں بھی قلیل ہے چاہے کتنا ہو اُس کی آنکھ سیر نہیں ہوتی، دوم یہ کہ عاقبت کے ثواب کے مقابلہ میں فانی اور درجے میں حقیر ہے وَ اور اگر تم کو دنیوی اغراض کے فوت ہونے کا خوف ہے تو اس امر میں بھی اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

اُسکی تصدیق کرتا ہے، پس اُس پر ایمان لانا تمہارا فرض ہے، ۱۲ منہ

[148] اَوَّلَ كَافِرٍ، اَوَّلَ مَنْ كَفَرَ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (کبیر وغیرہ) ۱۲ منہ

[149] جیسا کہ فرمایا لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ الآیہ (النحل پ ۱۴ ع ۴) نیز فرمایا وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ الآیہ (عنکبوت پ ۲۰ ع ۱۳) ۱۲ منہ

[150] اِشْتِرَاءٌ (خرید و فروخت) کی حقیقت کیلئے دیکھو نوٹ ۸۵، صفحہ ۶۴، ۱۲ منہ

[151] آیتوں کو تھوڑی قیمت پر بیچنا یہ ہے، کہ دین کے بدلے دنیا حاصل کی جائے، اسی کو دین فروشی کہتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں، اوّل یہ کہ طمعِ نفسانی سے یا کسی کے ڈر یا لحاظ یا حصولِ اغراض کی وجہ سے آیتوں کو غیر محل پر لگا کر لوگوں کو اعتبار دلانا اور ان سے اپنے مطالب حاصل کرنا، دوم یہ کہ کلمِ الٰہی میں تصرف کرکے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں سے اپنے اغراض حاصل کرنا جو اگلی آیت میں وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ سے منع کیا، سوم یہ کہ حق کو چھپانا کہ اپنا مطلب فوت نہ ہو جس سے وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ میں منع کیا، ۱۲ اہل کتاب کے اکثر علماء اور مشائخ طریقت کی نسبت سورت توبہ پ ۱۰ ع ۵ میں مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے فرمایا، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط یعنے اے مسلمانو! البتہ بہت سے علماء (یہود و نصاریٰ) اور انکے درویش و مشائخ لوگوں کے مال (راس بھیس میں) باطل طریق سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی (سیدھی) راہ اسلام سے روکتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے الفوز الکبیر میں فرمایا کہ اگر تم اپنی امت میں اس کا نمونہ دیکھنا چاہو، تو اپنے (بعض) علماء اور مشائخ اور انکی اولاد کو دیکھ لو ۱۲ (اوکما قال) ۱۲ منہ

اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِا

خاص مجھ ہی سے ڈرتے رہو اور نہ ملاؤ حق کو باطل

لْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ

سے اور نہ چھپاؤ حق کو اور تم جانتے ہو اور

اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ

قائم رکھو نماز اور ادا کرتے رہو زکوٰۃ اور رکوع کرو ساتھ

مجھ ہی سے ڈرو کیونکہ رزق اور اس کے سلسلہ اسباب کی چابی میرے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ سورتِ شوریٰ پارہ ۲۵ رکوع ۲ میں ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ یعنی اُسی کے اختیار میں ہیں کُنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لئے چاہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لئے چاہے)۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور نہ ملاؤ حق کو ساتھ باطل کے یعنی اپنی طرف سے کچھ ملا کر یا کتاب اللہ کی غلط تاویل کر کے جو منشائے الٰہی کے خلاف ہے وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ اور نہ چھپاؤ حق کو کہ موقع بیان و ضرورت پر تم اظہارِ حق سے خاموشی اختیار کرو۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ در آنحال کہ تم کو وہ بات معلوم ہو[۱۵۲]۔ یہ احکام دیگر لوگوں کو ارشاد و دعوت دینے کے متعلق ہیں وَ اور تمہاری تعظیم اور اپنی اندرونی صفائی اور پاکیزگی کے لئے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز کو درست طور پر قائم کرو وَ اور خلقت سے مواسات و ہمدردی کے لئے اٰتُوا الزَّكٰوةَ زکوٰۃ ادا کرتے رہو وَ اور جماعت بندی اور قومی نظام کے لئے ارْكَعُوْا

[۱۵۲] کتمانِ حق کا ارتکاب اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آدمی کو علم ہو اور موقع ضرورت پر ظاہر نہ کرے اسلئے اسکے ساتھ جملہ حالیہ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ زیادہ کیا حدیث شریف میں ہے، کہ جس سے کسی امر کا سوال ہو جس کا اس کو علم ہے، پھر وہ اُسے چھپائے تو اسکو قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائیگی (مشکوٰۃ کتاب العلم ص) ۱۲ منہ

[۱۵۳] راکعین سے مراد اُمت محمدؐ یہ ہے، بعض علمائے عصر نے لکھا ہے کہ پہلے کسی دین میں باجماعت نماز

الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ

رکوع کرنے والوں کے کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیکی کا اور

تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا

بھلا دیتے ہو اپنی جانوں کو اور تم خود پڑھتے ہو کتاب (توریت) تو کیا تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

عقل نہیں کرتے تھے اور مدد مانگو ساتھ صبر اور نماز کے

مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے[۱۵۳] یعنی نماز باجماعت ادا کرو کہ اس میں ادنےٰ و اعلیٰ میں مساوات کی عملی پریکٹس (مشق) ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تم حکم کرتے ہو دیگر لوگوں کو نیکی کا یعنی صدقہ و خیرات اور اقربا کے ساتھ حسن سلوک اور عام لوگوں سے حسنِ معاملت وغیرہ نیک کاموں کا وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور بھلا دیتے ہو اپنی جانوں کو، کہ خود اپنے وعظ پر عمل نہیں کرتے وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اور حال یہ ہے کہ تم خود پڑھتے ہو کتاب توریت اور لوگوں کو بھی سُناتے ہو پس حق تو یہ تھا کہ تم اپنے وعظ پر دیگر لوگوں سے پہلے عمل کرتے تاکہ لوگ تمہاری پیروی کرتے اور تم پر اعتماد و یقین رکھتے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ تو کیا تم کو اتنی بھی عقل نہیں کہ دُوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح ضروری[۱۵۴] ہے۔ وَ اور لوگوں کے رُعب اور لالچ کے مقابلہ میں اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ خدا تعالےٰ سے مدد مانگو ساتھ صبر کے کہ صبر استقامت کا زینہ اور کشادگی کی چابی ہے وَالصَّلٰوةِ اور ساتھ نماز کے کہ نماز سے دلبستگی اور پابندی اور تواضع پیدا ہوتی ہے[۱۵۵]

نہیں تھی اور یہودیوں کی نماز میں رکوع نہ تھا، اس لئے انکو رکوع کا حکم کیا، کہ اُمتِ محمدی میں داخل ہو جائیں، لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ حضرت مریمؑ کو یہی حکم ہوا تھا، وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ رپ۳ آل عمران ع۱۲) اس میں شریعت یہود میں دونوں امروں کا ثبوت ہے، ۱۲ ہمارے نزدیک درست یہ ہے کہ اس سے مراد نماز باجماعت پڑھنا ہے، اور اس موقع پر اللہ تعالےٰ یہود یوں کو فرما رہا ہے، کہ وہ اُمت محمدیہ میں داخل ہو کر نماز باجماعت ادا کریں، کیونکہ اوپر اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ میں انکو ایمان لانے کی دعوت ہو رہی ہے، اور اَقِیْمُوا

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۶﴾ الَّذِيْنَ

اور بیشک وہ بہت بھاری ہے مگر اوپر عاجزی کرنے والوں کے ۱۵۶ جو

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ

اعتقاد رکھتے ہیں کہ بیشک وہ ملنے والے ہیں اپنے رب کو اور یہ کہ بیشک وہ اُسکی طرف

وَاِنَّهَا اور بیشک وہ یعنی نماز لَكَبِيْرَةٌ البتہ بھاری ہے بوجہ تقیدِ طہارت اور پابندیٔ اوقات اور ضبطِ حرکات اور سب خانگی اور کاروباری اشغال کو چھوڑ کر دربارِ خداوندی یعنے مسجد میں بار بار حاضر ہونے کے اور بالخصوص فجر اور عشا کے وقت نیند اور سستی دُور کر کے جماعت کی پابندی میں نفس پر بوجھ پڑتا ہے اور سردی کے موسم میں تو سخت دشوار ہو جاتی ہیں۔ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۶﴾ مگر اُن لوگوں پر جو عاجز مزاج اور متواضع ہیں کہ اُن پر ان جملہ امور کا اثر نماز کے مقابلہ میں نہیں پڑتا[۱۵۶]۔ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ[۱۵۷] جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ضرور ضرور اپنے رب کے سامنے ہو کر اس سے ملاقات کرنے والے ہیں وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ

الصَّلٰوةَ میں مطلق نماز کی ادائیگی کا حکم ہے، اور وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ میں نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے، اور اسجگہ رکوع سے مراد نماز ہے، کیونکہ رکوع بھی نماز کے ارکان میں سے ہے، اور کسی رکن کے نام سے کل نماز کا مراد ہونا قرآن شریف میں وارد ہے، جیسا کہ سورت بنی اسرائیل والے رکوع نہم میں فرمایا وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور اس سے نماز فجر مراد ہے (تفسیر جامع البیان وغیرہ) ۱۲ منہ

۱۵۵ مقررین علماء کو اس آیت سے سبق لینا چاہیئے، کہ جو وعظ وہ دوسروں کو سنائیں، اُس پر خود بھی عمل کریں چنانچہ سورۂ صف پ۲۸ ع۱ میں فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ یعنے اے ایماندارو! تم (مومن ہو کر) کیوں وہ بات کہتے ہو جو خود نہیں کرتے خدا کے نزدیک یہ بات بڑے غضب کی ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم خود نہیں کرتے، اور حدیث شریف میں اُن علماء کا حال خوب بتایا ہے، جو لوگوں کو تو وعظ کرتے ہیں، لیکن خود عمل نہیں کرتے، مثلاً یہ کہ "سب سے بڑے برے علماء ہیں، اور سب سے اچھے علماء ہیں، (رواہ الدارمی (ص۲۹ ع) نیز فرمایا قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اس کے علم نے نفع نہ دیا، نیز فرمایا اُس شخص کی مثال جو لوگوں کو تو نیکی کی تعلیم دیتا ہے، اور اپنے آپ کو بھلا دیتا ہے، چراغ کی مثل ہے جو لوگوں کو تو روشنی دیتا ہے،

ے حواشی متعلقہ ترجمہ مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم دیوبندی مولفہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (متعنا اللہ بطول بقائہ آہ! آج

رٰجِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ يٰبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا

لوٹنے والے ہیں ۱۵۷ اے بنی اسرائیل یاد کرو

نِعْمَتِىَ الَّتِىْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ

میری نعمت جو انعام کی میں نے تم پر اور (یہ بھی) کہ مینے تمکو فضیلت بخشی

رٰجِعُوْنَ ﴿۴۷﴾[۱۵۸] اور وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حساب وجزائے اعمال کے لئے وہ بالضرور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں يٰبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اے ہمارے برگزیدہ بندے یعقوبؑ کی اولاد تم کو تمہاری خاندانی فضیلت اور نسبت یاد کرا کے دوبارہ[۱۵۹] خطاب کیا جاتا ہے کہ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ تم یاد کرو میرے انعامات جو مینے تم پر اور تمہارے اسلاف پر کئے کہ تم میں کثرت سے انبیاء پیدا کئے اور تم میں کثرت سے سلاطین بنا کر تم کو زمانہ دراز تک شاہی قوم بنائے رکھا۔ اور تم میں کثرت سے علمائے عاملین اور مشائخ کاملین پیدا کئے کہ تم میں ظاہری و باطنی ہدایت کا سلسلہ جاری رہے وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور اپنے آپ کو جلا دیتا ہے، (ترغیب ترہیب برحاشیہ مشکوٰۃ ص۴۳) اس مضمون کی احادیث بہت ہیں، ۱۲ اور اخیر پر جو فرمایا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم ہو کر عمل نہ کرنا بے عقلی کی دلیل ہے ۱۲ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ الْعُلَمَآءِ الْعَامِلِيْنَ، آمین، ۱۲ منہ،

۱۵۵ یعنی خدا تعالے سے مدد مانگنے میں دو باتوں پر ثابت قدم رہو، اوّل یہ کہ جس نیک کام میں مدد مطلوب ہے اس میں صبر و استقلال سے کوشش کرتے رہو، دوسری یہ کہ نماز میں دعا مانگو کہ وہ دربار خداوندی میں بالخصوص حاضر ہونے کی حالت ہے، اور نماز کے بعد بھی قبولیت کا وقت ہے، (حصن حصین) حدیث شریف میں ہے، کہ آنحضرت صلعم کو جب کوئی کام فکر مندی کا پیش آتا تو آپ فوراً نماز (نفلی) میں لگ جاتے، الحمد للہ اس عاجز کی بھی یہی عادت ہے ۱۲ منہ

۱۵۶ سورتِ مومنون کے شروع میں فرمایا[۱۸] قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ یعنی جن کے دل میں فروتنی اور عاجزی ہے اور اُسکا اثر اُسکے اعضاء پر بھی پڑ رہا ہے، انکی نسبت سمجھو کہ انکی نجات ہو گئی، نماز کے کلمات اور اس کی حرکات میں مناسبت تامہ ملحوظ ہے، وہ شخص نماز سے جسکی سب حرکات صورۃً وحقیقۃً مجسمہ عاجزی ہیں، ہرگز نہیں گنیاتا، وہ بُرائی سے بھی ڈرتا ہے، اور طاعت بھی بجا لاتا ہے، اور مصائب میں گھبراتا بھی نہیں ۱۲ منہ

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ

عالمین پر ۱۶۰ اور ڈرتے رہو اُس دن سے کہ نہ کفایت کرے گی کوئی جان

اور یہ بھی یاد کرو کہ ہم نے بالتحقیق تم کو اُس عہد کے دنیا جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی کہ تمہارے مقابلہ میں اس قدر انعامات کسی دوسری قوم پر نہ کئے گئے تھے ۱۶۰ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا ۱۶۱ اور ڈرو اس دن کے عذاب سے کہ نہ کفایت کرے گی کوئی جان کسی دوسری جان سے کچھ بھی۔ کہ اُس کی ذمہ داری کو

۱۵۷ چونکہ دل کی فروتنی اور نماز کی پابندی اس امر کی ایک دلیل ہے کہ اس شخص کو خدا کا خوف ہے، اور اسے پرسش اعمال کا کھٹکا بھی لگا رہتا ہے، اسلئے اسکے بعد اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ الآیہ فرمایا اس جگہ ملاقاتِ الٰہی سے مراد یا تو موت ہے کہ وہ عالمِ آخرت کا دروازہ ہے کہ اس سے گذر کر خدا کے سامنے پیش ہونگے یا دیدارِ الٰہی مراد ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے، ۱۲ منہ

۱۵۸ رجوع الی اللہ سے مراد قیامت کو حساب وجزائے اعمال کیلئے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے، تاکہ مُلٰقُوْا اور رٰجِعُوْنَ میں بوجہ عطف کے مغائرت ثابت رہے ۱۲ منہ

۱۵۹ جوابِ تکرار، پہلی دفعہ کا خطاب ایفائے عہد کیلئے ہے جو توریت میں پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لانے کے متعلق لیا گیا تھا، چنانچہ وہاں پر فرمایا وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْ نیز وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ اور اس میں بالخصوص خطاب علمائے بنی اسرائیل سے ہے، چنانچہ اس رکوع میں جو امور مذکور ہیں وہ زیادہ تر علماء کے متعلق ہیں، حیثیت اور خاندانی شرافت یاد کرائی کہ عہد نہ بھی کیا ہو تو بھی محسن کی شکر گزاری واجب ہے، کیونکہ یہ امر اخلاقِ فاضلہ میں سے ہے اور اس میں خطاب تمام قوم کو ہے، ۱۲ منہ

۱۶۰ حلِّ اشکال، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا کہ بعض مفسرین کو اس مقام پر یہ مشکل پیش آئی ہے کہ بنی اسرائیل کی فضیلت تمام عالمین پر کس طرح ہے، ؟ پھر اس کا حل جس طرح لکھا ہے، اُس کا خلاصہ مع ضروری توضیح وتشریح کے یوں ہے، کہ جب سے قوم بنی اسرائیل پیدا ہوئی اُس وقت سے جو جو انعام اس قوم پر علی التواتر ہوتے رہے افق پر دنیا جہان کی کوئی قوم بحیثیت قوم کے اُنکی ہمسر نہ ہوئی، جسکی مختصر کیفیت سورتِ مائدہ پ ۶ ع ۴ میں ہے کہ ان میں کثرت سے انبیاء پیدا کئے، جنکی تعداد چار ہزار کے قریب ہے اور اسی طرح انکو عرصہ دراز تک حکومت بخشی رکھی، اور اُن میں ہزار ہا بادشاہانِ عالیجاہ پیدا ہوئے، مجموعی طور پر

عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ

کسی جان سے کچھ بھی، اور نہ قبول کی جائے گی اُس کی نسبت سفارش اور

اپنے اوپر اٹھا لیوے ۱۶۲ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور نہ قبول کی جائے گی اُس کی طرف سے کسی کی سفارش ۱۶۳ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ لیا جائے گا اُس

اس طرح کی فضیلت کسی دیگر قوم کو نہیں ملی تھی، اور آنحضرت صلعم کا زمانہ مضمونِ کلام سے خارج ہے، کیونکہ اسی زمانہ کے متعلق انکو گذشتہ واقعات و انعامات گن گن کر سنائے جا رہے ہیں، کہ اپنی شرافت قومی کو قائم رکھتے ہوئے، اس نبی اُمّی پر ایمان لے آؤ جنکی بشارات تمہاری کتابوں میں موجود ہیں ورنہ وہ فضائل تم سے چھین لئے جائینگے، اور تم مثل دیگر لوگوں کے ہو جاؤ گے چنانچہ بحکم ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا (پ ۴ ع ۳) ہمیشہ کی محکومی و ماتحتی ان کے شاملِ حال کی گئی، اور نزولِ قرآن سے اس وقت تک ساڑھے تیرہ سو سال سے اوپر زمانہ گذر گیا ہے، لیکن قومِ یہود دنیا جہان میں جہاں بھی آباد ہے، غیروں کی پناہ میں جیتی ہے، اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کی پیش گوئی کی صداقت ظاہر ہے فیہا للعبرۃ اور حال میں فلسطین میں ان کی کامیابی انگریزوں اور امریکہ کی حبل (پناہ) کا طلسم ہے نہ بالاستقلال ۱۲ منہ۔

۱۶۱ ارتباط، بزرگوں کی اولاد کو اپنے اسلاف پر بھروسا ہوجاتا ہے، اور وہ اعمال میں سست ہوجاتے ہیں، یہی حال یہود کا تھا، اور یہی گمان اب اکثر سادات و مشائخ کی اولاد کا ہے، ایسے لوگوں کو سمجھایا کہ قیامت کو کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا، ہر ایک شخص اپنے فعل کا ذمہ دار ہے، چنانچہ اسی پارے کے اخیر پر فرمایا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْــَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی تمہارے اسلاف جن پر تم کو ناز ہے، ایک گروہ تھا جو اپنے زمانہ میں گذر گیا، اُن کا کیا اُن کے لئے اور تمہارا کیا تمہارے لئے، تم کو تو اُن کے اعمال کی بابت پرسش تک بھی نہ ہوگی ذمہ داری کہاں کی؟ ۱۲ منہ،

۱۶۲ نہ بیٹا نہ بھائی، نہ باپ نہ ماں نہ بیوی، نہ خاوند، نہ دوست نہ کوئی دیگر رشتہ دار و مددگار، اس مضمون کی آیات متفرق طور پر کئی جگہ ہیں، مثلاً سورتِ حاقّہ اور سورتِ عبس پ ۳۰ اور سورتِ شعراء پ ۱۹ ع ۵، اُس دن نہ نسب کام آوے نہ حسب چنانچہ فرمایا فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (مومنون پ ۱۸ ع ۶)۔ ۱۲ منہ،

۱۶۳ مسئلہ شفاعت، آئمہ اہل سنت میں مسئلہ شفاعت کے متعلق کوئی اختلاف نہیں، صرف اہل اعتزال

لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۷﴾

نہ لیا جاوے گا اُس سے معاوضہ اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے ۴۹

سے بدنی سزا کے عوض فدیہ یعنی مالی جرمانہ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۹﴾ اور نہ وہ کسی سے

وغیرہ اسکے قائل نہیں ہیں، تفسیر کشاف میں انہی کے قول کے مطابق انکار کیا گیا ہے، کیونکہ علامہ زمخشری اسی فرقہ سے تھے، اس کا جواب یہ ہے، کہ اس آیت میں جس شفاعت کی نفی ہے، اُس سے وہ شفاعت مراد نہیں ہے، جس کا اثبات صحیحین کی احادیث میں ہے، اسکی توضیح یوں ہے، کہ مِنْهَا کی ضمیر مجرور اُس نفس کی طرف پھرتی ہے جو عَنْ نَفْسٍ میں ہے، اور اُس سے وہ نفس مراد ہے جو خدائی گرفت میں ہوگا، اُس کو کوئی بھی نہیں چھڑا سکیگا، اور اس پر قرینہ سیاقِ عبارت کا ہے، کہ یہ آیت نبوتِ محمدیہ (صلعم) کے منکروں کو خوف دلانے کیلئے ہے، نہ کہ مومنین و مصدقین کو، چنانچہ تفسیر حقانی میں ہے، وَلَا مُتَمَسَّكَ لِلْمُعْتَزِلَةِ فِي الْاٰيَةِ عَلٰى نَفْيِ الشَّفَاعَةِ لِاخْتِصَاصِهَا بِمَنْ لَا يُؤْذَنُ لَهٗ وَهُوَ الْكَافِرُ ۱۲ یعنے اس آیت میں فرقہ معتزلہ کیلئے شفاعت کی نفی میں کوئی دستاویز نہیں ہے، کیونکہ یہ مخصوص ہے، اُس شخص سے جس کی کوئی نیکی (قابل قبول) نہیں ہے۔ اور وہ وہ ہے، جو کافر ہے، قرآن شریف کے کئی مقامات سے ثابت ہے، کہ شفاعت اذنِ الٰہی سے ہوگی، پس شفاعت کی نفی کلیۃً نہ ہوئی، چنانچہ آیت الکرسی میں ہے، مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اور سورتِ طٰہٰ میں ہے يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا (پ۱۶ ع۶) اور سورتِ انبیاء میں ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (پ۱۷ ع۲) اور سورتِ سبا میں ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (پ۲۲ ع۹)، ان آیات سے صاف ظاہر ہے، کہ قیامت کے دن شفاعت اذنِ الٰہی سے ہوگی کیونکہ نفی کے بعد استثنا فائدہ ثبوت کا دیتا ہے جیساکہ کلمۂ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں ہے، کہ لَآ اِلٰهَ میں غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کر کے اِلَّا اللّٰهُ میں خدا تعالےٰ کیلئے الوہیت کو ثابت کیا گیا ہے، اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے، کہ آنحضرت صلعم اذن مانگیں گے، اور آپ کو اذن دیا جائیگا، اور آیت عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل پ۱۵ ع۸) اور آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ۳۰ سورت والضحیٰ) میں خدا تعالیٰ کا وعدہ موجود ہے، جس کی تفسیر صاحبِ وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی کہ مراد اس سے مقامِ شفاعت ہے

درمیانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

حاصل کلام یہ کہ کافر و منافق اور مشرک کی شفاعت نہیں ہوگی اور نہ آنحضرت صلعم یا کوئی دیگر

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

اور یاد کرو) جب ہم نے تم کو خلاصی دی آلِ فرعون سے (کہ) پہنچاتے تھے تم کو

مدد کئے جائیں گے، کہ کوئی بزور اُن کو چھوڑا لے ۔ وَ اور سلسلۂ انعامات میں وہ وقت بھی یاد کرو اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ جب ہم نے تم کو نجات دی مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون مصر کے تابعدار اہل سے جو اُس کے زیرِ اثر اور زیرِ تربیت ہونے کی وجہ سے بمنزلہ اُس کے اہل و عیال کے تھے

نبی یا ولی کریگا، لیکن ایماندار اُمتی جس کا ایمان محفوظ ہے، مگر اسکے عمل میں قصور ہوگا اس کی شفاعت خدا کے اذن سے ہوسکیگی، اس سے ساری احادیث اور آیات جمع ہوجاتی ہیں، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۱۲ منہ

نکتہ: آیت الکرسی اور سورتِ طٰہٰ کی آیت میں مسئلہ شفاعت کے سلسلہ میں فرمایا، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ یعنی خدا تعالیٰ مخلوقات کے اگلے پچھلے احوال سے بخوبی واقف ہے، اسکو کسی کے جتانے کی ضرورت نہیں، پھر شفاعت کے کیا معنے ہیں؟ گو اذن سے ہو، اس کا جواب یہ ہے، کہ شفاعت کا اذن خدا تعالےٰ کو بتانے اور جتانے کیلئے نہ ہوگا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلعم کے اعزاز و اکرام کیلئے دے گا، اسی لئے شفاعتِ کبریٰ کا منصب صرف ذاتِ آں سرورِ کائنات صلعم سے مخصوص ہے، حضورؐ فرماتے ہیں اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مشکوٰۃ باب فضائل) اور مقام محمود اور شفاعتِ کبریٰ کا اذن اُن اعزاز و اکرام کی ایک صورت ہے، حضورؐ کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ شہداء و صالحین بلکہ حفاظ بھی علی حسبِ مراتب باذنِ الٰہی شفاعت کرینگے، (احادیث مشکوٰۃ) فیضِ ربانی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ بنعمۃ اللہ) بہت عرصہ ہوا ایک دفعہ لاہور میں مسجد چینیانوالی کے متصل ڈاکٹر محمد الدین صاحب کے مکان پر مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی بانیٔ فرقہ اہلِ قرآن سے اس عاجز کا مناظرہ "اطاعتِ رسول" (صلعم) کے متعلق دو روز تک ہوتا رہا، جس میں لاہور اور بیرون لاہور کے بعض اکابر قوم اور علماء و مشائخ و حفاظ موجود تھے، خدا تعالےٰ کے فضل سے مباحثہ نہایت شاندار کامیابی سے ختم ہوا، اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی سخت گھبراہٹ میں بالکل لاجواب ہوگئے، خدا تعالےٰ نے اپنے کلام پاک اور اپنے حبیب پاک صلعم کی شان اعلیٰ ہر کی کہ واہ واسبحان اللہ، مولوی عبداللہ صاحب اطاعتِ رسول کے علاوہ شفاعتِ رسول صلعم سے بھی منکر تھے، لوگوں نے شوق ظاہر کیا کہ رات کو اُستاذِ طب مفتی سلیم اللہ صاحب مرحوم کے محلہ میں مسئلہ شفاعت بھی بسط سے بیان کیا جائے، تو فائدہ تام و عام ہو، اس عاجز نے بسر و چشم منظور کر کے رات کو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے مسئلہ کو خوب بسط و تفصیل سے بیان کیا جس سے سامعین کمال محظوظ

سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

بُرا عذاب، ذبح کر دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رہنے دیتے تھے

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وہ فرعون کے حکم اور ایما سے[167] تم کو بہت بُرا عذاب پہنچاتے تھے جس کی مجمل صورت یہ ہے کہ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ذبح کر ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں یعنی نرینہ فرزندوں کو جن سے تمہاری سیاسی قوت قائم ہو سکتی تھی، تاکہ تم ہمیشہ ضعیف رہو[168] ایک طرف تو یہ سلوک تھا اور دوسری طرف یہ کہ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ

ومسرور ہوئے اس ذرہ بے مقدار پر عنایت ایزدی سے یہ فیضان ہوا کہ شب کو زیارت ذات اقدس (صلعم) سے مشرف ہوا صورت حال یہ تھی کہ حضور اکرم صلعم لیٹے ہوئے ہیں، اور یہ کفش بردار آپ کے پاؤں مبارک دبا رہا ہے، اور حضور صلعم گردن مبارک اٹھا کر مجھ عاجز کی طرف نظر لطف سے نظر فرما رہے ہیں، اس فیضان نے مجھے کامل وثوق ویقین کرا دیا، کہ اطاعت وشفاعت رسول صلعم دونوں مسئلے حق ہیں، والحمد للہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۱۲ منہ،

[167] مصیبت کے وقت کسی کو چار طرح پر فائدہ پہنچا سکتے ہیں، اول اس کے عوض خود مبتلائے مصیبت ہو جائیں، دوئم اسکے لئے سفارش کی جائے، سوئم اس کیلئے کچھ مال خرچ کیا جائے، چہارم زور و ہمت سے اسے اس مصیبت سے چھڑایا جائے، اس آیت میں منکرین ومجرمین کی نسبت ان ہر چہار طریق کی نفی کر کے یہود اور ان جیسے باطل بھروسے رکھنے والوں کی آس امید توڑ دی ہے لَا تَجْزِيْ میں پہلے طریق کی اور لَا يُقْبَلُ میں دوسرے کی، اور لَا يُؤْخَذُ میں تیسرے کی، اور وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ میں چوتھے کی نفی کی ہے، جزیٰ یجزی سے مراد کسی کی مشقت ومصیبت کو خود اٹھا لینا اور نصرت کے معنے ہیں ضرر ہٹانے کیلئے سعی وہمت کا خرچ کرنا۔ اس سے لَا تَجْزِيْ اور لَا يُنْصَرُوْنَ میں فرق معلوم ہو گیا (کبیر) نکتہ اسی پارے کے اخیر کے قریب رکوع نمبر ۱۵ میں بھی یہی آیت آئی ہے، لیکن اس جگہ فِدْيَه کو شفاعت پر مقدم کیا ہے، اس کی وجہ واللہ اعلم یہ ہے، کہ بعض لوگوں کو مال محبوب ہوتا ہے، وہ خرچ نہیں کرتے، اور جس طرح سے ہو سکے دوسروں کی سعی سفارش سے کام نکالنا چاہتے ہیں، اور بعض خودداری اور عزت کے خواہاں ہوتے ہیں، وہ دوسروں کی سفارش کی ذلت کو گوارا نہ کر کے مال خرچ کر کے رہائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، پس ہر مقام پر ہر فریق کے لحاظ سے اس چیز کو مقدم کیا جو اسے زیادہ محبوب ہے (کبیر) تفسیر رحمانی میں بھی نہایت اختصار سے اسی طرح

نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۵۰﴾

تمہاری بیٹیوں کو اور اس میں تمہارے لئے رب کی طرف سے بڑا بھاری امتحان تھا ﴿۵۰﴾

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ

اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا پس تم کو تو کنارے لگا دیا۔ اور آل فرعون کو

زندہ رہنے دیتے تھے تمہاری عورت ذات کو یعنی بیٹیوں کو اپنی خدمت کے لئے، اور اس لئے بھی کہ جب شادی کے لئے اپنی قوم میں ان کے وزنہ ملیں گے تو ان کے اخلاق خراب ہو جائیں گے اور یہ اس سے بھی بُری اور تمہارے نظام ملی کو الٹ دینے والی تدبیر تھی کیونکہ قوم یا ملک کی اخلاقی حالت بگڑ جانے سے اس قوم یا ملک کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس حالت میں تمہارے لئے بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۵۰﴾ تمہارے رب کی طرف سے بڑا بھاری امتحان[169] تھا اور اس نجات کے ضمن میں ایک مستقل نعمت یہ بھی یاد کرو کہ اِذْ جب تم کو موسیٰ ہمارے حکم سے فرعون کے شہر سے راتوں رات نکال لائے، اور فرعون کو خبر لگی تو اس نے اپنے لشکروں سمیت تمہارا تعاقب کیا اور تمہارے آگے دریا آ گیا اور تم سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے کہ نہ جانے کو رستہ اور نہ ٹھہرنے کو مقام تو ہم نے ایسی پریشانی کی حالت میں تم پر یہ فضل کیا کہ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ ہم نے اس دریا کو تمہارے لئے پھاڑ دیا۔ اور اس میں تمہارے چلنے کو سورج کی تیز گرمی اور ہوا سے راستہ خشک کر دیا[170]۔ فَاَنْجَيْنٰكُمْ پس ہم نے اس تدبیر اور تصرف سے تم کو پار اتار کر فرعون کے پنجے سے نجات دے دی اور جب فرعون بھی مع اپنے لشکروں کے اسی راستہ سے گذرنے لگا[171]۔ تو ہم نے دریا کے پانی کو ملا دیا اور اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ غرق

چاروں وجوہات مذکور ہیں، ۱۲ منہ،

[168] قرآن شریف کی عام روش ہے، کہ عبرت وموعظت کی غرض سے گذشتہ واقعات کے متعلق وہ "وقت" یاد کراتا ہے، جس میں وہ واقعہ گذرا ہوتا ہے، کیونکہ "وقت" مشتمل ہوتا ہے، اس امر پر جو اس میں واقع ہوتا ہے، اس وقت کی یاد سے وہ واقعہ بھی مع اس کے کوائف کے استلزاماً نظر کے سامنے آ جاتا ہے، یہ محاورہ قریباً سب زبانوں میں مشتمل ہے، ۱۲ منہ،

[166] فرعون ان دنوں شاہِ مصر کا لقب ہوا کرتا تھا جیسے کسریٰ شاہِ فارس کا، قیصر شاہِ روم کا اور

فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا

غرق کر دیا اور تم (اُس وقت) دیکھ رہے تھے [۱۶۵] اور (یاد کرو) جب ہم نے وعدہ کیا

مُوْسٰٓى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ

موسٰیؑ سے چالیس رات کا۔ پھر تم نے اُس کے گئے پیچھے بچھڑے کو معبود بنا لیا

کر دیا ہم نے آلِ فرعون کو ؤ اور بر ایسے حال میں کیا کہ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ تم دیکھ رہے تھے یعنی تمہارے ایسے دشمنوں کو جو تم کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا رکھتے تھے تمہاری نظر کے سامنے ہلاک کر دیا تاکہ تمہاری خوشی دو بالا ہو جائے کہ تم کو آئندہ کے لئے کبھی اُن سے کوئی خوف وخطر نہ رہے ؤ اور تیسری نعمت کے لئے وہ وقت بھی یاد کرو وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى جب ہم نے فرعون کی ہلاکت کے بعد [۱۶۶] اپنے نبی موسٰیؑ سے کتاب توریت دینے کا وعدہ کیا تاکہ تم جو اب فرعون کے تسلط سے آزاد ہو گئے ہو اُس کتاب کو اپنی دنیوی صلاحیت اور اُخروی سعادت کے لئے دستور العمل بناؤ اور وہ وعدہ صرف اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً چالیس رات کا تھا کہ اُس مدت تک موسٰیؑ کوہِ طور پر اعتکاف کر کے دن کو تو روزہ رکھا کریں اور رات کو قیام کیا کریں تاکہ روزے سے بہیمیت کمزور ہو اور قیام لیل سے دل میں نور پیدا ہو اور ہر دو طرح کی ریاضت سے روحانیت میں ترقی اور استعداد کی تکمیل ہو [۱۶۷] ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پھر تم نے (معبود) بنا لیا اُس بچھڑے کو جو سامری منافق نے تمہارے ہی سونے کے زیورات سے ڈھالا تھا بہت عرصہ بعد نہیں بلکہ مِنْۢ

نجاشی شاہِ حبشہ کا اور اس کا نام مصعب بن قابوس یا مصعب بن زیاد یا ولید بن مطعب تھا اور وہ حضرت یوسفؑ کے زمانے والے فرعون ریان بن ولید کے چار سو [۴۰۰] سال سے زائد عرصہ بعد ہوا ہے، (رحمانی) ۱۲ منہ،

[۱۶۸] بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد بنی اسرائیل کی قومی قوت ضعیف رکھنے کیلئے فرعون کے حکم سے ذبح کی جاتی تھی، اسکے لئے پڑھئے سورۂ قصص کے شروع میں اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ الآیہ، اس میں یَسْتَضْعِفُ باب استفعال کی تصریح ہے، اور یُذَبِّحُ کی ضمیر فاعلی فرعون کی طرف پھرتی ہے کیونکہ یہ فعل اس کے حکم سے کیا جاتا تھا، بادشاہ اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کرتا بلکہ قتل کا

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ

اور تم ظلم کرنے والے تھے [۱۶۹] پھر (یہ کہ) ہمنے اُس (گناہِ عظیم) کے

بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى

بعد بھی تم سے درگذر کیا تاکہ تم شکر کرو [۱۷۰] اور (یاد کرو) جب ہمنے موسٰیؑ

بَعْدِهٖ موسٰیؑ کے کوہِ طور پر جانے کے بعد ہی سے، الغرض موسٰیؑ تو کوہِ طور پر مصروفِ عبادت و ریاضت تھے اور تم ان کے پیچھے گوسالہ پرستی میں لگے رہے اور باوجود اس کے کہ خدا کے نبی حضرت ہارونؑ نے تم کو صریح الفاظ میں اس سے منع بھی کیا اور سمجھایا بھی لیکن تم باز نہ آئے [۱۶۹] وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ اور تم اس حال میں ظلم کرنے والے تھے کہ خدائے خالق و رازق کا حق عبادت ایک ادنٰی بلکہ اپنے سے کمتر بے نطق شئی کو دے دیا، اور شرک بڑا بھاری ظلم [۱۷۰] ہے لیکن باوجود اس کے ثُمَّ پھر بھی عَفَوْنَا عَنْکُمْ ہم نے تم سے (توبہ کرلے) درگذر کر دیا [۱۷۱] مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ بعد اس گناہِ عظیم کے بھی اور یہ اس لئے کیا کہ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ تاکہ تم ہماری مہربانی کا شکر کرو لیکن تم نے نہ کیا ؤ اور چوتھی نعمت کے لئے وہ وقت یاد کرو وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ جب ہم نے موسٰیؑ کو حسب وعدہ مذکورہ بالا کتاب (توریت) دی جو جامع تھی تمہاری اس زمانے

حکم دیتا ہے، چنانچہ تلخیص (متن مطول و مختصر المعانی) میں اسنادِ مجازی کے بیان میں سبب آمر کی مثال میں لکھا ہے بَنَى الْاَمِیْرُ الْمَدِیْنَةَ ، ۱۲ منہ،

[۱۶۹] مفسرینؒ نے اس موقع پر لفظ بلاء کے دو [۲] معنے لکھے ہیں اول امتحان بصورتِ سختی و مصیبت، کیونکہ بیٹوں کا قتل اور بیٹیوں کی بے حرمتی نہایت مصیبت کا امتحان ہے، دیگر آزمائش بصورتِ نعمت یعنی تم کو اس عذاب سے چھوڑایا تو یہ نجات تم پر بھاری نعمت تھی، انتبیہ، فرعون کا یہ حکم کہ بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بیٹے قتل کر دیئے جائیں، دو [۲] دفعہ جاری ہوا۔ اول موسیٰؑ کی پیدائش کے موقع پر، دوم جب موسیٰؑ نے اُس کو پیغامِ الٰہی پہنچایا اور اس نے نہ مانا اور مقابلہ معجزات پر جادوگر ایمان لے آئے تو خوشامدی درباریوں نے کہا اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ الآیہ، اس پر بھی فرعون نے یہی حکم دیا، یہ امر سورتِ اعراف پ۹ ع۱۵ میں مفصل مذکور ہے ۱۲ منہ

[۱۷۰] رستے کا خشک کرنا سورت طٰہٰ پ۱۶ ع۱۲ میں مذکور ہے، ۱۲ منہ،

[۱۷۱] فرعون اور اس کے لشکروں کا اسی رستے میں گزرنے کا ارادہ کرنا اور انکی غرقابی کا ذکر سورت شعراء پ۱۹

اَلْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

کو کتاب (توریت) دی اور فرقان بھی تاکہ تم ہدایت پاؤ ۵۳

کی ضروریات دینی و دنیوی کے لئے وَالْفُرْقَانَ اور معجزات بھی دیئے جو امتیاز کرنے والے تھے حق اور باطل میں یا وُہی کتاب جو فرق کرنے والی تھی حق اور باطل میں ۱۷۶ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم اس کو دستور العمل بنا کر ہدایت پاسکو وَ اور یاد کرو ان انعام کے لئے وہ وقت

ع میں ہے، اور فرعون کی الگ ہلاکت اور اس کی عبرتناک موت کا مرقع سورت یونس پ ۱۱ ع ۹ میں مذکور ہے، ۱۲ منہ،

۱۷۱ فرعون کی ہلاکت کے بعد توریت ملنے کا فائدہ اس آیت سے لیا ہے، وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى الآیہ (قصص پ ۲۰ ع ۵)، ۱۲ منہ،

۱۷۲ اس جگہ چالیس رات کا ذکر ہے، لیکن سورت اعراف پ ۹ ع ۱۷) میں پہلے تیس پھر دس زیادہ کرکے چالیس رات پوری کرنے کا ذکر ہے، ایک جگہ اجمال ہے، دوسری جگہ تجزیہ کرکے مجموعہ بتایا ہے، بات ایک ہی ہے، اسکی وجہ مفسرین نے یہ بتائی ہے، کہ تیس رات کے بعد موسیٰؑ نے مسواک کرلی تھی کہ مناجات خداوندی کے وقت طہارت وصفائی کمل ہوا، اس پر خدا تعالیٰ نے خلوت پیدا کرنے کیلئے جو روزے سے پیدا ہوتی ہے، اور خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، دس راتیں اور بڑھا دیں (واللہ اعلم) نظیر ناقص میں یہ بھی آتا ہے، کہ علم الٰہی میں چالیس رات ہی مقرر تھیں جیسا کہ اس جگہ چالیس ہی کا ذکر کیا ہے، لیکن اگر موسیٰؑ تیس ہی رات میں تکمیل کر لیتے تو کافی تھیں، مگر اس عرصہ میں تکمیل نہ ہوئی تو خدا تعالیٰ نے دس اور بڑھا کر اپنے علم کی مقررہ میعاد کو پورا کردیا، جیسا کہ سورت اعراف کی سیاق عبارت سے واضح ہے، ۱۲ منہ،

۱۷۳ حضرت ہارونؑ کے منع کرنے کا ذکر سورت طٰہٰ پ ۱۶ ع ۵ میں مذکور ہے ۱۲ منہ،

۱۷۴ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان پ ۲۱ ع ۱۱) ۱۲ منہ،

۱۷۵ عَفَوْنَا یہاں پر ذکر معافی کا کیا اور اس کے بعد اگلی آیت میں قتل کا حکم دینا فرمایا، اس کا حل اس طرح ہے، کہ انکی سزا کیلئے ایسا ہی حکم ہوا تھا، لیکن توبہ اور اطاعت پر معافی دیدی گئی، اب بھی یہی حکم ہے، کہ مرتد کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اور دلائل سے سمجھایا جائے، اگر توبہ کرے تو قبول کر لی جائے، ورنہ صاحب امر کے حکم سے ..... (کتب فقہ و شروح حدیث) ۱۲ منہ،

۱۷۶ فرقان کے معنی تو یہی ہیں، جو اوپر بیان کئے گئے یعنی ایسی چیز جو حق و باطل میں فرق کردے، اور خدا تعالیٰ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ

اور (یاد کرو) جب کہا موسےؑ نے اپنی قوم کو اے میری قوم! بیشک تم نے ظلم کیا

اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ

اپنی جانوں پر بچھڑے کو (معبود) بنا لینے سے پس تم توبہ کرو اپنے خالق کی طرف

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ

پس قتل کرو اپنے آپ کو (ایک دوسرے کے ہاتھ سے) یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک

یاد کرو اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ جب موسےؑ نے اپنی قوم کو شفقت سے کہا يٰقَوْمِ اے میرے بھائیو! اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ بیشک تم ظلم کر بیٹھے ہو کسی دوسرے پر نہیں بلکہ اَنْفُسَكُمْ اپنی ہی جانوں پر بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ بچھڑے کو (معبود) بنا لینے سے جو فرعون انسان سے کئی درجے ادنےٰ ہے کہ وہ تم کو اپنی معبودیت کی طرف بلاتا تھا اور تم انکار کرتے تھے اس پر وہ تم کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا رکھتا تھا۔ انسان اور پھر جابر بادشاہ کو تو معبود نہ مانا لیکن گرے تو ایک گائے کے بچے کی مورت کے سامنے افسوس صد افسوس اچھا فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ پس توبہ کرو اپنے توبہ کرنے والے کی طرف جس نے تم کو پیدا کیا تھا تم شرک اور معصیت سے پاک تھے فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ پس قتل کر ڈالو اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے کیونکہ جو نفس غیر اللہ کے سامنے جھکے وہ روحانی موت تو مر گیا۔ پس وہ زندگی کے لائق نہیں ذٰلِكُمْ یہ بات اگرچہ تم پر شاق ہے اور صورۃً ہلاکت ہے لیکن حقیقت میں خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک کیونکہ اس کے حکم سے جان دینے میں ہمیشہ کی زندگی ہے پس موت سے نہ ڈرو اور

کی ہر کتاب کی یہی صفت ہے اسی لئے قرآن شریف کا ایک نام فرقان بھی ہے۔ اور توریت کی بھی یہی صفت فرمائی، چنانچہ سورہ انبیاء پ ۱۷ ع ۴ میں بھی فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات بھی حق و باطل میں تمیز کر دیتے ہیں اسلئے اس جگہ سورت بقر میں موسیٰؑ کے معجزات بھی مراد ہو سکتے ہیں، مفسرینؒ نے دونوں قول لکھے ہیں، (کبیر وغیرہ) صاحب

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾ وَإِذْ

پس اُس نے تم پر رجوع کیا ہے بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ؏۵ اور یاد کرو جب

قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ

تم نے کہا اے موسیٰؑ ہم ہرگز نہیں مانیں گے آپ کی بات حتیٰ کہ دیکھ لیں ہم خدا تعالیٰ کو

تعمیل حکم کرو موسےٰؑ کی اس نصیحت سے تم ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ ہوگئے فَتَابَ عَلَيْكُمْ تو خدا تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع کیا اور تمہاری توبہ قبول فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ بیشک وہ کثرت سے توبہ کرنے والا اور بہر الرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾ نہایت مہربان بھی ہے کہ گناہ کی بخشش کے بعد مہربانیاں بھی کرتا ہے یہ صفت کسی دیگر میں نہیں ہے وَ اور چھٹی نعمت کے لئے یاد کرو وہ وقت اِذْ قُلْتُمْ جب تم نے موسےٰؑ رسول برحق کو ان کے نام سے پکار کر کہا يٰمُوْسٰى اے موسےٰؑ اور ان کے عہدۂ رسالت سے نہ پکارا[177] اور کہا بھی تو یہ کہا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم ہرگز آپ کا اعتبار نہیں کرینگے کہ آپ نے خدا تعالےٰ سے باتیں کی ہیں حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً حتے کہ ہم خود خدائے قدوس کو عیاناً

کتاب رسول کو دونوں چیزیں ملتی ہیں کتاب بھی اور معجزات بھی اور دوسروں کو صرف معجزات ملتے ہیں چنانچہ فرمایا لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ الآیہ (سورت حدید پ۲۷ ع۱۹) نیز فرمایا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا الآیہ (مومن پ۲۴ ع۱۳) ۱۲ منہ۔

[177] احادیث میں کثرت سے وارد ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت رسول اکرم صلعم کو آپ کے نام نامی سے نہیں بلکہ عہدۂ رسالت سے یاد کرکے خطاب کرتے تھے۔ ۱۲ منہ

[178] تفسیر رحمانی وغیرہ میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ خدا کے حکم سے اپنی قوم کے ستر چیدہ آدمیوں کو منتخب کرکے قوم کی گوسالہ پرستی کی معذرت کے لئے کوہ طور پر لیگئے، اور اُن کو روزے اور طہارت کا حکم کیا کہ ظاہر و باطن پاک ہوجائے، جب آپ طور سینا کے قریب ہوئے تو بادل کا ایک عمود نمودار ہوا، حضرت موسیٰؑ اس میں داخل ہوگئے اور قوم کو بھی داخل ہونے کا حکم دیا، وہ سب سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے موسیٰؑ کی باتیں کرتے سنا جب موسیٰؑ فارغ ہوئے اور بادل ہٹ گیا تو وہ کہنے لگے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ الخ خدا تعالےٰ نے اس کلمۂ کفر سے ناراض ہو کر ان کو بجلی سے ہلاک کر دیا۔ ۱۲ منہ۔

جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٥﴾

ظاہر پس پکڑ لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے ؏۵

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾

پھر ہم نے تم کو زندہ اُٹھا کھڑا کیا تمہاری اس موت کے بعد تاکہ تم شکر کرو ؏۶

دیکھ لیں) اور یہ سراسر کفر تھا[179] کیونکہ تم نے رسول برحق کا اعتبار اپنی رؤیت پر موقوف رکھا اور یہ بات تصدیق رسالت اور ایمان بالغیب کے منافی ہے[179] فَ پس تمہارے اس کلمۂ کفر کے سبب اَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ پکڑ لیا تم کو (غضب خدا کی) بجلی نے[180] وَ اور وہ تم پر ایسے حال میں گری کہ اَنْتُمْ تم سوئے ہوئے نہ تھے بلکہ تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ دیکھ رہے تھے پس بجائے خدا تعالےٰ کو دیکھنے کے تم نے اس کے قہر کی بجلی کو دیکھا جس نے تم کو ہلاک کرکے موت کے گھاٹ اُتار دیا لیکن باوجود اس کے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ پھر بھی ہم نے اپنی مہربانی سے اپنے رسول برحق کی دعا سے تم کو زندہ اُٹھا کھڑا کیا سکتے سے ہوش نہیں دی بلکہ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ تمہاری حقیقی موت کے بعد[181] لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ تاکہ تم ہماری نعمتوں اور ہمارے رسول کی ہدایتوں کی قدر کرو اور شکر بجالاؤ کہ تم کو اُسی حالت پر مارے نہ رکھا ورنہ قیامت کو تمہارا حشر کفر کی حالت میں ہوتا وَ اور ساتواں انعام یہ کہ ظَلَّلْنَا

[179] اگر وہ موسیٰؑ کا اعتبار کرکے غیبت الٰہی اور شوقِ دیدار کے جذبہ سے کہتے تو ایمان درست رہتا، گو یہ طلب دنیا میں پوری نہ ہو سکتی، جس طرح کہ موسیٰؑ کی نہ ہوئی، اور عجب نہیں تھا کہ دنیا ہی میں اُن پر کسی نہ کسی رنگ میں لطف و کرم کی تجلی ظاہر ہو جاتی اور وہ عینِ قلب سے اس نعمت سے مشرف ہو جاتے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور تابعین وغیرہم کی ایک جماعت کا قول ہے کہ رسول اکرم صلعم کو شبِ معراج میں دیدار الٰہی عینِ قلب سے ہوا، اور حضرت ابن عباسؓ اور دیگر کثیر جماعتِ صحابہ و تابعین کا قول ہے کہ دیدار چشم مبارک کی آنکھ سے ہوا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیبؐ میں وہ قابلیت جو روز قیامت میں دیدار الٰہی کیلئے عطا کیجائیگی شب معراج میں بھی پیدا کر دی تھی، (واللہ اعلم) یا بنی اسرائیل کا یہ شوق قیامت کے دن پورا ہو جاتا لیکن انہوں نے یہ طلب انکار کے ساتھ کی اور رسولِ برحق کی تصدیق کو آنکھ سے دیکھ لینے پر موقوف رکھا، غرض موسیٰؑ کے شوق دیدار اور انکی طلب میں اسلام اور کفر کا فرق ہے۔ ۱۲ تجلیاتِ الٰہیہ کے شہود کا علم حاصل کرنے کے لئے

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ

اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور (کھانے کو) تم پر

عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ہم اس بیابان میں تم پر بوقت ضرورت بادلوں کا سایہ کرتے رہے[۱۸۲] کہ تم کو دھوپ بھی نہ ستائے اور ہوا بھی ٹھنڈی رہے **وَ** اور تمہارے کھانے کو قدرتی تصرف سے **اَنْزَلْنَا**

حضرت شاہ شہیدؒ کی کتاب عبقات کا مطالعہ اور کسی باخدا صاحب دل اور ریاضت کش عالم کی صحبت میں ریاضت کشی و مجاہدہ کی محنت کے بعد کرنا چاہیے، ورنہ خالی باتوں سے کیا حاصل ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقِيْقَةَ الْحَالِ لَا طَلَاقَةَ الْمَقَالِ ۱۲ منہ، بعد تہجد شب درمیان ۱۱/۱۲ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ ۱۲ منہ،

۱۸۰ الصَّاعِقَةُ اس جگہ بجلی کا ذکر کیا، اور سورۂ اعراف پ ۹ ع ۱۹ میں رَجْفَہ کا یعنے بھونچال کا، اور دونوں درست ہیں، بجلی بھی گری، اور پہاڑ پر زلزلہ بھی آیا، پس دونوں امر اُن کی موت کا سبب ہوئے، ایک جگہ ایک کا ذکر کیا، اور دوسری جگہ دوسرے کا، اور اللہ تعالیٰ دونوں پر قادر ہے، چنانچہ فرمایا قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ الآیہ (انعام پ ۷ ع ۱۴) اوپر سے بجلی گری، اور پاؤں کی طرف سے پہاڑ کانپا ۱۲

۱۸۱ یہ بعث موت کے بعد تھی، جیسا کہ صریحًا موت کا لفظ موجود ہے، محض بیہوشی کے بعد افاقہ نہیں تھا جیسا کہ حکیم قادیانی وغیرہ نے لکھا ہے، اور مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ کی تصریح اسی لئے ہے کیونکہ بجلی کے اثر میں دونوں احتمال ہیں، بیہوشی کا بھی اور موت کا بھی، اسی طرح بَعَثْنٰكُمْ میں بھی ہر دو احتمال ہیں، بیہوشی کے بعد افاقہ کا بھی اور موت کے بعد زندہ کرنے کا بھی، جب مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ فرمادیا تو ہر دو جگہ بیہوشی کا احتمال دور ہو کر موت کے بعد زندگی متعین ہو گئی، دیکھتے نہیں موسیٰؑ کے ذکر میں فرمایا وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ (سورۂ اعراف پ ۹ ع ۱۷) یعنی گر پڑے موسیٰؑ بیہوش ہو کر پس جب ہوش میں آئے" الخ ایسا اس لئے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ پر موت وارد نہیں ہوئی تھی، ۱۲، **فائدہ** وقتیہ مہمہ ۱۲ منہ، حیرانی ہے کہ جامعہ ملیہ دہلی کے شیخ التفسیر خواجہ عبد الحی صاحب اپنی تفسیر سورت بقرہ میں فرماتے ہیں "تمام محققین کا اتفاق ہے کہ صاعقہ سے موت نہیں ہوئی" پھر فرماتے ہیں "سب پر غشی طاری ہو گئی" صفحہ ۱۳۰ پھر فرماتے ہیں، اس بیہوشی سے اللہ تعالیٰ نے انکو نجات دی صفحہ ۱۳۱ خواجہ صاحب نے لفظ "تمام محققین" تو لکھدیا لیکن کسی محقق امام تفسیر کا نام نہیں بتایا، دیکھئے! امام رازیؒ، امام بغویؒ، قاضی بیضاویؒ، امام سیوطیؒ، امام خطیبؒ، شربینیؒ، حافظ ابن کثیرؒ، سید نواب صاحبؒ، شیخ علی مہائمیؒ، اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی (رحمہم اللہ اجمعین) سب انکی موت کے

الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

مَن اور سلویٰ اُتارا۔ کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں

عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى تم پر من اور سلویٰ اُتارتے رہے[۱۸۳] اور اس کے ساتھ ہم نے یہ بھی حکم دیا کہ **كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ** کھاؤ پاک اور حلال چیزوں سے جو ہم نے تم کو عنایت کی ہیں یعنی من اور سلویٰ لیکن تم نے اس میں بھی نافرمانی کی۔ کہ تم نے کہا لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ یعنے ہم ہرگز صبر نہیں کرینگے ایک ہی قسم کے کھانے پر

بعد ان کے زندہ ہونے کو مانتے ہیں، ان میں سے کوئی محقق خواجہ صاحب کی نظر میں ہے یا نہیں صاحب تفسیر رحمانی کے الفاظ یہ ہیں، (مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ الْحَقِيْقِيِّ لَا السَّكْتَةِ)، ان سے زیادہ صریح الفاظ کونسے ہوں؟ ہاں زمانہ حال کے اُردو نویس مترجمین و مفسرین نیچری اور قادیانی اور چکڑالوی بیشک خواجہ صاحب کے ہمنوا ہیں، شاید خواجہ صاحب کے نزدیک یہی لوگ محقق ہوں" افسوس ہے کہ خواجہ صاحب نے متبع سنت ہوتے ہوئے اہل بدعت کی پیروی کی، اور ائمہ سنت کی تصریحات کو نظر انداز کر دیا، عفا اللہ عنہ، ۱۲ منہ، **فائدہ نادرہ** قیامت سے پہلے دوسری دفعہ کی زندگی عمل کیلئے نہیں ملتی، ہاں پیغمبر برحق کے معجزے سے وقتی طور پر اظہار صداقت کیلئے مُردے زندہ ہوتے رہے ہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں مذبوحہ گائے کا ٹکڑا مارنے سے مقتول زندہ ہو گیا تھا، اور حضرت عیسےٰؑ کے معجزے سے بھی مُردے زندہ ہوتے رہے، یہ مُردے ظہور معجزہ کے بعد پھر مرجاتے تھے، لیکن بجلی سے مرے ہوئے یہ ستر نفوس بہت مدت بعد تک زندہ رہے اور عمل کرتے رہے، جیسا کہ مفسرینؒ نے لکھا ہے، اس کا جواب امام قتادہ تابعیؒ نے یہ دیا ہے کہ ان پر یہ موت اَجَلِ مسمّٰی پوری ہو کر وارد نہیں ہوئی تھی، انکا رزق (جسکے پورا ہونے کے بعد موت آتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے) ابھی باقی تھا اسلئے اُن کو دوبارہ زندہ کرکے اور توبہ کرا کے اجل مسمّٰی تک پہنچایا اور پھر مارا (معالم وغیرہ) ۱۲ منہ

۱۸۲ موسیٰؑ سے پیشتر بنی اسرائیل کی حکومت کے ضعف کے وقت بیت المقدس پر ایک بیدین قوم عمالقہ قابض ہو گئی تھی، فرعون کی ہلاکت کے بعد جب امن قائم ہو گیا، اور بنی اسرائیل آرام کے سانس لینے لگے، تو ان کو موسیٰؑ نے خدا کی وحی سے حکم دیا کہ اُٹھو بیت المقدس کو فتح کرکے اُس میں داخل ہو جاؤ، انہوں نے بزدلی دکھائی، اس پر انکو چالیس برس تک بیابان میں سرگردان رہنے کا حکم ہوا، جیسا کہ سورت مائدہ

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۵۷)

اور اُنہوں نے ہمارا تو (کچھ بھی) نہ بگاڑا لیکن وہ اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے ۵۷

وَ اور (اے ہمارے پیارے نبی صلعم) مَا ظَلَمُوْنَا اس نافرمانی سے اُنہوں نے ہمارا تو کچھ بھی نہ بگاڑا، وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۵۷) لیکن وہ اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے رہے کہ اُن کے بُرے اعمال کا وبال اُنہی پر پڑتا رہا چنانچہ مَن اور سلوٰی جو بے محنت ملتا تھا اور لذیذ و مقوی غذا تھی وہ یک قلم موقوف ہوگئی اور اُس کے عوض جو ساگ ترکاریاں وغیرہ اُنہوں نے مانگی تھیں وہ حقیر و ادنٰے ہونے کے علاوہ محنت و مشقت سے حاصل کرنی پڑیں

کے چوتھے رکوع میں مفصل مذکور ہے، چونکہ بیابان میں مکانات اور سایہ دار درخت نہ تھے اس لئے خدا تعالےٰ ان کو بوقت ضرورت دھوپ اور گرمی سے بچانے کے لئے بادلوں کا سایہ کرتا رہا، اس آیت میں بھی احسان یاد کرایا ہے، ۱۲ منہ، فائدۂ جلیلہ اگرچہ یہ بظاہر ایک سزا ہے، لیکن اس میں حکمت یہ تھی کہ غلامی اور ریاضت کی زندگی سے ان کی اگلی نسل میں جفاکشی پیدا کرکے اُن کی بزدلی دُور کی جاوے، مَن اور سلوٰی جو کھانے کو دیا جاتا رہا، اس میں بھی یہی حکمت تھی کیونکہ مَن تو از قسم ترنجبین ایک شیرینی تھی، اور شیرینی طبعًا محبوب جگر ہے، اور جگر کی صحت سے معدہ کا فعل درست رہتا، اور قوام پکتا اور خون بنتا ہے، اور سلوٰی بٹیر یا بٹیر کی قسم کے جانور تھے، اور طیور کا گوشت بالخصوص قوتِ مردی اور شجاعت پیدا کرتا ہے، پس مرتاض زندگی اور صحت افزا کھلی ہوا اور مقوی غذا سے اُنمیں قوتِ جہاد پیدا کی، (اسی لئے حضرت عمر فاروق رض کا قول ہے، تَمَعْدَدُوْا وَتَمَعْزَزُوْا وَاخْشَوْشِنُوْا (سہیلی جلد۱) یعنے حضرت معدؑ جیسی سادگی اور کھیر طِ جیسا صبر اختیار کرو اور موٹا لباس پہنو، ۱۲) اس چالیس برس کے عرصہ میں حضرت موسےٰ اور ہارون علیہما السلام فوت ہوگئے، اور اُن کے کچھ عرصہ بعد حضرت یوشع کے عہد میں بنی اسرائیل نے جہاد کرکے بیت المقدس فتح کیا، (ملخص از تفاسیر) ۱۲ منہ

عہ مَعدّ بن عدنان، آنحضرت صلعم کے اجداد میں سے ہیں، یہ بڑے موحد اور با خدا تھے، بابل کے بادشاہ بخت نصر نے جب عرب پر حملہ کرنا چاہا، تو خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے دو نبیوں حضرت خرقیل اور برخیا کو وحی کی کہ عرب میں جاکر معدّ بن عدنان لڑکے کو نکال لاؤ کیونکہ میں اس کی اولاد سے خاتم النبیین کو پیدا کرنے والا ہوں، (محمد بن خلدون جلد ص) ۱۲ منہ،

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا

اور (یاد کرو) جب ہمنے فرمایا کہ داخل ہو جاؤ اس بستی میں اور کھاؤ اُس سے

تو اس میں نقصان اُن کا ہوا یا ہمارا؟ وَ اور ایسی گرانقدر نعمتوں کے بعد وہ وقت بھی یاد کرو، اِذْ قُلْنَا جب ہم نے تم کو حکم دیا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (۱۸۴) داخل ہوجاؤ اس بستی میں جو قریب ہی ہے اور تمہارے سامنے ہے اور تم کو اس میں کوئی زحمت نہیں اُٹھانی پڑے گی کیونکہ خدا کا حکم جس کے ضمن میں وعدۂ فتح بھی مضمر ہے وَ اور اس میں داخل ہوکر كُلُوْا مِنْهَا اس میں سے کھانے کی حلال و طیب چیزیں جو اس میں پائی جائیں کسی خاص جگہ اور کسی خاص وقت تک محدود

۱۸۳ مَن ایک قسم کی میٹھی چیز تھی جو رات کو آسمان سے برف کی طرح گرتی تھی، اور سلوٰی بٹیر یا بٹیر کی قسم کے جانور تھے، جو اُن کے خیموں کے گرد جمع ہوجاتے تھے، اور وہ انکو پکڑ کر ذبح کر لیتے اور کھاتے تھے، شیرینی اور گوشت ہر دو بھوک کے وقت بالخصوص سفر اور تکان میں مرغوبِ طبع اور مفرح ہوتے ہیں، اور تاثیر میں مورثِ شجاعت بھی ہیں، ۱۲ منہ،

۱۸۴ لفظ قَرْيَة قَرْیٌ سے نکلا ہے، جس کے معنے جمعیت کے ہیں، چونکہ بستی میں بہت سے لوگ جمع ہو کر رہتے ہیں، اسلئے اُسے قَرْيَة کہتے ہیں چھوٹی یا بڑی، شہر یا گاؤں کی اس میں کوئی تمیز نہیں، معنے جمعیت کے سب میں پائے جاتے ہیں، قرآن شریف میں اس کا اطلاق عام ہے، چنانچہ مکہ شریف کو قریہ بھی کہا ہے، (سورتِ محمدؐ پ۲۶)، اور بَلَد بھی، (پ۳۰ سورت بلد اور وَالتِّيْنِ)، حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مراد هٰذِهِ الْقَرْيَةَ سے بیت المقدس ہے، جیسا کہ سورت مائدہ پ۶ ع۴ میں مصرح ہے، ۱۲ منہ،

۱۸۵ بنی اسرائیل کو حضرت یوشعؑ کے وقت میں بیت المقدس کی فتح پر جس کو وہ خطاب کے وقت جانتے پہچانتے تھے، اور اُن کے سامنے پڑتا تھا، حکم ہوا تھا کہ دروازۂ شہر میں داخل ہوتے وقت سجدۂ شکر ادا کرنا اور گذشتہ قصوروں کی معافی مانگنا، تاکہ تواضع ثابت ہو۔۔۔ لیکن اُنہوں نے گھمنڈ میں آکر دونوں حکموں میں نافرمانی کی، سجدہ کی بجائے چوتڑوں کے بل چلکر داخل ہونے اور حِطَّةٌ کی بجائے جسکے معنے بخشش کے ہیں، لفظ حَبَّةٌ یا حِنْطَةٌ کہا جس کے معنے دانے اور گندم کے ہیں، تبدیل حکم کی یہ کیفیت کتب حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں مرفوعًا آئی ہے، چونکہ یہ نہایت درجے کی گستاخی تھی، اس لئے اللہ تعالےٰ نے اُن پر غضب کیا، ۱۲ منہ،

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

جہاں سے چاہو بافراغت اور داخل ہونا (اُس کے) دروازے میں سجدہ کرتے

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ

ہوئے اور کہنا (کلمہ) حِطَّةٌ ہم بخشدیں گے تمہاری خطائیں اور نیکوکاروں کو زیادہ

نہیں بلکہ حَيْثُ شِئْتُمْ جہاں سے چاہو اور کسی خاص مقدار تک بھی نہیں بلکہ رَغَدًا بافراغت اور سیر شکم وَ اور اس نعمت کے شکریے میں ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا داخل ہونا اُس (بستی) کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے تم کو اتنی مدت کے بعد تمہارا کھویا ہوا علاقہ پھر واپس دلایا وَ اور ان تقصیرات کی معافی کے لئے جو تم سے سابقاً سرزد ہوئیں قُوْلُوْا حِطَّةٌ کہنا بخشش کا کلمہ یعنی حِطَّةٌ اور سجدے میں سر نیاز رکھنے اور بخشش کا کلمہ کہنے کے ساتھ ہی نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ہم تمہاری خطائیں جو اس سے پہلے سہواً ہوئیں یا عمداً سب بخشدیں گے کیونکہ ہم سجدے کی حالت کی دُعا بہت جلد سُنتے اور قبول کرتے ہیں[۱۸۵] وَ اور اسی پر اکتفا نہیں ہوگا بلکہ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۹﴾ خلوص نیت سے نیکی

۱۸۵ھ سجدے کی حالت میں استغفار اور دعا قبول ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم کو جب خوشی کی خبر آتی تو آپ فوراً سجدہ کرتے۔ (مشکوٰۃ ۱۴۳ و ۱۴۳)

۱۸۶ھ فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے بتخریج امام ابن خزیمہؒ نقل کیا کہ طاعون ایک (وبائی) عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا۔ اس بنا پر عام مفسرین نے کہا ہے، کہ اس جگہ اس سے مراد طاعون ہے، لفظ کے اعتبار سے رِجْز عام ہے، طاعون وغیرہ وبائیں، اس میں داخل ہیں، بلکہ دیگر آسمانی عذاب اور بلائیں سب اس کے مفہوم میں داخل ہیں، مثلاً حضرت لوطؑ کی قوم کے عذاب کی نسبت فرمایا، اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (عنکبوت پ ۲۰ ع ۲) اور معلوم ہے، کہ حضرت لوطؑ کی قوم پر جو عذاب آیا تھا، وہ طاعون نہیں تھا، بلکہ اُن پر آسمان سے پتھراؤ کیا گیا، اور اُن کی بستی اُلٹا دی گئی تھی، مفسرینؒ نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اس طاعون سے بنی اسرائیل کے ستر

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ

بھی دینگے ۵۹ پس بدل ڈالا اُن لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا تھا قول کو سوائے اُس کے

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

جو اُن کو کہا گیا تھا پس نازل کیا ہم نے اُن پر جنہوں نے ظلم کیا تھا آسمان

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

(کی طرف) سے عذاب (طاعون) اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے رہتے تھے ۶۰

کرنے والوں کو دوسروں سے زیادہ ثواب دیں گے۔ جس کی حد ہمارے ہی علم میں ہے۔ کیونکہ جس چیز کو خداوند عالم زیادہ کہے اُس کی حد کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس بدل ڈالا اُن لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا تھا کہ نعمتِ مَن وسلوٰی اور نعمت فتح کی ناشکری کی قَوْلًا قولِ (خداوندی) کو غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ سوائے اس کے جو اُن کو کہا گیا تھا، کہ حِطَّةٌ کی بجائے حَبَّةٌ و حِنْطَةٌ کہا جس میں لفظی اور معنوی ہر دو طرح کی تبدیلی ہے۔ اور بوجہ بعض حروف و قدرے تلفظ کی مشابہت کی وجہ سے تمسخر بھی ہے۔ اور سجدہ کی بجائے چوتڑوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر داخل ہوئے، جو فعل میں تبدیلی ہے۔ اور اس میں کمال درجے کی شوخی و گستاخی ہے فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ پس ہم نے آتارا اُن لوگوں پر جنہوں نے ایسا ظلم کیا تھا نہایت مکروہ عذاب[۱۸۶] کا حکم آسمان سے جو ہمارے احکام ہر دو قسم (تکوینی و تشریعی) احکام کے صادر ہونے کا ہیڈکوارٹر یعنے صدر مقام ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۶۰﴾ اس سبب سے کہ وہ اطاعت سے سرتابی کرنے کے خوگیر ہوگئے تھے۔

ہزار آدمی مرے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ ۱۲ منہ

۱۸۷ھ اس پتھر کے تفصیلی کوائف جو صاحب معالم وغیرہ بزرگوں نے لکھے ہیں۔ وہ سب اسرائیلیات کے قبیل سے ہیں۔ کسی مرفوع حدیث نبوی میں کچھ بھی منقول نہیں۔ ۱۲ منہ

۱۸۸ھ اعجازی طور پر پتھر سے پانی کا نکل پڑنا بعید نہیں، جملہ مادی و غیر مادی موجودات خدا کی پیدا کردہ اور اُس کے حکم تکوینی کے ماتحت ہیں۔ حکمائے متقدمین و متاخرین سب کے نزدیک۔

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے، تو ہم نے فرمایا مار اپنی

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ

لاٹھی اس پتھر کو۔ پس پھوٹ نکلے اُس (پتھر) سے دو اور دس یعنے بارہ چشمے،

ق اور اے ہمارے پیارے نبی (صلعم) ان یہود کو وہ وقت بھی یاد کرایئے اِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ جب پانی مانگا یعنے پانی کے لئے دُعا کی، ہمارے نبی موسیٰؑ نے، اپنے لئے نہیں بلکہ لِقَوْمِهِ اپنی نسبی اور مذہبی قوم کے لئے، اُن پر شفقت کی وجہ سے جبکہ اُن کو بیابان میں پیاس نے تنگ کیا، فَقُلْنَا تو ہم نے اُسے فرمایا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ مار اپنی لاٹھی جو تیرے ہاتھ میں ہے اس پتھر کو جو تیرے سامنے ہے، موسیٰؑ نے تعمیل حکم میں ضرب لگائی فَانفَجَرَتْ مِنْهُ تو پھوٹ نکلے اُس (پتھر) سے اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا دو اور دس یعنے بارہ چشمے اُن کے قبائل کی تعداد کے برابر تاکہ وہ ہجوم میں نہ پڑیں۔

انقلاب عناصر مسلّم امر ہے (شرح ہدایۃ الحکمۃ و شمس بازغہ)، صاحب تفسیر حقانی فرماتے ہیں۔ وَلَا يَبْعُدُ مِن قُدْرَةِ اللّٰهِ أَن يَّجْعَلَ الْحَجَرَ جَاذِبًا لِّلْهَوَاءِ مُقَلِّبًا لَّهَا بِقُوَّةِ تَبْرِيْدِهَا بِالْمَاءِ۔ یعنی خدا تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ پتھر کو ہوا کا جاذب بنا دے اور اس کی قوت تبرید سے پانی کی صورت میں منقلب کر دے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ نے بھی اپنی تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور تفسیر نیشاپوری میں بھی ایسا ہی ہے۔ مولانا ابوالکلام صاحب کانگرسی اور حکیم نورالدین صاحب قادیانی اور سر سید صاحب مرحوم نے اسجگہ ضَرَبَ کے معنے چلنا لکھے ہیں، جو یہاں پر غلط ہیں۔ کیونکہ جب اس کے معنے چلنے کے ہوتے ہیں تو اس کا صلہ فِی آتا ہے۔ جیسے آیت وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ (نساء پ ع) نیز آیت وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ (مزمل پ ع) میں ہے۔ لیکن یہاں تو صلہ بِ ہے اور بِ آلہ ضَرَبَ کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے آیت فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ (صافات پ ۲۳ ع)۔ امام راغب اصفہانی رحمہ نے مفردات القرآن میں ضَرَب کے مختلف معانی ذکر کر کے بِ کا صلہ مارنے کے معنے کے وقت ذکر کیا ہے۔ اور منجملہ دیگر آیات کے اس آیت اِضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ کو بھی مثال میں پیش کیا ہے۔ دیگر یہ کہ خدا تعالیٰ نے فَانفَجَرَتْ کو فائے تعقیب اور باب انفعال سے ذکر کیا ہے جس کا خاصہ مطاوعت ہے۔ یعنے اپنے سے پیشتر کے فعل مجرد کا اثر قبول کرنا۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن

تحقیق پہچان رکھا ہر قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ، کھاؤ اور پیو خدا

رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾

کی روزی سے اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہوئے [6]

اس سے قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ تحقیق پہچان لیا ہر قبیلہ نے اپنا اپنا گھاٹ یعنے ہر ایک نے اپنے لئے ایک گھاٹ معیّن و مقرر کر لیا، اور اُس کو شناخت بھی کر رکھا۔ اس پر ہم نے فرمایا كُلُوا کھاؤ مَن اور سلوٰی بے محنت رزق وَاشْرَبُوا اور پیو ان چشموں سے مُصفا پانی جو کشید کی مشقت کے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ مِن رِّزْقِ اللّٰهِ جو بلا محنت خدا تعالیٰ کی عطا کردہ روزی ہے۔ اور ہماری نعمتوں کا شکر کرو کہ اس عتاب میں بھی تم پر نظر عنایت کر رکھی ہے۔ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾ اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے ہوئے [۱۸۹] لیکن باوجود اس کے تم نے ایسی بلند قدر سماوی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ اور تمہاری ذہنیت بلند نہ ہوئی بلکہ تم سفلیات ہی میں گرے رہے۔ ق اور تم وہ وقت بھی

(فصول اکبری وغیرہ)، جیسے كَسَرْتُهُ فَانكَسَرَ یعنے میں نے اس چیز کو توڑا تو وہ ٹوٹ گئی، اسی طرح اس جگہ فعل ضرب جو موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ کے حکم اِضْرِب کی تعمیل میں کیا اُس کا اثر انفجار کے متعلق تباہی پڑ سکتا ہے۔ جب اُسکے معنے "مارنے" کے لئے جائیں، ورنہ "چلنے" کے اثر کو انفجار سے کیا تعلق؟ اسیطرح سورت اعراف پ ۹ ع میں فَانبَجَسَتْ بھی فائے تعقیب اور باب انفعال سے ہے۔ انفجار اور انبجاس ایک ہی بات ہے یا ابتدا میں تھوڑا پانی نکلا اُسے انبجاس کہا اور پھر زیادہ ہوتا گیا۔ اس کے اعتبار سے انفجار فرمایا۔ اسی طرح موسیٰؑ کا دوسرا معجزہ فلق بحر ہے۔ اس کی نسبت بھی سورت شعراء پ ۱۹ ع میں ہے وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ، یہاں بھی فِ تعقیب کی اور باب انفعال ہے۔ اور پہلے اِضْرِب بِّعَصَاكَ ہے۔ فائدہ زائدہ آنحضرت صلعم کی مبارک انگلیوں سے بھی پانی چشمہ کی طرح پھوٹ نکلا۔ اور صدہا لشکریوں اور اُنکے اونٹوں کی ضرورتیں پوری ہو گئیں (صحیح بخاری)، اور فلق بحر کی بجائے آنحضرت صلعم کا شق القمر کا معجزہ ہے۔ یہ دونوں معجزات موسیٰؑ کے معجزات سے عجیب تر اور برتر ہیں ۱۲ منہ

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ

اور (یاد کرو) جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک (قسم کے)

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ

(کھانے پر) پس دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے کہ نکالے ہمارے لئے نباتات (ارضی) میں سے

مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا

اُس کی سبزی ترکاری اور اُسکی لکڑی کھیرے، اور اُسکے گیہوں اور اُس کے مسور اور اس کا پیاز

یاد کرو اِذْ قُلْتُمْ جب تم نے اپنی پست خیالی سے ہمارے نبی موسیٰ کی عزت و رفعت شان کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے اُن کا نام لے کر کہا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ! حالانکہ یہ موقع التجا کا تھا۔ اور بوجہ اُن کے مقبولِ خدا ہونے کے اُن سے دُعا کرانی منظور تھی لیکن تم نے ہماری سماوی نعمتوں کی بے قدری کر کے نہایت جرأت سے کہا لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ہم ایک ہی (قسم کے) کھانے پر ہرگز صبر نہیں کرینگے (کہ روز دونوں وقت مَن اور سلویٰ ہی کھاتے رہیں۔ ہماری طبیعتیں تنوعات کی خوگر ہیں فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ پس آپ ہماری خاطر اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ آپ پر اُس کی عنایات بیش از بیش ہیں، کہ جس طرح وہ ہم پر بلا مشقت مَن اور سلویٰ نازل کرتا رہا ہے۔ اُسی طرح بلا کاشت يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ نکالے وہ اپنے حکم تکوینی سے ہمارے کھانے کے لئے زمین کی نباتات میں سے مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا یعنے اُس کی سبزی ترکاری اور لکڑی کھیرے (خیارین)، اور گیہوں اور مسور اور پیاز کہ بعض ان میں سے غلہ کی قسم سے ہیں۔ اور بعض دال اور سالن کی قسم سے۔ اور بعض سالن کی اصلاح اور اُسے خوش ذائقہ کرنے کیلئے ہیں ہم ایسی ہی

۱۸۹؎ عَثِيَ يَعْثِیٰ خود معنے فساد ہے (کتب تفسیر لغت)، پھر اسکے بعد مُفْسِدِيْنَ فرمایا تو اس سے تجرید ہو گئی، غالباً اسی خیال سے امام قتادہ تابعی نے اسکی تفسیر میں کہا ہے کہ لَا تَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (تفسیر ابن جریر)، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین صاحبان نے بھی اس کا ترجمہ اسی کے مطابق نہ پھرو اور مت پھرو کیا ہے۔ ہاں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اصل معنے کو محفوظ رکھکر یوں ترجمہ کیا ہے۔ "و فساد مکنید در زمین تباہی کناں" ۱۲ منہ

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ

کہا (موسیٰ) نے، کیا تم بدل کر لینا چاہتے ہو ایسی چیز کو جو ادنےٰ ہے بدلے اُس کے

چیزوں کے خوگیر ہیں۔ پس ہم کو ہماری پسندِ خاطر خوراک ملنی چاہیے۔ چونکہ اس درخواست میں ہماری نعمت کی بیقدری تھی اس لئے ہمارے نبی موسیٰ نے جو اس بات کو سمجھتے تھے اور ہماری جناب میں مناسب و نامناسب سوال کو پہچانتے تھے قَالَ کہا اَتَسْتَبْدِلُوْنَ[۱۹۰] الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ[۱۹۱] کیا تم بدل کر لینا چاہتے ہو اُس چیز کو جو ادنےٰ ہے عوض اُس کے جو بہتر ہے" کیونکہ گوشت دال اور سبزی ترکاری سے بلا نزاع افضل ہے[۱۹۲] کیونکہ گوشت براہِ راست بہت جلد خون میں مستحیل ہو جاتا ہے۔ اور سبزی ترکاری وغیرہ سے کتنی حالتیں بدلنے کے بعد خون بنتا ہے۔ اچھا اگر تم ایسا ہی چاہتے ہو تو اِهْبِطُوْا

۱۹۰؎ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ کا ہمزہ زجر و توبیخ کے لئے ہے (مغنی ابن ہشامؒ صہ ج۱)، ۱۲ منہ

۱۹۱؎ مَن اور سلویٰ جو اُن کو بیابان میں ملتا تھا کئی لحاظ سے اُن کی مطلوبہ اشیاء سے بہتر تھا۔ اوّل اس لئے کہ سلویٰ گوشت تھا جو لذت و نفاست میں اور قوت و شجاعت کے پیدا کرنے میں بے عدیل ہے جو بنی اسرائیل میں پیدا کرنی مقصود تھی، اور مَن شیرینی کی قسم سے تھا جو محبوب جگر ہے اور مُفرح بھی ہے۔ (کتب طب)، نیز شیرینی تکان اور سفر میں بالخصوص مرغوب طبع ہوتی ہے۔

دوئم اس لئے کہ مَن اور سلویٰ تو حاصل ہی تھا۔ اور جو چیزیں وہ طلب کرتے تھے۔ وہ محل توقع میں تھیں اور حاصل شدہ متوقع سے بہتر ہوتا ہے۔

سوئم اس لئے کہ گوشت میں دمویت زیادہ ہونے کے سبب Vitaman یعنے غذائی مقوی جوہر زیادہ اور فضلہ بہت کم لیکن ساگ ترکاری میں مائیت و فضلہ زیادہ اور Vitaman غذائی مقوی جوہر بہت کم ہوتا ہے۔ (کتب طب و ڈاکٹری) ۱۲ منہ

۱۹۲؎ حدیث شریف میں ہے سَيِّدُ الطَّعَامِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اللَّحْمُ فِي الْاَدُرْزِ (کنوز الحقائق بروایت حاکم)، یعنے دنیا اور آخرت یعنے دونوں جہانوں میں کھانوں کا سردار گوشت چاولوں میں ہے۔ یعنے یخنی پلاؤ ہے، ۱۲ منہ

۱۹۳؎ صاحب تفسیر حقانی رحمہ نے لکھا ہے کوئی معین شہر مراد نہیں۔ اگر معین ہوتا تو مِصْرًا پر تنوین نہ آتی ۱۲ منہ

خَیْرٌ ۭ اِھْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَ

جو بہتر ہے۔ اتر پڑو کسی شہر میں (وہاں) تمہارے لئے (موجود ہے) جو تم نے مانگا

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ

اور ماری گئی اُن پر ذلت (ماتحتی) اور محتاجی اور آگئے وہ خدا کے غضب میں،

مِصْرًا کسی شہر[۱۹۳] میں اُتر پڑو فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ بیشک یہ چیزیں جو تم نے مانگی ہیں بغیر دُعا کے وہاں پر موجود ہیں، لہذا بطریق اعجاز نکالنے کی ضرورت نہیں، وَ اور چونکہ وہ سفلیات کی طرف مائل ہو گئے اس لئے اُن کے مناسب حال ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ ماری گئی[۱۹۴] ان پر ذلت یعنے غیروں کی ماتحتی[۱۹۵] وَ اور الْمَسْكَنَةُ اور مسکینی[۱۹۶] یعنے سکون کی ایسی حالت کہ سیاسی عروج نہ ہو سکے۔ وَ اور یہ مسکنت آئینِ درویشی کی صورت میں نہ تھی کہ اُس سے خدائے تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی بلکہ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وہ آ گئے خدا کے بڑے بھاری[۱۹۷] غضب کے پھیر میں، [۱۹۸]

[۱۹۳] انہوں نے یہ سب چیزیں مَن اور سلویٰ کی طرح بلا مشقت میسر آنے کا سوال کیا تھا۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ کے طریق جواب سے مفہوم ہوتا ہے پس انکو ایسا حکم دیا گیا کہ یہ چیزیں شہروں میں بکثرت موجود ہیں پس تم کسی شہر کو فتح کرکے اُس میں ڈیرہ کر لو۔ اور اُن وسائل سے حاصل کرو جیسے وہ حاصل ہوا کرتی ہیں۔ بغیر محنت کے نہیں ملیں گی۔ کیونکہ تم نے بے محنت حاصل ہونے والے مَن اور سلویٰ کی قدر نہیں کی ۱۲ منہ

[۱۹۴] ضرب کی حقیقت ہے ایک چیز کا دوسری چیز پر واقع کرنا (راغب) اسی اعتبار سے سکہ شاہی پر ضرب کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح یہود پر ذلت و مسکنت حکم الٰہی کی ضرب ماری گئی اور نقش کی گئی، یہ ضرب مجازی ہے صاحب تفسیر حقانی اور امام راغب اصفہانی ہر دو نے عَلَیْهِمْ کے صلہ کا مفاد یہ بتایا ہے کہ ذلت و مسکنت اُن پر قبہ اور خیمہ کی طرح ماری گئی۔ اور وہ اُن پر ہر طرف سے چھا گئی ۱۲ منہ

[۱۹۵] غیر کی ماتحتی ذلت کے معنی میں ملحوظ ہے جیسے بنی اسرائیل کی گائے کے ذکر میں ہے لَا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ ۱۲ منہ

[۱۹۶] مسکنت کا لفظ سکون سے مشتق ہے اور میم زائد ہے (راغب) اور اس سے مراد ہے سیاسی عروج و ترقی کی رکاوٹ۔ ایسا ہی پارہ چہارم رکوع ۳ میں مذکور ہے خدا تعالیٰ کی اسی مار کی وجہ سے یہود کی آزاد سلطنت دُنیا جہان میں کہیں بھی نہیں۔ جہاں کہیں آباد ہیں۔ غیروں کے ماتحت ہیں۔ وہاں پر وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کی پیشگوئی کی صداقت

اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ

یہ اس سبب سے ہوا کہ وہ (عادۃً) کفر کرتے تھے خدا کی آیات سے

اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۭ

اور قتل کرتے تھے انبیاء (علیہ السلام) کو ناحق،

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ یہ مار اُن پر اس سبب سے پڑی کہ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وہ عام طور پر خدا کی آیات کا انکار کر دیتے تھے جبکہ وہ اُن کی خواہش و روش کے خلاف ہوں، وَ اور اُن کے کفر کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ موقع پاکر قتل کر ڈالتے رہے بعض انبیاءؑ[۱۹۹] کو کیونکہ وہ اُن کو بُری روش سے منع کرتے تھے، [۲۰۰] حضرات شعیا و زکریا و یحییٰ (علیہم السلام) کو قتل کیا یا دُوسروں سے کرا دیا اور حضرات انبیاءؑ سے کوئی ایسا فعل تو سرزد ہوتا نہیں جو موجبِ قتل ہو سکے اس لئے یہ قتل سراسر بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق تھا۔ اور اب بھی یہ لوگ اِس عہد کے رسول برحق مُحَمَّدٌ (صلوات اللہ علیہ وسلامہ)

ظاہر ہو رہی ہے فلسطین میں ان کی کامیابی انگریزوں اور امریکہ کی حبل پناہ کا طلسم ہے۔ نہ بالاستقلال، ۱۲ منہ

[۱۹۷] لفظ "بھاری" غضب کی تنوین کی رعایت سے لکھا گیا ہے (رحمانی) ۱۲ منہ

[۱۹۸] بَآءُوْ کے ترجمہ پھیر میں "آگئے" کے لئے امام راغب اصفہانیؒ کے مفردات کا مطالعہ کرو۔ ۱۲ منہ

[۱۹۹] جمع کے صیغے میں جب کُلیت ملحوظ نہ ہو تو فائدہ جزئیت کا دیتا ہے (کتب منطق و نحو) علاوہ اس کے خود نصِ قرآن سے آیت فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ میں فَرِیْقًا کے لفظ سے جزئیت ظاہر ہے ۱۲ منہ

[۲۰۰] جیسا کہ فرمایا اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ اس آیت سے واضح ہے کہ چونکہ انبیاءؑ کی تعلیم لوگوں کی خواہشوں اور عادتوں کے خلاف تھی اس لئے لوگ اُنکے دشمن ہو جاتے تھے۔ اور بسا اوقات یہ دشمنی تکذیب و قتل تک نوبت پہنچا دیتی تھی ۱۲ منہ

[۲۰۱] یَقْتُلُوْنَ کے پہلے یا تو كَانُوْا محذوف ہے کیونکہ یہ عطف ہے كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ پر۔ یا بغیر حذف کے فعل مضارع اپنے حال پر ہے۔ اس صورت میں فعل مضارع کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے عہد کے یہودی آنحضرت صلعم کے قتل کے درپے تھے پس فعل مضارع بمعنے حال درست ہوا۔ صاحب تفسیر حقانیؒ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ۱۲ منہ

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦٢﴾

یہ (حالت) اس سبب سے (ہو گئی)، کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے ۶۲

کے قتل کے درپے ہیں ۱۹۵ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یہ یعنی خدا کی آیات سے انکار اور انبیاء کے قتل پر جرأت اس سبب سے ہوئی کہ وہ نافرمانی کے خوگیر ہو گئے تھے۔ کیونکہ ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف کھینچ لے جاتا ہے وَّ اور گناہ میں کسی حد پر ٹھیرتے نہیں تھے بلکہ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦٢﴾ وہ حدِ ۱۹۵ (شرع) سے بڑھ جاتے تھے۔

۱۹۵ امام رازیؒ نے فرمایا کہ ان چاروں امروں کی ترتیب میں عجب لطف ہے۔ سب سے پہلے کفر بآیات اللہ کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کے حق میں قصور ہے، پھر انبیاء علیہم السلام کے حق میں قصور کرنے کا ذکر کیا یعنی بعض کو قتل کیا پھر عصیان کا ذکر کیا جو احکام خداوندی کی نافرمانی ہے پھر اعتداء یعنی حد سے بڑھ جانے کا ذکر کیا جو حدودِ شرع سے تجاوز کر کے دیگر لوگوں پر ظلم و زیادتی ہے ۱۲ منہ

استنباطات، اس ایک ہی آیت سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حاجت کے وقت کسی مقبول خدا سے دعا کرانی جائز ہے۔ دوم یہ کہ خدا تعالیٰ کی کسی بھی نعمت کو حقیر نہ جاننا چاہیئے خصوصاً جو بلا مشقت ملے اسکی بہت قدر چاہیئے۔ سوم یہ کہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرتے کرتے طبیعت میں گناہ کرنے کا ملکہ پختہ ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں پر جرأت ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ذٰلِكَ اشارہ مکرراً ذکر کیا کہ پہلے دو گناہ پچھلے دونوں کی نسبت سخت ہیں اور یہ پچھلے دو گناہ پہلے دو گناہوں کا سبب ہیں اور ان پہلے دو گناہوں یعنے کفر بآیت اللہ اور قتل انبیاء کی پاداش میں ہمیشہ کی ذلت و خواری اور غیروں کی ماتحتی نصیب ہوئی:۔

عبرت یہی حال ہمارا ہو رہا ہے کہ عصیان و اعتداء تو ظاہر ہو رہا ہے اور خدا کی توحید کی بجائے شرک اور سنت پیغمبر صلعم کی بجائے بدعات کا رواج ہو رہا ہے۔ نبی تو موجود نہیں کہ اس کے قتل کی نوبت آئے۔ ہاں انبیاء کے وارثوں اور سنت نبوی کے عاشقوں پر دست درازیاں اور قاتلانہ حملے کھلے بازار ہو رہے ہیں، ۴ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مولانا ثناء اللہ صاحب مدظلہ امرتسری پر ایسا ہی حملہ کر کے مخالفین نے اپنے آپ کو یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا کا مصداق بنا دیا تھا۔ اب سب باتوں کے بعد یہ کہ دنیا جہان میں قریباً تمام ممالک اسلامیہ بالواسطہ یا بلا واسطہ عیسائیوں کے زیر اثر ہیں اگر عیسائی قوم ایک ملک کے مسلمانوں پر ظلم کرتی ہے تو دوسرے شاہان اسلام جو نام کو آزاد کہلاتے ہیں۔ انکی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے۔ فلسطین میں انگریز کئی سالوں سے کیا کر رہے ہیں اور حضر موت میں انہوں نے کیا نہ کیا، اور انڈونیشیا میں کیا کسر اٹھا رکھی ہے اور اب کشمیر میں (جہاں میں مورخہ ۶/۴۶ ۱۹ کو یہ سطریں لکھ رہا ہوں)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى

تحقیق جو لوگ مسلمان ہوئے اور یہودی ہوئے اور عیسائی

وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور صابی (بھی): جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

توبہ اور صحیح ایمان اور نیک اعمال سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں، سو اس کے مطابق اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جن لوگوں نے (یقین قلبی کے سوا صرف زبان سے) ایمان کا اقرار کیا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا اور جو یہودی ہوئے اگرچہ ان کی قباحتیں بیش از بیش ہیں وَالنَّصٰرٰى اور عیسائی بھی، اگرچہ اُنہوں نے خدا کے رسول مسیحؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا وَالصّٰبِـِٕيْنَ اور جو صابی ہوئے، اور اُنہوں نے دینِ حق سے ہٹ کر کواکب پرستی اختیار کر لی ان سب میں سے یا ان کے علاوہ مَنْ جو بھی کفر و نفاق چھوڑ کر اٰمَنَ بِاللّٰهِ خدا تعالیٰ کی توحید پر دل سے یقین لائے ۱۹۶ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور پچھلے دن (کی جزا سزا) پر بھی وَعَمِلَ صَالِحًا اور بُرائیوں سے توبہ کر کے اپنے حال

ڈوگرہ حکومت کیا کر رہی ہے یہاں پر مسلمان نام کو تو ۹۵ یا ۹۷ فیصدی ہیں لیکن یہاں کے مسلمان اپنے آپ کو بھی نہیں سنبھال سکتے دوسروں کی کیا خبر لیں شیخ عبداللہ جعفر کشمیر نے مسلمانوں کی عام جماعت مسلم کانفرنس سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر کے نیشنل کانگرس کے اشارے سے نیشنل کانفرنس قائم کر رکھی ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈال رکھی ہے میری باتیں تلخ تو معلوم ہوں گی لیکن دردمندی سے صورت واقعی آپ کے سامنے رکھدی ہے پس بُرا ماننے کی بات نہیں بلکہ عبرت پکڑنے اور اپنے حال کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے خدا تعالیٰ ہمارے گذشتہ قصور معاف کرے اور آئندہ کو اپنی توحید اور اپنے پیغمبر برحق (علیہ الاف التحیات والسلام) کی سنت کی تابعداری نصیب کرے اور ہماری موجودہ بدحالی کو دُور کر کے ہمیں گذشتہ عروج پر پھر پہنچا دے۔ آمین ۱۲ منہ

۱۹۶ اس آیت میں دو اشکال ہیں اول یہ کہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور یہود و نصاریٰ اور صابی سب کے لئے مَنْ اٰمَنَ فرمایا حالانکہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا آگے ہی مَنْ اٰمَنَ میں داخل ہیں مفسرین رح اس کی کئی توجیہیں بیان کی ہیں ایک وہ جو ہم نے زینتہ صاحب تفسیر رحمانی و معالم و شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیری ترجمہ میں اختیار کی ہے کہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد صرف زبان سے ایمان

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ

اور اسنے عمل کیا نیک تو ان کے لئے اُن کے اعمال کا ثواب مقرر ہے اُن کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خوف طاری

کی اصلاح کرلے اور حکم شرع کے مطابق نیک کام کرے فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ تو ان کے لئے ان کے ایمان واعمال صالحہ کا اجر ہوگا جو ان کے پروردگار کے پاس محفوظ ہے وَلَا خَوْفٌ

کا اقرار کرنے والے ہیں اور مَنْ آمَنَ سے حقیقی اور قلبی ایمان والے مراد ہیں جیسا کہ سورت نساء پ۵ ع۱۹ میں فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا الآیۃ نیز سورت حجرات پ۲۶ ع۱۴ میں فرمایا قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ الآیۃ یعنی اعراب (بدویوں) نے کہا ہم ایمان لے آئے ہیں (ان کو) فرما دیجئے! تم مومن نہیں ہوئے لیکن تم کہو ہم مسلمان (مطیع) ہوگئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا تفسیر معالم میں اس آیت کے ذیل میں پوری وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ایمان حقیقی کیا ہے اور محض زبان سے اقرار کرنا کس شمار میں ہے۔ نیز امام بخاری رح نے بھی صحیح بخاری میں ایمان کی حقیقت سمجھانے اور ظاہری انقیاد اور قلبی ایمان میں فرق بتانے کے لئے یہی آیت پیش کی ہے۔ اشکال دوم یہ ہے کہ صرف ایمان باللہ اور آخرت پر یقین اور اعمال صالحہ کا ذکر کیا ہے اور ایمان بالملٰئکہ اور ایمان بالرسل اور ایمان بالکتب کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ سورت نساء پ۵ ع۱۹ میں فرمایا وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان پانچوں چیزوں پر ایمان ضروری ہے۔ اس کا جواب اولاً تو وہی ہے جو نفس سوال میں ہے کہ جو امور سورت نساء میں مذکور ہیں وہ سب ایمانیات میں داخل ہیں اگر ایک جگہ اجمال ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے۔ دوم یہ کہ یہ سب امور شرعی ایمان باللہ میں داخل ہیں جیسا کہ وفد عبدالقیس والی حدیث سے ظاہر ہے جو صحیح بخاری کے کتاب الایمان میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایمان باللہ کی تشریح میں یہ سب امور اور دیگر کئی ایک دینی فرائض بھی بتلائے تھے۔ سوم یہ کہ ایمان بالآخرۃ کا علم اور اعمال صالحہ کی فہرست بغیر پیغمبر برحق کی زبان مبارک کے اور کتب الٰہیہ کے بیان کے معلوم نہیں ہوسکتی۔ اور پیغمبر برحق کے پاس وحی خدا کا بڑا ذریعہ خدا کا فرشتہ ہے پس ایمان بالآخرۃ اور اعمال صالحہ کے ضمن میں ایمان بالرسل اور ایمان بالملٰئکہ اور ایمان بالکتب سب امور آجاتے ہیں۔ چہارم یہ کہ اس آیت کو بحیثیت اس کے کلام الٰہی ہونے کے تب ہی دلیل پیش کر سکتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو رسول برحق اور قرآن شریف کو کلام خدا تسلیم کرلیا جائے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ

ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے ۶۲ اور جب لیا ہم نے تم سے عہد

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ

اور بلند کیا تمہارے اوپر طور (پہاڑ) پکڑو جو دیا ہم نے تم کو مضبوطی سے

عَلَيْهِمْ اور باوجود اس کے کہ روز قیامت سخت ہولناک ہوگا اُن پر اُن کی سابقہ برائیوں کی وجہ سے عذاب کا کوئی خوف نہیں ہوگا کیونکہ وہ توبہ اور صحیح ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے معاف ہوچکی ہوں گی اور وہ بحکم وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ (نمل پ۲۰ ع۲) ہر طرح سے امن میں ہونگے وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ اور نہ وہ اپنی فروگذاشتوں کی وجہ سے نقصان ثواب کا غم کھائیں گے کیونکہ توبہ کے بعد کی باقی عمر کے ایمان و اعمال صالحہ کا اجر اتنا وافر ملے گا کہ ان کی سابقہ کسریں سب نکل جائیں گی اور وہ کامل سرور و خوشی میں رہیں گے وَ اور تمہارے ایمان و عمل کا حال تو اس سے ظاہر ہے کہ إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ جب ہم نے تمہارے بزرگوں سے کتاب اللہ پر عمل کرنے کا اقرار لیا اور بوجہ توریت پر ایمان رکھنے کے تم بھی اس میں داخل ہو تو گویا تم سے بھی وہ اقرار لیا وَ اور ہر شی پر اپنی قدرت دکھانے کے لئے رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ہم نے اپنے حکم تکوینی سے جس کے ماتحت سب کچھ ہے طور پہاڑ کو جڑھ سے اکھیڑ کر سائبان[197] کی طرح تمہارے (بزرگوں) کے سروں کے اوپر کھڑا کر دیا اور وہ ڈرے کہ وہ اُن پر گر پڑے گا[198] اس حال میں ہم نے فرمایا خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ پکڑو مضبوطی سے جو ہم نے تم کو دیا ہے یعنی ہماری اس کتاب توریت پر جو ہم نے تم کو اپنے نبی موسےٰ کی معرفت دی ہے کوشش اور ریاضت سے عمل کرنا ہوگا۔ اسی قوت سے جس سے تم دیگر کاموں کی مشقت برداشت

پس اس مقام پر رسولوں پر اور کتب الٰہیہ پر ایمان رکھنا تو معہود اول ہے جو اس سے ساقط نہیں ہوسکتا۔ لہذا ان کا حذف ان کے ذکر کے برابر ہے اور یہ بھی علم بلاغت کا ایک قاعدہ ہے۔ ھذا واللہ الموافق واللھم الصواب ۱۲ منہ

[197] یہ بھی مشکل آیات میں سے ہے اشکال یہ ہے کہ رفع طور توریت کی تعمیل کے لئے کیا گیا۔ اور اس میں جبر ہے اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اس امر کی صراحت نہیں کہ پہاڑ کس غرض کیلئے اُٹھایا گیا تھا۔ ہاں بنی اسرائیل نے ایسا سمجھ لیا تھا کہ وہ اُن پر گر پڑے گا (سورۃ اعراف پ۹ ع۱۱) اور ان کے ایسا

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ

اور یاد کرو جو اس میں (مذکور) ہے تاکہ تم بچ جاؤ ۶۳ پھر تم الٹے

کرتے ہو تو اس پر عمل تب ہوگا جب تم اس کو یاد کرو گے اور اس کا علم حاصل کرو گے۔ سو اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ یاد کرو اس کو جو اس میں صراحۃً یا دلالۃً مذکور ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اس امید پر کہ تم کو مقامِ تقویٰ حاصل ہو جاوے اور تم خدا کی نافرمانی سے بچتے ہوئے عذابِ خدا سے بچ جاؤ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ پھر تم مجموعی طور پر اس اقرار کی خلاف ورزی کر کے اس سے پھر گئے

سمجھنے میں حجت نہیں دوم یہ کہ کافر کو ایمان لانے کے لئے جبر کرنا جائز نہیں چنانچہ فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (پ۳ ع۲) لیکن جس قوم نے برغبتِ خود کسی قانون کو تسلیم کر لیا ہو اس کو اس قانون کی تعمیل کے متعلق ڈرانا جائز ہے بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کی نبوت کے قائل تھے اس لئے احکامِ شرع کی تعمیل و پابندی ان پر لازم تھی اگر ان کو ڈرایا گیا تو یہ درست ہے ۱۲ منہ

۱۹۰ ب تشریح سورۃ اعراف پ۹ ع کی آیت وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ الخ میں مذکور ہے کسی ذی شئی کا عالمِ جو میں معلق ہو جانا ممکن ہے جبکہ جاذب قوی ہو اور خدا کا امر کوئی سب سے بڑا جاذب ہے ۱۲ قرآن شریف کے الفاظ بالکل صاف ہیں لیکن حیرانی ہے کہ خواجہ عبدالحی صاحب جامعہ ملیہ کے شیخ التفسیر باوجود اہل سنت اساتذہ سے تعلیم پانے کے تفسیر سورت بقرہ میں کئی جگہ اہل بدعت کی پیروی کر جاتے ہیں خدا جانے یہ اثر کہاں سے ہوا؟ آپ رفع طور کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ "وہ (بنی اسرائیل) اپنے سامنے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے (صفحہ ۱۲۵) مولوی محمد علی صاحب لاہوری احمدی بھی بیان القرآن صفحہ ۸۲ میں یہی مطلب لکھتے ہیں دونوں کی تفسیریں ۱۳۴۲ھ میں چھپی ہیں خدا جانے کس نے کس سے اخذ کیا۔ مولوی محمد علی صاحب کی نسبت تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ زبان عربی کے محاورات سے ناواقف ہیں اور تاویلاتِ باطلہ میں پورے مشاق ہیں لیکن خواجہ صاحب کی نسبت ہمارا گمان ایسا نہیں ہے نیز! دونوں صاحبوں کو معلوم ہو کہ جو شہادت آپ نے حدیث خرّ فعت لنا صخرۃ کی پیش کی ہے وہ یہاں پر مفید نہیں ہے کیوں کہ وہ چٹان پہلے صحابہؓ کے سامنے نہ تھا پیچھے ظاہر ہوا لیکن بنی اسرائیل تو پہلے ہی دامن کوہ میں تھے جیسا کہ کتاب خروج (۱۹: ۱۷) میں منصوص ہے پھر ظہور کا کیا واسطہ؟ دیگر یہ کہ خود قرآن شریف میں دوسرے مقام پر رَفَعْنَا کی بجائے الفاظ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ (اعراف پ۹ ع) وارد ہیں اور جملہ مفسرین نَتَقْنَا کے معنے قَلَعْنَا (جڑھ سے اکھیڑا) لکھتے ہیں۔

مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ

بعد (بھی اقرار سے) پھر گئے پس اگر نہ ہوتا تم پر فضل خدا کا اور

رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

اس کی رحمت تو تم ضرور زیاں کاروں سے ہو جاتے ۶۵ اور البتہ تم جان چکے ہو

بہت مدت بعد نہیں بلکہ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے قریب زمانہ کے بعد ہی فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ پس اگر نہ ہوتا تم پر خدا تعالیٰ کا خصوصی فضل دنیا میں اچھی گذران سے آباد رکھنے کا وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت توبہ کے لئے موقع دینے اور اپنے حال کی اصلاح کرنے کے لئے تو لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ البتہ ہو جاتے تم دنیا اور عاقبت ہر دو جہاں میں خسارہ پانے والوں میں سے سو ہم نے اپنے فضل و رحمت سے تمہارے آبا و اجداد کو رسایا بسایا اور ان سے تم کو پیدا کیا۔ اور اب تم میں اپنا نبی رحمت محمد صلعم حسب وعدۂ توریت بھیجا ہے کہ تم اس پر ایمان لا کر اور صالح عمل کر کے دنیا و عقبیٰ ہر دو جہان کی سعادت حاصل کر سکو۔ وَ اور اگر تم ایمان نہ لاؤ تو سنو لَقَدْ عَلِمْتُمُ البتہ تم کو معلوم ہے ان لوگوں کا انجام بد

(معالم جامع وغیرہا) اسی طرح پ۱ ع۶ میں بھی فرمایا وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ دیکھئے ہر جگہ فَوْقَهُمْ کا ظرف موجود ہے ایک جگہ بھی لَهُمْ نہیں ہے پس رُفِعَ لَنَا اور رَفَعْنَا فَوْقَهُمْ میں فرق ظاہر ہو گیا۔ ان میں امام راغبؒ نے سب سے پہلے رفع اجسام کے متعلق یہی آیت وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ہی لکھی ہے اور رفع اجسام کی حقیقت یوں بتائی ہے اِذَا اَعْلَيْتَهَا عَنْ مَقَرِّهَا جس کا ترجمہ خود مولوی محمد علی صاحب نے یوں کیا ہے لیکن سمجھ نہیں "جب ان (اجسام) کو اپنی جگہ سے اوپر اٹھایا جائے" ظاہر ہے کہ کسی جسم کو اس کی جگہ سے اوپر کو اٹھانے کے معنے یہ ہیں کہ اس چیز اور اس جگہ میں اوپر نیچے کا فاصلہ ہو جائے لیکن باوجود اس کے مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں "رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ کے معنے یہ ہیں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر اونچا کیا گیا" اب فرمایئے کہ مولوی محمد علی صاحب نے امام راغب کی عبارت اور اپنے ترجمہ کو کیا خاک سمجھا؟ جس چیز کا پہلے اثبات مانتے ہیں اسی کی نفی کرتے ہیں بے علمی اور بد اعتقادی کے کرشمے یہی ہیں ۱۲ منہ

الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا

اُن کو جنہوں نے زیادتی کی تھی تم میں سے ہفتے کے بارے میں پس ہم نے انکو کہا

الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا جنہوں نے زیادتی کی تھی اور وہ کوئی غیر نہ تھے بلکہ مِنْكُمْ تم ہی میں سے تھے اور وہ زیادتی ایمان کے مقابلہ میں کسی بڑے امر کے متعلق نہ تھی بلکہ فِي السَّبْتِ سبت کے بارے میں تھی۔ کہ اُن کو حکم تھا کہ اِس دن کو خدا کی عبادت اور امورِ شرعیہ کے لئے فارغ رکھنا لیکن اُنہوں نے اس حکم کو توڑ کر اس دن میں مچھلیوں کے شکار میں مصروف رہنا شروع کر دیا[199] جب اُن کے باطن بگڑ گئے ف تو ہم نے اپنے امرِ تکوینی سے فَقُلْنَا لَهُمْ

[199] اس قصہ کی تفصیل سورت اعراف پ ۹ ع ۱۱ میں مع ضروری تشریحات کے یُوں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بستی لب دریا تھی اُن کی آزمائش کے لئے خدا کی قدرت سے سبت (ہفتہ) کے دن دریا میں مچھلیاں کثرت سے آتیں اور وہ مُنہ نکال کر کنارے کے قریب آجاتیں اور دیگر دنوں میں اس طرح نہ آتیں اُن میں سے بعض نے شیطان کے ورغلانے سے یا طمعِ نفسانی سے یہ حیلہ نکالا کہ وہ جمعہ کی شام کو دریا کے کنارے کچے حوض تیار کر آتے اور دریا اور حوضوں کے درمیان نالیاں کھود آتے سبت کے دن مچھلیاں اُن حوضوں میں آجاتیں تو جب پانی اتر جاتا وہیں رہ جاتیں جن کو وہ اتوار کی صبح کو جا کر پکڑ لاتے اس حیلہ کی آڑ میں طمعِ نفسانی بھی پُورا کر لیتے اور بظاہر شریعت کی قانون شکنی بھی نہ ہوتی خدا تعالےٰ نے اپنی سنت کے مطابق کچھ عرصہ تک ان کو ڈھیل دے رکھی حتی کہ اُن میں ایسے دلیر اور بیباک بھی پیدا ہو پڑے جنہوں نے صریحًا سبت کے دن بھی پکڑنی شروع کر دیں حقانی لوگ ان کو منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتے تھے آخر حضرت داؤدؑ کا زمانہ آیا اُنہوں نے بھی منع کیا لیکن حرام خوری کا مزہ پڑ چکا تھا۔ منع نہ ہوئے یہ بیجوفی صاحبِ کتاب اور صاحبِ معجزات نبی اللہ کے سامنے تھی جس میں بحث و تکرار اور چُون وچرا کی گنجائش نہ تھی لیکن وہ پھر بھی نافرمانی پر ڈٹے رہے آخر نبی اللہ نے اُن پر بددعا کی تو خدا تعالےٰ نے اُن کے خون جو منع کردہ مچھلیوں کی غذا سے پیدا ہوئے تھے فاسد کر دیئے جس سے اُن کی صُورتیں مسخ ہو کر خدا تعالےٰ کے حکمِ تکوینی سے شریر جانور بندروں کی سی ہو گئیں (رحمانی تشریحات)

[200] بنا دیا کا لفظ سورت مائدہ پ ۶ ع ۱۳ کے الفاظ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ سے لیا ہے جو وقوع پر دلالت کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے سچ مچ اُن کی صورتیں بندروں کی کر دی تھیں خدا تعالیٰ کا حکم تکوینی ٹل نہیں سکتا سب مخلوق ارضی و سماوی اور خود ارض و سماء بری و بحری اور خود بر و بحر جواہر و اعراض ذوی العقول

لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝۶۶ فَجَعَلْنٰهَا

ہو جاؤ بندر پھٹکارے ہوئے ۶۶ پس بنایا ہم نے اس

اُن کو کہا كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝۶۶ ہو جاؤ تم بندر پھٹکارے ہوئے پس ان کی صورتیں مسخ کر کے ان کو بندر بنا دیا[200] فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا پس[201] بنایا ہم نے اس

و غیر ذوی العقول جاندار و بیجان شجر و حجر۔ کوہ و دریا ارواح و اجسام غرض سب کچھ اس حکم تکوینی کے ماتحت ہے دیکھو تفسیر معالم زیر آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ الآیہ سورت حج پ ۱۷ ع ۲۔ اسی حکم تکوینی سے سب کی پیدائش اور اسی سے ان کا بقا ہے اور پھر اسی کے ماتحت ان کے جملہ انقلابات و تحالات ہیں خدائے جبار کسی شی کو حکم کرے کُنْ كَذَا یعنے تو اس طرح ہو جا۔ اور وہ شے اس طرح نہ ہو جائے تو پھر خدائی کیا ہوئی؟ فافهم ولا تكونن من الممترين ۱۲ منہ

[201] یہ عذاب حسی تھا معنوی نہیں تھا یعنی سچ مچ اُن کی صورتیں بدل گئی تھیں جیسا کہ سورت مائدہ کی آیت وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ کے حوالہ سے اوپر لکھا جا چکا ہے اور امام مجاہد تابعیؒ کا یہ قول کہ اُن کے اخلاق بندروں کے سے ہو گئے تھے صورتیں نہیں بدلی تھیں امام ابن جریرؒ نے اسے نقل کر کے اس پر سخت انکار کیا ہے کہ بظاہر قرآن کے خلاف ہے (ج ۱ صفحہ ۲۵۳) اسی طرح امام رازیؒ نے بھی اس کی تردید کی ہے اور اُن کے وہمی سوالات و احتمالات کے جوابات بھی دیئے ہیں (ج ۱ صفحہ ۳۸۵) اور امام خطیب شربینیؒ نے بھی امام ابن جریرؒ کے حوالے سے مجاہدؒ کے قول کی تردید کی ہے پس تاویل کرنے والوں کے لئے اس میں کوئی سہارا نہیں ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اس واقعہ کو موجودالوقت لوگوں اور آئندہ آنے والی نسلوں یا اُن کے اردگرد رہنے والوں کے لئے جن کو سماعت (شنید) سے اس واقعہ کا علم ہو عبرت کہا ہے اور تقویٰ شعار لوگوں کے لئے موعظت فرمایا ہے ورنہ سیرتوں اور خصلتوں کی برائی کو نہ تو وہ شخص خود بطورِ سزا محسوس کرتا ہے اور نہ مانتا ہے اور نہ دیگر لوگوں کو اُس کے حال سے عبرت ہوتی ہے نیز یہ کہ سورتِ اعراف پ ۹ ع ۲۱ میں اس سزا کو عذابِ بئیس کی گرفت فرمایا۔ جب ہوا ہوا کچھ نہیں تو بُرے عذاب کی گرفت کیا ہوئی نیز فرمایا فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ اس سے صاف واضح ہے کہ جب اُن کی نافرمانی سرکشی کی حد تک پہنچ گئی تو اُن پر یہ عذاب نازل ہوا جب صرف اخلاق بگڑے تو مجعول اور مجعول الیہ کی ایک ہی حالت رہی فرق کیا ہوا حالانکہ مجعول اور مجعول الیہ میں بیّن اور محسوس امتیاز چاہئے فافهم

نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً

(وہ واقعہ) کو عبرت، واسطے اُن کے جو موجود تھے اور جو اس کے پیچھے ہوئے اور نصیحت

(وہ واقعہ) کو عبرت[۲۰۲] لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا واسطے اُن لوگوں کے جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے وَمَا خَلْفَهَا اور اُن کے لئے بھی جو اس واقعہ کے بعد پیدا ہوئے یا اُس بستی سے دُور آباد تھے اور ان کو بذریعہ سماعت اس کا علم پہنچا وَمَوْعِظَةً[۲۰۳] لِّلْمُتَّقِينَ (۶۶)

اور حلیہ اور صورت کا بدل جانا عقلاً محال نہیں ہے کیونکہ حلیہ اور صُورت حقیقت شی میں داخل نہیں بلکہ عوارض میں سے ہیں اور بمنزلہ لباس کے ہیں۔ ہر شی دوسری حالت میں پہلی صُورت کو چھوڑ دیتی ہے لیکن حقیقت اُس سے منتزع نہیں ہوتی حضرت ابراہیمؑ کے پاس خدا کے فرشتے بشری صُورت میں آئے۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کے پاس بھی حضرت جبرئیلؑ بشری صورت میں آئے خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بشری صُورت میں آتے تھے گو شکل وصورت انسانی ہوتی تھی لیکن حقیقتِ ملکیت منتزع نہیں ہوتی تھی۔ غرض جس طرح لباس بدل سکتا ہے صورت بھی بدل سکتی ہے یہ انقلاب جواہر میں بھی ہوتا ہے اور اعراض میں بھی لیکن جواہر کی حقیقت نہیں بدلتی۔ اسی طرح اُن لوگوں کی صورتیں تو بدل گئیں لیکن شعور واحساس انسانی منتزع نہیں ہوا تھا تاکہ وہ اس ذلت کو محسوس کر سکیں اور دیگر لوگوں میں شرمندگی اُٹھائیں کہ وہ ان کو دیکھ کر کہیں کہ یہ وہ بدکردار لوگ ہیں جن کی صورتیں مسخ شدہ ہیں۔ اور یہ تناسخ نہیں ہے بلکہ مسخ ہے کیونکہ تناسخ موت کے بعد ارواح کے دیگر قالبوں میں جانے کو کہتے ہیں اور مسخ موت سے پہلے اسی زندگی اور اسی قالب میں محض صُورت کے بدلنے کو کہتے ہیں۔ سید شریف جرجانیؒ کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں اَلتَّنَاسُخُ عِبَارَةٌ عَنْ تَعَلُّقِ الرُّوْحِ بِالْبَدَنِ بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ مِنْ بَدَنٍ اٰخَرَ الخ (صفحہ ۴۰) اور مسخ کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ اَلْمَسْخُ تَبْدِیْلُ صُوْرَةٍ اِلٰی مَا ہُوَ اَقْبَحُ مِنْہَا (صفحہ ۱۲۲) ۱۲ منہ

[۲۰۲] نکال کے اصلی معنی منع کرنے اور باز رکھنے کے ہیں چنانچہ گھوڑے کے باندھنے کی رسّی اور اس کی لگام کے لوہے کو نِکل (بکسر) کہتے ہیں (مفردات وصراح) عبرتناک سزا کو اس لئے نکال کہا گیا کہ وہ لوگوں کو معصیت سے روکتی ہے ۱۲ منہ

[۲۰۳] متقین کے اعزاز کے لئے اسے موعظۃ کہا کہ وہ واقعی ایسے واقعات سے نصیحت پکڑتے ہیں جیسا کہ کہا گیا اَلسَّعِیْدُ مَنِ اتَّعَظَ بِغَیْرِہٖ (کتاب التعریفات زیر لفظ موعظۃ) ۱۲ منہ

لِلْمُتَّقِیْنَ (۶۶) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ

واسطے پرہیزگاروں کے تھے۔ اور جب موسےٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تحقیق اللہ تعالےٰ

یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ

تم کو حکم کرتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ بولے کیا آپ ہم سے ٹھٹھا کرتے ہیں؟

اور موعظت واسطے پرہیزگاروں کے۔ وہ وہ ایسے سرکش حضرت موسےٰؑ کے بعد ہی نہیں ہوئے بلکہ اُن کے سامنے بھی وہ ایسے ہی تھے اس کے لئے اے ہمارے پیارے نبی! (ص) اُن کو وہ وقت یاد کراؤ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖٓ جب موسےٰؑ نے اپنی حجت باز قوم سے بغیر کلمہ شفقت یٰقوم کے کہا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ تحقیق اللہ تعالےٰ تم کو میرے ذریعے حکم کرتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو[۲۰۴] قَالُوْٓا وہ گستاخی سے بولے اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ کیا آپ ہم سے ٹھٹھا کرتے ہیں؟ کہ سوال تو قاتل کا پتہ لگانے سے ہے

[۲۰۴] حضرت موسےٰؑ کے وقت میں بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا۔ اس کے قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ حضرت موسےٰؑ نے خدا کی وحی سے ان کو کہا کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس کا ایک ٹکڑا اس مقتول کو مارو تو وہ زندہ ہو کر خود بتا دے گا۔ یہ اس لئے تھا کہ قوم تھی حجت باز اور سرکش اگر حضرت موسےٰؑ بغیر معجزہ کے کہتے تو وہ ایسا سخت حکم جس سے قصاص میں قاتل کی جان جاتی تھی ماننے والے نہیں تھے کیونکہ ان کو قاتل کا اخفا منظور تھا۔ اس گائے کے ذبح کرنے میں اُنہوں نے طرح طرح کے حیلے بہانے کئے۔ مگر خدا تعالےٰ نے سب حیلے حوالے توڑ تاڑ کر تعمیل کروا ہی لی اور اس شخص کو زندہ کر کے قاتل کو ظاہر کر دیا جس سے ان کا سخت فضیحتہ ہوا۔ کیونکہ وہ جان بوجھ کر اس معاملہ کو دبانا چاہتے تھے، جیسا کہ آگے آئے گا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ۔ فائدہ:۔ اس قصے کا شروع آخر میں اور آخر ابتدا میں بیان کیا اس لئے کہ جب تک گائے ذبح نہ ہوئے یہ حکم کہ اس کا ٹکڑا اس میت کو مارو دیا نہیں جا سکتا اور گائے کے ذبح کرنے میں حجت بازی شروع کر دی اور بات لمبی ہو گئی پس ان کی حجت بازی کو مفصل ذکر کیا۔ پھر جب گائے ذبح ہو گئی تو اصل حکم دیا کہ اس کا ایک ٹکڑا اس میت کو مارو (تم کو سمجھ آ جائے گی کہ ذبح کا حکم ٹھٹھا مخول نہ تھا) قرآن کا مقصود قصہ کہانی کرنا نہیں بلکہ اس واقعہ کے متعلق اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا الاف السلام والتحیہ) کو ایک ضروری امر کی ہدایت کرنی منظور ہے اس قصے کے آخری حصے کو خدا کے

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ قَالُوا

کہا میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں سے بنوں ۶۸ انہوں نے کہا

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ

ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ کہا وہ فرماتا ہے

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ

کہ وہ گائے ایسی ہو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا ہو۔ متوسط ہو اس کے درمیان

اور جواب گائے کے ذبح کرنے کا ہے۔ قَالَ موسٰےؑ نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ میں خدا کی پناہ لیتا ہوں اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۶۸ کہ میں جاہلوں میں بنوں۔ کیونکہ ٹھٹھا کرنا اور غیر متعلق جواب دینا متین اور باوقار لوگوں کا کام نہیں، چہ جائیکہ خدا کا رسول ایسا کام کرے بالخصوص قصاص کے متعلق کہ اُس کو نظر انداز کرنا نظام امن اور عدل کے خلاف ہے۔ وہ لوگ حجت باز تھے اس لئے اُنہوں نے اس کو دوسرے بہانہ سے ٹالنا چاہا چنانچہ قَالُوا کہنے لگے ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ آپ ہماری خاطر اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں صاف صاف بتائے کہ وہ گائے کس صفت کی ہو کہ جس کے ٹکڑے کے چھونے سے مُردہ زندہ ہو جائے گا۔ قَالَ موسٰےؑ نے اُن کی حجت توڑنے کو کہا اِنَّهٗ يَقُوْلُ تحقیق وہ یعنی میرا پروردگار فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ تو بوڑھی ہو کہ اُس کے دانت ٹوٹے ہوئے ہوں وَّلَا بِكْرٌ ۭ اور نہ بن بیاہی (بچھیا) ہو کہ کمال سن کو نہ پہنچی ہو اور سال دونوں عمروں کے قریب قریب ہو بلکہ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ متوسط ہو اس مذکورہ صفت کے درمیان یعنی

رسُول کی فرمانبرداری میں بے چون و چرا جلدی کرنے سے تعلق ہے چنانچہ فرمایا فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ۔ پس اس حصے کو مقصود کی مناسبت کے لحاظ سے مقدم کیا۔ اور اسی لحاظ سے اس سورت کو سورۃ البقرہ کے نام سے موسوم کیا۔ اس میں تذکیری اشارہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ اپنے پیغمبر کا حکم ماننے میں ان لوگوں کی طرح حیلے حوالے پیش نہ کرے چنانچہ اس سورت کے رکوع نمبر ۱۳ میں آئے گا اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْــَٔـلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ اسی طرح سورہ احزاب کے آخر میں ایک

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۶۹ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا

پس تم بجا لاؤ جو تم کو حکم دیا جاتا ہے ۶۹ بولے ہمارے لئے اپنے رب سے پھر دعا کیجئے کہ بتلائے

لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا

کہ اس کا رنگ کیا ہو۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد ہو جس کا رنگ خالص ہو

تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۷۰ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا

خوش لگے دیکھنے والوں کو ۷۰ بولے (پھر) دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے کہ ہمیں کھول کر

مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ

بتائے کہ اس کی ماہیت (تشخص) کیا ہے تحقیق وہ (مخصوص) گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور (اب) ہم انشاء اللہ

پوری جوان ہو فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۶۹ پس بجا لاؤ جو تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو اور ناحق کی حجت بازی سے قیدیں نہ بڑھاؤ۔ اس پر بھی وہ آمادہ تعمیل نہ ہوئے بلکہ قَالُوا کہنے لگے ادْعُ لَنَا رَبَّكَ ہماری تشفی کے لئے اپنے پروردگار سے پھر دعا کریں يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ کہ وہ ہمارے لئے کھلے طور پر بیان کر دے کہ اس کا رنگ کیا ہو؟ کیونکہ جس طرح سن میں کمال ہوتا ہے رنگ میں بھی کمال ہوتا ہے قَالَ حضرت موسٰےؑ نے کہا اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ کہ بیشک خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہو زرد فَاقِعٌ لَّوْنُهَا اُس کا رنگ خوب گہرا ہو جو گائیوں کے رنگوں میں کامل ترین ہے اور وہ گائے اپنی خوبصورتی کی وجہ سے تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۷۰ دیکھنے والوں کو خوش کر دے یعنی خوش منظر ہو جس کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل کو سرور حاصل ہو باوجود ایسی بیّن تصریحات کے بقولِ نفس بدرا بہانہ بسیار انہوں نے ایک اور حجت نکال کھڑی کی کہ رنگ اور عمر کا کمال امر مشترک ہے

اور واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ الآیۃ یعنی اے مسلمانو! تم ان جاتا تم نے مثل ان لوگوں کی جنہوں نے اذیت دی تھی موسٰےؑ کو پس بری کیا خدا نے اس کو اُس سے جو انہوں نے کہا تھا ۱۲ منہ

لَمُهْتَدُوْنَ ۔ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

ضرور راہ پا جائیں گے [۵۱] کہا بیشک وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ ہل جتی ہو

تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ

کہ زمین کو پھاڑے اور نہ پانی پلاتی ہو کھیتی کو (بالکل) سلامت ہو نہیں کوئی داغ نہ ہو

قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

بولے اب آپ ٹھیک بات لائے ہیں پس انہوں نے اُسے ذبح تو کر دیا اور کرنے کے قریب نہ آتے تھے [۵۲]

جو کئی ایک گائیوں میں پایا جا سکتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس کا امتیازی وصف بیان کیا جائے سو قَالُوا انہوں نے کہا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ آپ ہمارا اشتباہ دور کرنے کے لئے اپنے پروردگار سے پھر دعا کریں يُبَيِّنْ لَّنَا کہ وہ ہم کو صاف طور پر بتلائے مَا هِيَ اس گائے کی ماہیت مشخصہ کیا ہے جس سے وجہ ترجیح معلوم ہو جائے کیونکہ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ بیشک اس حلیہ اور عمر کی گائیں کئی ایک ہونے کی وجہ سے وہ گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور اب تیسری بار اِنَّآ ہم ضرور اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر خدا نے چاہا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ البتہ راہ پا جائیں گے قَالَ موسیٰ نے کہا اِنَّهٗ يَقُوْلُ بیشک وہ (خداوند تعالیٰ) فرماتا ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ ہل جتی ہوئی ہو کہ زراعتی زمین کو پھاڑے [۵۱] وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ اور نہ کنواں چلا کر کھیتی کو پانی پلاتی ہو مُسَلَّمَةٌ ہر قسم کے عیب سے پاک ہو لَّا شِيَةَ فِيْهَا اس میں کوئی داغ اجنبی رنگ کا یا زدوکوب کا یا جوئے (پنجالی) کا نہ ہو جب سمجھے کہ ہر سوال کا جواب مل جاتا ہے اور حجت بازی سے بات ٹلتی معلوم نہیں ہوتی تو قَالُوا کہنے لگے الْـٰٔنَ اب گویا اس سے پہلے نہیں جِئْتَ بِالْحَقِّ آپ درست پتہ کی بات لائے ہیں فَ پس انہوں نے اُسے بعد از تلاش بسیار گراں قیمت پر خریدا۔ اور ذَبَحُوْهَا اُسے ذبح کیا وَ اور مذبوح بھی کیا تو بادل ناخواستہ کیا کیونکہ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

[۵۱] اکثروں کا قول ہے کہ وہ گائے تھی ہم نے انہی کی پیروی میں ہر جگہ "گائے" لکھا ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ بیل تھا۔ بدلیل تشابہ بصیغہ مذکر اور بدلیل ہل جوتنے اور کنواں چلانے کے ذکر کے کیونکہ یہ کام بیل

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ

اور جب تم نے قتل کر ڈالا ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر الزام دھرنے اور اللہ نکالنے والا ہے جس کو تم

تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْىِ اللّٰهُ

چھپاتے تھے [۵۳] پس ہم نے کہا مارو اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا۔ اسی طرح جلا دے گا اللہ

وہ کرنے کے قریب نہ آتے تھے اسی لئے طرح طرح کے غیر ضروری سوالات کرتے تھے وَ اور تم اے قوم یہود! ابتداہی سے اُسے مخفی رکھنا چاہتے تھے چنانچہ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا جب تم نے ایک (بیگناہ) شخص کو قتل کر ڈالا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا تو تم نے اس کے بارے میں نزاع پیدا کر دی اور ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے کہ معاملہ دبا رہے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ اور اللہ تو اپنی حکمت بالغہ و قدرت کاملہ سے نکالنے والا تھا یعنی اللہ کو منظور تھا کہ اس راز کو پردہ خفا سے باہر نکالے اور ظاہر کرے وہ بات مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ جو تم چھپاتے تھے فَ سو اُسے اس طرح ظاہر کیا کہ قُلْنَا اضْرِبُوْهُ ہم نے اپنے رسول موسیٰ کی زبانی حکم دیا کہ مارو اس مقتول کو بِبَعْضِهَا اس مذبوحہ گائے کے ایک ٹکڑے سے چارو ناچار ایسا کیا گیا تو وہ مقتول قدرت خدا سے مارنے سے نہیں بلکہ "مارنے پر" زندہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنا قاتل بتا دیا [۵۴]۔ اس معجزہ سے سوجھے ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس مُردے کو زندہ کر دکھایا ہے كَذٰلِكَ اسی طرح قیامت کے دن نفخ صور پر اس کی وجہ سے يُحْىِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت [۵۵] سے

سے لئے جاتے ہیں نہ گائے سے اور قرآن شریف میں اس کے لئے بعض جگہ مذکر کا صیغہ ہے اور اکثر جگہ مؤنث کا۔ وجہ یہ ہے کہ بقرہ کا لفظ عربی زبان میں مذکر و مؤنث ہر دو پر بولا جاتا ہے (فتح البیان) شاہ رفیع الدین صاحب نے ہر جگہ "ترجمہ بیل" کے لفظ سے کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد القادر صاحب نے "گائے"۔ ۱۲ منہ

[۵۴] وہ مقتول اپنے قاتل کو ظاہر کر کے پھر مُردہ ہو گیا۔ اُس کی دوبارہ زندگی اظہار معجزہ کے لئے تھی۔ (جیسے حضرت عیسیٰ کے مُردوں کی ہوتی تھی) عمل کے واسطے نہ تھی کہ وہ اس کے بعد زندہ رہتا اور عمل کرتا ۱۲ منہ

[۵۵] حکیم نور الدین صاحب قادیانی اپنے ترجمہ قرآن کے حواشی میں لکھتے ہیں نمبر ۱ سے نمبر ۴ کے حواشی

الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ

مُردوں کو اور (دُنیا میں) دکھاتا ہے اپنی نشانیاں تاکہ تم سمجھو پھر

سب مُردوں کو زندہ کردے گا۔ مؤثر اُس کا ارادہ و مشیت ہے نہ اسباب و اور خدا تعالیٰ اس دُنیا میں بوقت ضرورت يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ دکھاتا ہے تم کو اپنے نشانات واقعات کی صورت میں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ تاکہ تم سمجھ لو کہ قیامت کا زندہ ہونا برحق ہے کیونکہ جیسے یہ مُردہ ویسے دیگر مردے جب یہ زندہ ہو گیا تو دیگروں کی زندگی بھی ممکن ہے چنانچہ سورۂ لقمان پ۲۱ ع۳ میں فرمایا مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی نہیں تمہارا (پہلی دفعہ) پیدا کرنا اور دوسری دفعہ زندہ کرنا مگر مثل ایک جان کے لیکن باوجود ان سب باتوں کے ثُمَّ پھر بھی

یعنی قَتَلْتُمْ۔ فَادّٰرَءْتُمْ۔ اِضْرِبُوْا اور مُخْرِجُ اللّٰهُ کی نسبت مجھ کو ابھی تک ایسا انشراحِ صدر نہیں ہوا کہ ناظرین کے سامنے کردوں (صفحہ ۱۴۱) شمس العلماء مولانا میر حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی (جو اس ہیچمدان اور جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب مرحوم کے بھی اُستاد تھے) حکیم صاحب کے اس حاشیہ کی نسبت فرماتے تھے کہ حکیم صاحب نے مرزا صاحب قادیانی سے کیوں نہ پوچھ لیا۔ پنجابی میں مثل ہے تیلی بھی کیا اور روکھا بھی کھایا۔ حکیم صاحب نے یہ ترجمہ قادیان میں بیٹھے ہوئے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں لکھا۔ اور شروع سال ۱۹۰۷ء عیسوی میں چھپوانا شروع کیا اور مرزا صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے اور علاوہ نبوت کی طرح مرزا صاحب کا دعوٰے یہ بھی تھا کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے اسرارِ قرآن کھُلتے ہیں حکیم نورالدین صاحب اُن کے دعوٰے نبوت کی تصدیق کرتے تھے پھر ایسا کیوں نہ کیا کہ مرزا صاحب سے ان الفاظ کے معانی کی تعیین کرا لیتے تاکہ حکیم صاحب کا علم بڑھ جانے کے ساتھ مرزا صاحب کا کمال قرآن دانی بھی ظاہر ہو جاتا لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب مرزا صاحب کے کمالِ قرآن دانی کے قائل نہیں تھے، خیر مدعی نبوت مرزا صاحب اور اُن کے خلیفہ اول حکیم الامت صاحب سے تو نہ ہو سکا جن میں سے ایک صاحب کو ادھورا اور دوسرے کو (بالترتیب) پورا علم تھا لیکن صد آفرین مولوی محمد علی صاحب ایم اے لاہوری کو کہ اُنہوں نے بغیر علوم عربیہ کی تحصیل کے حکیم صاحب کے درسِ قرآن میں بیٹھ کر ترجمہ سیکھا اور اتنا کمال حاصل کر لیا کہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھ مارا کہ اس مقتول سے حضرت عیسےٰؑ مراد ہیں اور اُن کے زندہ ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ نیم جان زندگی کی حالت میں صلیب سے اتار لئے گئے اور بِبَعْضِهَا کی ضمیر فعل قتل کی طرف پھرتی ہے یعنی بعض قتل سے اس

قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ

تمہارے دل سخت ہو گئے، اس کے بعد ہی سے پس وہ مثل پتھروں کے تھے

قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ تمہارے دل سخت ہو گئے کہ اُن میں عبرت اور نصیحت کا اثر ہرگز نہ ہوا اور اُن کی ایسی حالت بہت مدت بعد نہ ہوئی بلکہ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے قریب زمانہ کے بعد ہی سے سخت ہو گئے فَهِيَ پس وہ دل سختی میں كَالْحِجَارَةِ پتھروں کی طرح ہو گئے نہ لوہے کی طرح۔ کیونکہ لوہا آگ سے نرم ہو جاتا ہے اور پتھر نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمہارے

کو مار دیا فعل قتل اس پر پُورا وارد نہ ہونے دو" پھر فرماتے ہیں "آپ کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں یہی فَاضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ہے" (خلاصہ صفحہ ۷۹ جلد اول) دیکھئے مولوی صاحب نے کیسی کیسی مشکلات کو کتنی سہولت سے حل کر دیا۔ سبحان اللہ! قرآن کیا ہوا معاذ اللہ موم کی ناک ہوا جس طرح چاہا مروڑ لیا بے علمی کے یہی کرشمے ہیں۔ "لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل" اسی کو کہتے ہیں، ہم قادیانی علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ صاحبان بھی مولوی محمد علی صاحب کی تائید کریں گے کیونکہ بات آپ کے مطلب کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہم یہ بھی دریافت کریں گے کہ خدا تعالیٰ نے یہود کے قول اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ کی تردید وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے کر دی ہے لیکن اگر بقول مولوی محمد علی صاحب وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا سے مراد حضرت عیسےٰؑ ہیں تو اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ مَا قَتَلُوْهُ میں جس امر کی نفی ہے اسی کا وَاِذْ قَتَلْتُمْ میں اثبات کیا ہے کیا ایک ہی امر میں نفی و اثبات جمع ہو سکتے ہیں، اور ایسا اختلاف قرآن شریف میں جائز ہے؟ بينوا توجروا۔

اس سے بڑھ کر حیرانی اپنے سردار صاحب پر ہے کہ باوجود ماہر علوم ہونے کے اردو تفسیر ثنائی اور عربی تفسیر القرآن بآیات الرحمٰن میں سیدھے چلتے چلتے اپنی تیسری تفسیر بیان القرآن علیٰ علم البیان میں لکھتے ہیں فعلموا بالاعجاز باحضار الروح بالعمل المروج اليوم فی امریکہ (صفحہ ۱۹) حکیم نورالدین صاحب نے اعتراف عجز کیا اور سلامت رہے مولوی محمد علی صاحب نے باوجود عربیت سے کورے ہونے کے یہودیوں اور عیسائیوں کے بھی کان کاٹ ڈالا۔ لیکن ہمارے سردار صاحب نے اسے ایک مشقی فن بنا دیا اور امریکہ کے سپرچولسٹوں کے کرتبوں اور انبیاء اللہ کے معجزات میں کوئی امتیاز نہ رکھا۔ حالانکہ موت کے بعد ارواح خدا تعالیٰ کے پاس محفوظ رہتے ہیں، بدلیل قولہ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ الآیہ (پ۲۴ ع۲) ۱۲ منہ

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۭ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ

یا اُن سے بھی زیادہ سخت اور تحقیق پتھروں سے بعض وہ ہے کہ پھوٹ پڑتی ہیں

مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ

اُس سے نہریں۔ اور تحقیق اُن میں سے بعض وہ پتھر ہے جو البتہ پھٹ جاتا ہے تو نکل پڑتا ہے

دل خدا کے خوف اور اُس کی عظمت وجلال کی گرمی سے نرم نہ ہوئے اَوْ (بلکہ) اَشَدُّ قَسْوَةً سختی میں اُن سے بھی زیادہ ۲۰۹ وَ اور وہ پتھروں سے زیادہ سخت اِس لئے شمار کئے گئے کہ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ یہ حقیقت ہے کہ پتھروں میں سے وہ بھی ہے کہ البتہ پھوٹ پڑتی ہیں اُس سے نہریں یعنے پہاڑوں سے چشمے پھوٹتے ہیں اور اُن کی کئی شاخیں ہو کر نہروں اور دریاؤں کی شکل میں چلتی ہیں وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ ۲۱۱ اور بیشک اُن میں سے وہ بھی ہے جو پھٹ جاتا ہے فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاۗءُ پس نکل پڑتا ہے اُس میں سے پانی

ث۲۰۸ عقل یہ کہ کسی معلوم امر سے مجہول یعنے نامعلوم امر کا علم حاصل کیا جائے جبکہ ان دونوں کے درمیان علاقہ ہو قیامت کی زندگی ہمارے علم سے باہر ہے لیکن جب ایک مُردے کی زندگی مشاہدہ کر لی یا مخبر صادق کی خبر سے سُن لی تو قیامت کے دن مُردوں کا زندہ ہو جانا ممکن ہو گیا۔ کیونکہ جیسا یہ مُردہ ویسے وہ چنانچہ فرمایا مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان ع ۳) جیسا پیغمبر برحق نے خدا کی وحی سے خبر دی کہ ایسا ہوا یا یہ کہ ایسا ہوگا تو ہر دو کا وقوع برحق ہوا۔ فافہم ۱۲ منہ

ف۲۰۹ امام رازیؒ نے اس جگہ کلمہ اَوْ کے متعلق کئی وجہیں لکھی ہیں ایک یہ کہ اس جگہ اَوْ بمعنے بَلْ (بلکہ) ہے دُوسری یہ کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ بعض دل پتھروں کی طرح اور بعض پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوگئے پس کلمہ اَوْ تردید وشک کے لئے نہ ہوا۔ بلکہ بعض کے لئے (اور اسے تنویع کہتے ہیں میر عفی عنہ) تیسری وجہ یہ کہ اس جگہ اَوْ بمعنے واو (عاطفہ) ہے (اس صورت میں بھی تنویع کے لئے ہوگا۔ میر عفی عنہ) ۱۲ منہ

ف۲۱۰ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کے ذکر کے سوا زیادہ کلام نہ کیا کر وکیونکہ خدا کے ذکر کے سوا زیادہ کلام کرنا دل کی سختی کا موجب) ہے اور خدا تعالےٰ سے زیادہ دُور وہ دل ہے جو سخت ہے' رواہ الترمذیؒ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱) ۱۲ منہ

ف۲۱۱ يَشَّقَّقُ اصل میں يَتَشَقَّقُ تھا۔ تفعّل کے بعد شین آیا تو اُسے شین سے بدلکر اور

مِنْهُ الْمَاۗءُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا

اُس سے پانی اور بیشک بعض ان میں سے وہ ہے کہ البتہ وہ گر پڑتا ہے اللہ کے خوف سے

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ

اور نہیں ہے اللہ ہرگز غافل اُس سے جو تم کرتے ہو ۲۱۳ تو کیا (اے مسلمانو!) تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ

قلیل یا کثیر وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اور بیشک اُن میں سے بعض وہ بھی ہے کہ اُسے جنبش آتی ہے تو وہ ضرور گر پڑتا ہے خدائے جبار کے جلال سے ۲۱۲۔ یہ دلائل ہیں پتھروں کی نرمی کے لیکن تمہارے دِل ایسے سخت ہیں کہ نہ تو وہ خدا کے خوف سے پگلتے ہیں کہ اُن سے چھم چھم کر کے آنسو برسیں یا وعظ وتذکیر کے اثر سے ایک آدھ آنسو ہی نکل پڑے یا کم از کم خدا کی عظمت وجلال کے خیال سے وہ کانپ ہی اُٹھیں اور اُس کا اثر تمہارے بدن پر پڑے پھر جب یہ حال ہے تو پتھروں سے زیادہ سخت ہوئے یا نہ؟ وَ اور یاد رکھو کہ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اللہ تو علیم کل تمہارے اعمال سے جو تم دلوں کی سختی کے سبب کرتے ہو ہرگز غافل نہیں ہے پس ضرور ہے کہ تم کو اُن کے مطابق جزا دے گا۔ اَفَ تو کیا (اے مسلمانو!) اس قوم یہود کے ایسے حالات سُننے سمجھنے کے بعد بھی تَطْمَعُوْنَ تم اِن سے امید رکھتے ہو جنہوں نے اپنے نبی موسٰے کا اعتبار

ساکن کر کے دُوسرے شین میں ادغام کیا ۱۲ منہ

ف۲۱۲ پتھروں سے پانی اور نہریں جاری ہونے کے متعلق امام رازیؒ نے حکماء کا قول نقل کیا ہے کہ قدرتی طور پر اُن بخارات سے بنتے ہیں جو زمین کے نیچے جمع ہوتے رہتے ہیں اگر زمین نرم ہو تو وہ منتشر ہو جاتے ہیں اور اگر سخت ہو تو جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب اُن کی کثرت ہو جاتی ہے اور اوپر کی سردی سے پانی کی صورت میں ہو جاتے ہیں تو پانی کے زور سے پھٹ جاتے ہیں اور حسب مقدار پانی جاری ہو جاتا ہے اور پتھروں کا گرنا یہ کہ وہ جلال الٰہی سے گر پڑتے ہیں جس طرح کوہِ طور خدا کی تجلی سے پاش پاش ہو گیا تھا۔ اسی لئے اس مقام پر مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ فرمایا کیونکہ خشیت وہ خوف ہوتا ہے جس میں تعظیم وجلال کا رعب ہو (راغب) یہ عاجز کہتا ہے کہ خدا کا بہت بڑا جلال خدا کے کلام پاک قرآن مجید میں ہے چنانچہ فرمایا لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (حشر ۲۸ ع ۳) یہاں بھی خشیۃ اللہ ہی فرمایا ہے ۱۲ منہ (میر سیالکوٹی) نکتہ: خدا کا جلال تو بڑی شے ہے پہاڑوں

يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ

(یہودی) تمہاری بات مان لیں گے حالانکہ ان میں سے ایک فریق ہو چکا ہے جو سن لیتے ہیں خدا کا کلام

اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

(توریت) پھر اس کو بدل ڈالتے ہیں اس کو سمجھ لینے کے بعد اور وہ جانتے ہیں (کہ یہ تحریف ہے)

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا

اور جب ملتے ہیں مومنوں سے کہتے ہیں ہم بھی ایمان لے آئے ہیں۔ اور جب تنہا ہوتا ہے ایک

کیا اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ کہ وہ باوجود تم سے اتنی عداوت رکھنے کے تمہارا اعتبار کر لیں گے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ حالانکہ ہو چکا ہے اور اب بھی موجود ہے اُن میں سے ایک فریق يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ جو سنتے ہیں اللہ کا کلام (توریت) ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ پھر اس کو بدل ڈالتے ہیں لفظاً یا معناً جس طرح کہ ضرورت پڑے بن سمجھے نہیں بلکہ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ بعد اس کے کہ انہوں نے اسے سمجھ لیا کہ اس کے صحیح معنے کیا ہیں اور یہ بھی سمجھ لیا کہ ان بشارات کا مصداق کون ہے وَهُمْ اور وہ اس تحریف کی حقیقت سے بے خبر نہیں بلکہ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ جانتے ہیں کہ یہ تحریف ہے وَ اور ایسے لوگ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جب ملتے ہیں امت محمدیہ کے مومنوں سے تو قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم (ان بشارتوں کی رو سے جو توریت اور صحف انبیاء میں پیغمبر آخر الزمان کے متعلق مذکور ہیں) ایمان لے آئے ہیں وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ

پر تو خدا کے رسولوں اور اس کے دیگر مقبول بندوں کے وقار کا بھی اثر پڑتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول خدا صلعم اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ و عثمانؓ اور عمرؓ بھی تھے پہاڑ کانپا تو آپ نے پاؤں مبارک مار کر فرمایا اے اُحد تھم جا تجھ پر تو ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں یعنی کوہ وقار ہستیاں ہیں (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴)

۲۱۳ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ ہر دو) نے کتب الٰہیہ توریت و زبور و انجیل اور ان کی متعلقہ کتب صحف انبیاء میں لفظاً و معناً ہر دو طرح کی تحریف کی۔ اصل توریت و انجیل و زبور تو بالکل گم ہو گئیں زمانہ مابعد میں جعلی کتابیں ان کتابوں کے نام پر تصنیف کی گئیں۔ چونسٹھ کتابوں کے مجموعہ بائیبل میں ایک کتاب

بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ

اُن کا دوسرے کے پاس (تو) کہتے ہیں (آپس میں) کیا تم اُن (مسلمانوں) سے کہہ دیتے ہو وہ جو کھولا

عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾

اللہ نے (خاص) تم پر تاکہ وہ حجت پکڑیں اس سے تمہارے رب کے پاس، تو کیا تم کو اتنی بھی عقل نہیں

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ (تعالیٰ) جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور وہ ظاہر کرتے ہیں

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ

اور بعض لوگ ان میں سے بے پڑھے ہیں نہیں جانتے کتاب (الٰہی) کو مگر سنی ہوئی باتیں اور نہیں وہ

اِلٰى بَعْضٍ اور جب الگ ہوتا ہے ایک اُن کا دوسرے کے پاس ایسی مجلس میں جو مسلمانوں سے خالی ہو تو دوسرے لوگ اٰمَنَّا کہنے والوں کو قَالُوْٓا کہتے ہیں اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ کیا تم سنا دیتے ہو ان (مسلمانوں) کو بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وہ بشارتیں جو خدا تعالیٰ نے خاص تم پر منکشف کی ہیں لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ تاکہ وہ (مسلمان) تمہاری اس (بتائی ہوئی بات) سے تمہارے برخلاف حجت پکڑ سکیں صرف دنیا میں نہیں بلکہ عِنْدَ رَبِّكُمْ تمہارے رب کے پاس کہ یہ لوگ باوجود معرفت تامہ کے ایمان نہیں لائے تھے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ تو کیا تم کو اتنی بھی عقل نہیں کہ اپنے راز کی باتیں دوسروں کو بتانی نہیں چاہئیں۔ اَ کیا وہ ایسا گمان کرتے ہیں وَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ اور نہیں جانتے کہ بیشک اللہ تو یکساں طور پر جانتا ہے وہ نفاق بھی جو وہ اپنے حیلوں میں چھپاتے ہیں اور وہ مصنوعی باتیں بھی جو وہ اپنی زبانوں اور حرکتوں سے ظاہر کرتے ہیں یہ حال ان کے لکھے پڑھے لوگوں کا ہے وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ اور بعض ان میں سے ناخواندہ ہیں لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ وہ نہیں علم رکھتے کتاب الٰہی کا خود اِلَّآ اَمَانِيَّ مگر سنی سنائی باتیں اور خیالی آرزوئیں وَ

بھی اصل نہیں، اُن میں سے اکثر مصنفین کے نام تک معلوم نہیں (دیکھو تفسیر بائیبل بزبان انگریزی لڈسٹر

هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝٧٨ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ

وہ مگر گمان کرتے ۷۹ پس ویل ہے ان لوگوں کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب

بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا

اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (نازل شدہ) ہے تاکہ لیویں بدلے

اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝٧٨ اور نہیں وہ مگر ظن کرتے یعنی سنی سنائی باتوں سے یقین تو ہو سکتا نہیں پس جو ان کی خیالی آرزوئیں ہیں ان کی بنیاد محض ظنیات پر ہے فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ پس خرابی اور عذاب ہے[۲۱۶] ان لوگوں کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے اور اپنے خیال سے اُس کی مضمون آفرینی کرتے ہیں ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ پھر کہتے ہیں ناخواندہ لوگوں کو اغبار وں کے لئے هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ نازل شدہ ہے اللہ عزوجل کے پاس[۲۱۷] سے لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا تاکہ حاصل کریں اُن ناخواندہ لوگوں

پول صاحب مطبوعہ لنڈن ۱۸۰۱ء) کہ ہر کتاب کے شروع میں اُس کے مصنف اور زمانۂ تصنیف کے متعلق کیا لکھا ہے جو مسلمان مصنف ان کتابوں سے استناداً دلیل پکڑتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں، ہاں جو باتیں قرآن وحدیث کے مطابق ہوں یا نصاریٰ وغیرہ کے سامنے الزامی جواب میں پیش کی جائیں، تو الگ بات ہے ہم نے جو کچھ لکھا ہے نصف صدی سے زیادہ عرصہ کے مطالعہ اور پادریوں سے کئی مناظرے اور ان کے جواب میں متعدد کتابیں لکھنے کے بعد لکھا ہے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد رشید امام ابن قیمؒ نے اس کے متعلق مبسوط کتابیں لکھی ہیں، اور اُن سے پہلے حافظ ابن حزمؒ قرطبی نے کتاب الفصل لکھی اس میں توریت و انجیل کی تحریف لفظی بلا کمی بیشی کے متعلق بیسیوں اندرونی اور بیرونی شہادتیں پیش کی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ اسپینی ہیں قلم وزارت و قلم تصانیف ہر دو کے مالک تھے اسپین سے اسلامی حکومت مٹ گئی لیکن حافظ ابن حزمؒ کی کتاب الفصل نہ مٹی فجزاہ اللہ عنا جزاء حسنا ۱۲ منہ

ملله لِيُحَآجُّوْكُمْ کا لام علت کا نہیں بلکہ عاقبت کا ہے (معالم) معنے یہ ہوئے کہ یہودی اپنی خاص مجلسوں میں مسلمانوں کے سامنے اٰمَنَّا کہنے والوں کو کہتے ہیں کہ تم جو ایسی باتیں مسلمانوں کو بتاتے ہو کہ ہماری کتابوں میں پیغمبر آخر الزمان کی صفات ایسی ایسی ہیں تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ مسلمان تمہارے برخلاف

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ

اس کے مول تھوڑا - پس ویل اُن کے لئے اس وجہ سے بھی کہ لکھا اُن کے ہاتھوں نے اور عذاب ہے

سے قیمت تھوڑی یعنی مالِ دُنیا کا[۲۱۸]۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ پس خرابی اور عذاب ہے اُن کے لئے اِس وجہ سے جو لکھا اُن کے ہاتھوں نے وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ[۲۱۹] ۝٧٩

خدا کے نزدیک حجت پکڑ سکیں گے کہ انہوں نے باوجود علم وعرفان کے نبوتِ محمدی (صلعم) سے انکار کیا تھا سو ایسی بات عقل کے خلاف ہے، شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی موضح القرآن میں ایسا ہی لکھا ہے ۱۲ منہ

[۲۱۵] امام رازیؒ وغیرہ مفسرینؒ نے اَمَانِيَّ کے معنے کئی ایک لکھے ہیں، ایک اپنے من کی آرزوئیں۔ اور خیالی اُمیدیں، دیگر سُنی سنائی بے سند باتیں جو گمراہ کن) علماء سے سنیں اور ان کی تقلید سے پلے باندھ لیں، ہم نے تفسیری ترجمہ میں دونوں کو جمع کر دیا ہے ۱۲ منہ

[۲۱۶] مفسرینؒ نے ویل کے معنے خرابی اور عذاب بھی لکھے ہیں۔ اور حدیث مرفوع میں ہے کہ وہ جہنم میں ایک وادی ہے (معالم وکبیر) آخر وہ بھی عذاب ہی کی جگہ ہے ۱۲ منہ

[۲۱۷] شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو عوام کو اُن کی خوشی کے موافق باتیں جوڑ کر لکھ دیتے ہیں، اور نسبت کرتے ہیں طرف خدا کی اور رسول کی ۱۲ منہ

[۲۱۸] اس سے مراد دنیا کا مال ہے کہ وہ خواہ کتنا بھی ہو پھر بھی تھوڑا ہے اول اس لئے کہ خود مالدار بھی اُس سے سیر نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اگر ابن آدم کو دو میدان سونے کے مل جائیں تو وہ تیسرا بھی چاہتا ہے (الحدیث) دیگر اس لئے کہ ثواب آخرت کے مقابلہ میں نہایت قلیل و حقیر ہے جیسا کہ فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ (اعلیٰ پ ۳۰) ۱۲ منہ

[۲۱۹] امام رازیؒ نے فرمایا کہ ان آیتوں میں ...... یہود کے چار گروہوں کا ذکر ہے۔ اول وہ جو کتاب اللہ (توریت) کی تحریف کرتے اور جعلی مسائل سے لوگوں کو گمراہ کرتے، دوم منافق جو ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر باتیں لیجاتے، سوم وہ جو اُن منافقوں کو ملامت کرتے جو تم مسلمانوں سے اپنے بھید...... کیوں ذکر کرتے ہو، چہارم وہ جو علماء کے مقلد تھے جو کچھ اُن سے سنتے پلے باندھ لیتے، اور تحقیق نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی مذمت کی، اس کے بعد امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر میں سوچ کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے یہود کے فرقوں کی مذمت میں فرمایا ہے وہ اس اُمت کے فرقوں میں بھی بعینہا ایسے لوگ پالے گا کیونکہ کوئی تو اُن میں سے حق سے گریز کرتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور

لَهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ

اُن کے لئے اُس سے جو وہ کماتے ہیں ۸۰ اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہرگز نہیں چھوئے گی آگ مگر

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ

چند دن گنتی کے (اے حبیب! ان سے) کہئے کیا لے لیا ہے تم نے اللہ کے ہاں عہد پس ہرگز

يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے عہد کے (نہیں) بلکہ تم کہتے ہو خدا پر وہ بات جس کا تم کو علم نہیں ۸۱

اور خرابی و عذاب ہے اُن کے لئے اُس سے بھی جو وہ کماتے ہیں یعنے کتاب خود تصنیف کرکے اور اُس میں لوگوں کی خواہش کے مطابق باتیں ذکر کرکے اعتبار جمانے کے لئے اُسے خدا کی طرف منسوب کرنے کا ایک عذاب اور اُس کے عوض جاہلوں سے مال حاصل کرنے کا دوسرا عذاب[۲۲۰] وَ اور باوجود اس کے قَالُوْا کہتے ہیں لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ہم کو (دوزخ کی) آگ ہرگز نہیں چھوئے گی اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً مگر چند دن گنتی کے[۲۲۱] پھر ہم نکال لئے جائیں گے قُلْ (اے ہمارے حبیب پاک! ان سے) کہئے اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا[۲۲۲] کیا تم نے اس کے متعلق خدا تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے فَ تو (پھر) لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ خدا تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ یا تم (از خود جوڑ کر کہتے ہو (اور) خدا کے ذمے لگاتے ہو) وہ بات جس کا تم

کوئی ان میں متوسط ہے اور کوئی عامی مقلد ہے (کبیر مترجماً) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی اَلْفَوْزُ الْكَبِيْر میں یہ سب باتیں اس اُمتِ مرحومہ میں بھی پیدا ہو چکنے کی بابت لکھا ہے مشائخ اور علماء اور عوام سب کے حالات بتائے ہیں یہود کے ایسے حالات قرآن مجید میں بہت جگہ مذکور ہیں جس سے امتِ مرحومہ کو تنبیہ کرنی منظور ہے ۱۲

[۲۲۰] تفسیر حقانی میں کہا ہے (ایسے علماء کے لئے) اُمتوں کے عذاب سے زائد عذاب دو وجہت سے ہے اور وہ دونوں وجہیں عوام میں نہیں ہیں محرف مسائل لکھنے کی وجہ سے بھی اور ان مسائل پر عوام سے رشوت لینے کی وجہ سے بھی فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۱۲ منہ

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ

کیوں نہیں۔ جس کسی نے کما لی برائی اور گھیر لیا اُس کو اس کی خطا نے

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

پس وہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے ۸۲

کو علم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرمائی ہے[۲۲۳]۔ اُن کا یہ زعم باطل ہے بَلٰى[۲۲۴] (وہ دوزخ میں ہمیشہ کیوں نہیں رہیں گے) ہمارا قانون تو یہ ہے کہ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً جس کسی نے برائی کو کسب بنا لیا وَ اور کرتے کرتے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ گھیر لیا اُس کو اُس کی خطا نے (ہر جہت سے) فَ تو ایسے لوگوں کا انجام یہ ہوگا کہ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ وہ اہل دوزخ ہوں گے اور کسی خاص مدت تک نہیں بلکہ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے کیونکہ انہوں نے برائی کو کسب بنا لیا تا آنکہ مر گئے اور اگر بالفرض اُن کو اور عمر ملتی تو پھر بھی وہ برائیاں ہی کرتے رہتے اور باز نہ آتے

[۲۲۱] اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً کے متعلق مفسرین کے کئی قول ہیں ایک یہ کہ اس سے بلا تعیین قلیل مدت مراد ہے جیسے کہ یوسفؑ کے ذکر میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ ۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ یعنے قافلہ والوں نے حضرت یوسفؑ کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا جو چند درہم تھے (کبیر) ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ مدت کی تعیین کی کوئی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے بلکہ امام بخاری اور امام احمد رحمہما اللہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے خیبر کے یہودیوں سے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا کہ ہم دوزخ میں تھوڑی مدت رہیں گے (کبیر و فتح البیان ملخصاً) ۱۲ منہ

[۲۲۲] امام رازیؒ نے فرمایا کہ اَتَّخَذْتُمْ کا ہمزہ انکار کے لئے ہے یعنے خدا تعالیٰ نے تم سے ایسا اقرار کوئی نہیں کیا۔ تم محض افترا سے کہتے ہو اس بنا پر اَمْ منقطعہ بمعنے بَلْ ہوگا (سراج منیر) ۱۲ منہ

[۲۲۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین میں بے سند بات درست نہیں یہود کو گمان تھا کہ ہم اولاد انبیا ہیں ہم میں خدا کی کتابیں توریت و زبور اُتریں ہم پر خدا کی نعمتیں دینی بھی اور دنیوی بھی کثرت سے ہوتی رہی ہیں اس لئے ہم کو معصیت ضرر نہیں پہنچاتی اگر عذاب ہوا بھی تو چند روز تک ہوگا۔ پھر ہم جنت میں چلے جائیں گے اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اُنکے اس غلط گمان کی تردید کی ہے کہ بے سند باتیں کیوں کہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے عمل بھی صالح کیے۔ وہ اہل

وَ اور ان کے مقابلہ میں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے جس کی مختصر تفصیل شرح سورت میں مذکور ہو چکی وَ اور اعتقادی صلاحیت کے ساتھ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُنھوں نے نیک کام بھی کیے جو شریعت نے فرمائے اور اُن کا بھی خلاصہ شروع میں گزر چکا ہے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وہ اہل جنت ہوں گے۔ اور حکما اب بھی جنتی

خدا تعالےٰ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا۔ یہ تمہارا افترا ہے یہی حال ہماری امت کے جاہل پیروں اور پیر زادوں کا ہو رہا ہے کہ اپنے اعمال کی جوابدہی اور ذمہ داری سے غافل بلکہ بے پرواہ ہو کر محض پیروں کی اولاد ہونے پر بھروسا کیے ہوئے ہیں حالانکہ رسولِ خدا صلعم اپنی لختِ جگر فاطمہ خاتونِ جنت کو فرماتے ہیں جن کی اولاد ہونے کا ان کو فخر ہے اِعْمَلِيْ اِعْمَلِيْ یعنی عمل کرنا عمل کرنا۔ بغیر عمل کے امیدواری شیخ سعدیؒ کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

وانہ کردا بلہ دخرمن امید داشت

داغ بہید دبخت دخیال باطل بست

۲۲۴ تفسیر معالم میں کہا بَلٰى اور قَيْلَ استدراک کے حرف ہیں ان کے معنے ہیں خبر ماضی کی نفی اور مستقبل کا اثبات ۱۲ منہ

۲۲۵ اس جگہ محض ارتکاب سیئہ پر خلود فی النار کا حکم نہیں فرمایا۔ بلکہ جب نوبت اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ تک پہنچ جائے جیسا کہ ہم نے تفسیری تشریح میں ظاہر کر دیا ہے مفسرینؒ میں سے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیر رحمانی سے اخذ کر کے اس کی جو صورت لکھی ہے ہم اُسے مع ضروری تشریح کے بیان کرتے ہیں (۱) جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس میں لذت پاتا ہے جس سے اس کو اُس برائی کا چسکا پڑ جاتا ہے اور کرتے کرتے دل میں اُس کی پسندیدگی جم جاتی ہے پس وہ دل گنہگاری سے گر جاتا ہے اور کوئی راہ اس سے خلاصی کی باقی نہیں رہتی۔ پھر وہ بیباکی سے اُس گناہ کو جائز و مباح سمجھنے لگتا ہے اور گناہ کو جائز و مباح جاننا کفر ہے کیونکہ اس سے نصوص کا انکار لازم آتا ہے پس اُس کا انجام کفر پر ہو جاتا ہے اور اس کے لئے ابدی جہنم ہے (اعاذنا اللہ منہا) اس کی تائید حدیث نبوی سے ہوتی ہے جو امام بغویؒ نے تفسیر معالم میں بیان کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مومن جب گناہ کرتا

الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ

جنت ہوں گے وہ اس (جنت) میں رہیں گے ۸۳ اور جب لیا ہم نے عہد

ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وہ اُس جنت میں ہمیشہ رہیں گے کیونکہ وہ موت تک صحیح ایمان اور صالح اعمال پر قائم رہے اور اگر ان کو اور بھی زندگی ملتی تو وہ اُس میں بھی اسی پر قائم رہتے اور زیادہ نیکیاں کرتے **۲۲۶** اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ (ع ۹)

وَ اور باوجود پختہ اقراروں کے احکام شرع کے خلاف کرنا ان کا قدیمی شیوہ ہے۔ اس کے لئے ان کو یاد کرائیے وہ وقت اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ جب

ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ و استغفار کر لے تو وہ دل زنگ سے صاف ہو جاتا ہے اور اگر (گناہ میں) زیادتی کرے تو (وہ داغ) بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ اُس کے دل پر غالب آجاتا ہے یہی وہ رَيْن ہے جس کی بابت خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد امام محی السنۃؒ فرماتے ہیں کہ رَین کے اصل معنی

پس اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ معاصی ان کے دلوں پر غالب آجاتے اور احاطہ کر لیتے ہیں۔

(تفسیر معالم سورت تطفیف پ ۳۰) دیکھئے آیت زیر تفسیر میں بھی اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ ہے اور حدیث شریف میں رَین والی آیت کا جو حوالہ ہے اُس کے معنے میں بھی امام بغویؒ "احاطہ" فرما رہے ہیں پس یہودیوں کے حالات جو اس آیت سے بیشتر مذکور ہیں یعنے کتاب اللہ کی تحریف کرنا اور جعلی مسائل کو فرمودہ خدا قرار دینا اور پھر اس سے لوگوں سے مال ٹھگنا اور اپنے دیگر مقاصد حاصل کرنا اور پھر بیباک ہو کر حرام خوری کرنا یہ امور سب ایسے ہیں کہ جن سے وہ ہر جہت سے گھرے ہوئے ہیں باوجود اس کے اُن کا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً کہنا بالکل زعمِ باطل ہے۔ اِسی معنے میں حق تعالےٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (الآیہ) (النساء پ ۵) یعنی جزا سزا کا فیصلہ نہ تمہاری آرزو پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر (ہمارا سب کے لئے ایک ہی قانون ہے کہ) جو کوئی بھی برا کام کرے گا اُس کی سزا پائے گا"۔ ہاں اگر شریعت کی ہدایات کے مطابق توبہ وغیرہ سے بخشوا لے گا تو وہ دیگر امر ہے ۱۲ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا ۱۲ منہ

۲۲۶ جیسا کہ حدیث میں ہے طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ (الجامع الصغیر لسیوطیؒ) یعنے خوشخبری اور مبارک بادی ہے اُس کے لئے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل نیک ہوں ۱۲ منہ

بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ

بنی اسرائیل سے کہ نہ عبادت کرنا (کسی کی) سوائے خدا کے اور ماں باپ کے ساتھ

اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ

احسان کرنا اور قرابت والے سے بھی۔ اور یتیموں سے بھی اور مسکینوں سے بھی

ہم نے اپنے مقام عظمت وجلال سے قوم بنی اسرائیل سے پختہ اقرار لیا کہ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ قف تم سوائے خدا کے کسی دیگر کی عبادت نہ کروگے ۲۲۷ کیونکہ خالق ورازق وہی ہے وَ اور ہم نے یہ بھی فرمایا بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ماں باپ سے ہر طرح سے نیک سلوک کرنا ہوگا۔ بدنی خدمت سے بھی اور مالی سے بھی اور ان کے احکام میں اطاعت اور کلام میں نرمی اور ادب وتعظیم کرنے سے۔ کیونکہ وہ تمہاری پیدائش اور پرورش کا سبب ہیں اور انسانی تعلقات میں (خدا کے بعد) سب سے مقدم ان کا حق ہے۔ وَ ذِی الۡقُرۡبٰی اور قرابت دار سے بھی نیک سلوک کرنا کہ وہ تمہارے ماں باپ کی فرع ہونے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں ۲۲۸ وَ الۡیَتٰمٰی اور یتیموں سے بھی کہ وہ بوجہ ضعف وبیکسی اور بے رعبی کے محل شفقت ہیں۔ وَ الۡمَسٰکِیۡنِ اور مسکینوں سے بھی کہ وہ بوجہ تنگدستی وخستہ حالی کے محل امداد ہیں وَ اور اگر سب

۲۲۷ اس جگہ ضمیر غائب ھُم اور ضمیر حاضر کُم کو ترک کر کے ان کے جد امجد حضرت اسرائیل (یعقوبؑ) کی طرف مضاف کر کے ذکر کیا کہ ان کو شرم آئے کہ ہم کس کی اولاد ہو کر ایسے کام کرتے ہیں۔ کیونکہ اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا وصفی نام ہے یعنے مطیع اللہ ۱۲ منہ عام مفسرینؒ لکھتے ہیں کہ اس جگہ لَا تَعۡبُدُوۡنَ جو صورۃً خبر کا صیغہ ہے بمعنے انشاء یعنے بمعنے لَا تَعۡبُدُوۡا ہے یعنے سوائے خدا کے کسی دیگر کی عبادت نہ کرنا۔ یہ عاجز اس کی وجہ یہ کہتا ہے کہ اقرار بحسب معنے امر ہوتا ہے کہ ایسا ایسا کام کرنا ہوگا یا نہ کرنا ہوگا لیکن اقرار کرنے والا صیغہ خبر ہی سے اقرار کرتا ہے کہ میں ایسا ایسا کروں گا۔ اس لئے حکایت کے وقت اقرار کو صیغۂ خبر ہی سے ذکر کیا جاتا ہے۔ فتامل ۱۲ منہ

۲۲۸ سلسلۂ وجود میں سب سے قریب ماں باپ ہیں اور وہ اولاد کا اصل ہیں پھر وہ جو ماں باپ کی فرع ہونے میں آدمی کے شریک ہیں۔ مثلاً بھائی بہن اور ان کی اولاد یا وہ کہ خود ماں باپ ان کی فرع ہیں جیسے دادا دادی اور نانا نانی یا وہ جو ان کے ہم اصل ہیں یعنی چچا پھوپھی اور ماموں خالہ اور جس طرح آدمی کے ننہال اس کے

وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ

اور کہنا عام لوگوں کو قول نیک اور قائم رکھنا نماز اور ادا کرنا زکوٰۃ

ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ ... وَ اَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ اِذۡ اَخَذۡنَا

پھر تم (اس سے) پھر گئے اور تم ہو ہی منہ پھیرنے والے ۲۳۱ اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے

سے احسان کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو کم از کم قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا کہنا عام لوگوں سے نیک بات یعنے عام لوگوں سے مالی احسان نہ کر سکو تو حسن کلام اور حسن خطاب اور حسن ملاقات کو تو ترک نہ کرنا کیونکہ ان میں پلے سے کھلتا کچھ بھی نہیں اور نیکی مفت میں مل جاتی ہے ۲۲۹ وَ اور عبادات میں سب سے اہم فریضہ نماز ہے سو اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ اور نماز کو ظاہرًا وباطنًا اور صورۃً وحقیقۃً درست طور پر قائم رکھنا جو دربار خداوندی میں دل کی حاضری اور زبان کے اذکار طیبہ اور اعضاء کی تواضع وانکساری کی حرکات پر مشتمل ہے اور بصورت جماعت قومی مساوات اور ملی نظام اور ڈسپلن کی بہترین عملی مشق ہے وَ اور اس کے علاوہ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ زکوٰۃ بھی ادا کرتے رہنا ۲۳۰ جو غنا کا شکریہ اور اپنی قوم مسلمین کے مستحقین کی امداد اور ان کی حق ادائی ہے ثُمَّ پھر تم اس عہد وثیق کے بعد تَوَلَّیۡتُمۡ اس اقرار سے پھر گئے اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ مگر تھوڑے سے لوگ تم میں سے کہ وہ اس اقرار پر قائم رہے وَ اَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾ ۲۳۱ اور تم عام طور پر ہو ہی منہ پھیرنے والے یہ عہد تو تمام دینداری کا تھا وَ اور ایک خاص عہد کے لئے وہ وقت یاد اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ جب ہم نے مقام عظمت سے تمہارے نظام ملی اور عزت کی

باپ کے سسرال ہیں اور ان سے احسان کا حکم ہے اِس طرح آدمی کے اپنے سسرال بھی حدیث کے رو سے محل احسان ہیں چنانچہ فرمایا اِنَّ اَحَقَّ مَا یُکۡرَمُ بِہِ الرَّجُلُ اِبۡنَتُہٗ اَوۡ اُخۡتُہٗ (بلوغ المرام) یعنے جس رشتہ کی وجہ سے انسان اکرام وعزت کا زیادہ حقدار ہے اسکی بیٹی ہے یا ہمشیرہ ۱۲ منہ اور خدائے تعالیٰ نے بھی احسان میں سسرال کو نسبت کے ساتھ شامل کیا ہے چنانچہ فرمایا ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِہۡرًا (فرقان پ ۱۹) پس قرابت چاہے دادیال کی طرف سے ہو چاہے ننہال کی طرف سے چاہے سسرال کی طرف سے سب سے نیک سلوک کرنا چاہیئے اسی لئے ذی القربیٰ بارادہ کل واحد مفرد ذکر کیا۔ شریعت میں اس کا نام صلہ رحمی ہے جس کے متعلق قرآن وحدیث میں تاکید

مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

عہد لیا کہ نہ گراؤ گے اپنے خون اور نہ نکالو گے

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

اپنے بھائیوں کو اپنے گھروں سے پھر تم نے اقرار کرلیا اور تم اس کی

تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۵﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

شہادت دیتے ہو ۲۲۸ پھر تم وہی ہو کہ قتل کر ڈالتے ہو اپنے بھائیوں کو

زندگی کے لئے تم سے یعنی تمہارے بڑے بزرگوں سے پختہ اقرار لیا جس میں تم اُن کی اولاد بھی شامل ہو کیونکہ وہ اقرار قومی تھا۔ کہ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ نہ گراؤ گے تم اپنے خون یعنے تم آپس میں قتل کر کے خونریزی نہ کرو گے وَ اور اس کے علاوہ یہ بھی کہ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ نہ نکالو گے اپنے بھائیوں کو اپنے گھروں سے خواہ وہ گھر تمہارے ہی ہوں اور تم نے اُن کو کرایہ وغیرہ کے طریق پر دیئے ہوں چہ جائیکہ اُن کو اُن کے اپنے گھروں سے نکالو ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ پھر تم نے یعنی تمہارے باپ دادوں نے ان امور کا اقرار کرلیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اور تم جو اس عہد محمدی میں اُن کی اولاد موجود ہو اس کی شہادت دیتے ہو کہ ہاں یہ اقرار ہوا تھا پس تم پر بھی اس کی پابندی لازم ہے۔ لیکن ثُمَّ اَنْتُمْ پھر تم اس اقرار کے بعد هٰٓؤُلَآءِ وہ لوگ ہو کہ برخلاف اس کے تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ تم (بیدریغ) قتل کرتے

۲۲۹ مسکین تنگدست کو کہتے ہیں چاہے کمائی کرتا ہو جیسے کہ حضرت خضرؑ کی کشتی والوں کو مسکین کہا گیا ہے حالانکہ وہ کمائی کرتے تھے (دیکھو پ ۱۶ رکوع اول) اور فقیر شکستہ حال مفلس و نادار کو کہتے ہیں مَنْ اَصَابَ خِفَآءَ مُهْرَهٗ یعنی کمر شکستہ ۱۲ منہ

۲۳۰ قرابت مندوں کے علاوہ دیگروں سے صرف قولی احسان کا حکم کیا۔ کہ انسان ہر ایک سے بدنی ومالی احسان کی برداشت نہیں رکھتا (رحمانی) ۱۲ منہ

۲۳۱ یہ آیت دین کے اہم امور و معاملات و اخلاق پر مشتمل ہے یہی احکام اس امت مرحومہ کو ہیں دیکھو سورۃ نساء پ ۵ آیت وَاعْبُدُوا اللّٰهَ الآیہ پس جو ہم میں سے کبھی انکی خلاف ورزی کرے اس پر بھی یہی الزام ہے

وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

اور نکال دیتے ہو اپنے ایک گروہ کو اُن کے گھروں سے مدد کرتے ہو اُن کے

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى

برخلاف گناہ اور زیادتی (کے کام) پر، اور اگر وہ تمہاری طرف قیدی ہو کر آجائیں

تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ

تو تم فدیہ دے کر ان کو چھوڑا لیتے ہو، حالانکہ حرام ہے تم پر انکا نکالنا تو کیا تم مانتے ہو

ہو اپنے بھائیوں کو۔ گویا اپنے آپ کو قتل کرتے ہو کیونکہ اس میں تمہاری تعداد میں قلت اور قومی قوت میں ضعف اور دشمن قوم کا غلبہ ظاہر ہے جس میں تمہاری قومی اور ملی ہلاکت ہے وَ اور دوسرے امر میں تم یہ کرتے ہو کہ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا تم نکال دیتے ہو ایک گروہ کو جو غیر نہیں بلکہ مِّنْكُمْ تم ہی سے ہیں جن کے نکالنے سے تم کو منع کیا گیا تھا مِّنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے نہیں بلکہ اُن کے مملوکہ گھروں سے اور اس قتل و قتال اور اخراج میں تَظٰهَرُوْنَ ۲۳۲ تم مدد کرتے ہو بُت پرست دشمنانِ دین کی عَلَيْهِمْ برخلاف اُن اپنے مسلم بھائیوں کے بِالْاِثْمِ یعنے ایسے امر کے ساتھ مدد کرتے ہو جو بذاتِ خود گناہ ہے وَ اور علاوہ اس کے الْعُدْوَانِ ۭ اپنے بھائیوں پر زیادتی بھی ہے یعنے تم اس میں دو حرام امروں کا ارتکاب کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ جرم پر مدد کرنا بھی جرم ہے۔ جیسا کہ حکم ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ پ ۶ ع) یعنے نہ مدد کرو ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی کے کام پر وَاِنْ اور اگر تمہارے وہ بھائی جن سے تم اپنے دشمنوں کے ساتھ ملکر جنگ کرتے ہو۔ يَّاْتُوْكُمْ آجاویں تمہاری طرف اُسٰرٰى قیدی ہو کر تُفٰدُوْهُمْ تم چھڑا لیتے ہو اُن کو اپنے مشرک حلیفوں کو اُن کا فدیہ دے کر۔ اور کہتے ہو کہ ہم اُن کو غیر کی غلامی سے اس لئے چھڑاتے ہیں اور اُن کی چٹی بھرتے ہیں کہ ہم کو توریت میں ایسا ہی حکم ہے وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ حالانکہ اُن کا نکالنا تم پر بموجب عہد سابق کے حرام ہے جس کا

۲۳۲ تَظٰهَرُوْنَ اصل میں تَتَظٰهَرُوْنَ تھا۔ باب تفاعل کی تاء زائدہ کو حذف کیا اور خطاب کی

بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ

بعض مسئلوں کتاب کا اور انکار کرتے ہو بعض سے پس کیا ہے جزا

تم ارتکاب کرتے ہو اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ تو کیا تم کتاب اللہ کے بعض مسائل پر ایمان رکھتے ہو کہ ان کو تو عمل میں لاتے ہو یعنے فدیہ کے مسئلہ پر وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ[۲۳۵] اور بعض سے انکار کرتے ہو کہ اُن پر عمل نہیں کرتے یعنے اپنے بھائیوں سے جنگ کرنا اور ان کے خلاف مشرکوں کو مدد دینا اور ان کے گھروں کو جلا کر تباہ و برباد کرنا اور اُن کو جلا وطن کر کے بے خان ومان اور ذلیل و پریشان کرنا۔ یہ کام ایمان کے ہیں یا انکار کے؟ ظاہر ہے کہ اس میں تمہاری اپنی ہی ذلت و بربادی ہے فَ پس تم ہی بتاؤ مَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ کیا جزا ہے۔ اُس

کو باقی رکھا۔ اور ضرورت اس کی یہ ہے کہ دوسری قرأت تَظَّاهَرُوْنَ (بتشدید الظاء المعجمہ) بھی ہے یعنے تائے تفاعل کو ساکن کر کے اُسے ظ (منقوط) میں ادغام کر دیا۔ دونوں قرائتیں تَظَاهَرُوْنَ (تِ کو ظاہر نہ کرنے ہی کی صورت میں پڑھی جا سکتی ہیں (معالم) ۱۲ منہ

۲۳۴ھ هُوَ اسجگہ ضمیر شان ہے یا مبہم اور اِخْرَاجُهُمْ اس کی تفسیر یا بیان ہے (جامع البیان وحاشیہ آن) ۱۲ منہ

۲۳۵ھ اس آیت کی تفسیر قصہ طلب ہے جو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے توریت میں یہود سے اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق چار امروں کا عہد لیا تھا (۱) ترکِ قتل و قتال باہمی (۲) اُن کو گھروں سے نہ نکالنا۔ (۳) اُن کے برخلاف دشمن قوم کو مدد نہ دینا (۴) اگر وہ کسی سبب سے گرفتار ہو جائیں اور دشمن کے پنجے میں پھنس جائیں تو فدیہ دے کر اُن کو چھڑا لینا۔ لیکن یہود نے برخلاف اس کے صرف فدیہ پر عمل کیا۔ اور باقی تین کو صرف نظر انداز ہی نہیں کیا بلکہ اُن کے خلاف سب امروں کا ارتکاب کیا۔ بس اسی بات پر اُن کو یہ الزام دیا کہ کتاب اللہ کے کسی مسئلہ کو تو تم مانو اور کسی سے انکار کر جاؤ بلکہ اُس کے خلاف عمل کرو۔ یہ درمیانی چال کیسی؟ اس کی تفصیل یوں ہے کہ مدینہ شریف میں عربوں کے دو ہم جدی قبیلے اَوس اور خزرج آباد تھے اور وہ بُت پرست تھے۔ یہود کی بھی دو بڑی جماعتیں تھیں بنی نضیر اور بنی قریظہ۔ اوس بنی نضیر کے حلیف تھے اور خزرج بنی قریظہ کے۔ اَوس اور خزرج کی آپس میں لڑائی رہتی تھی۔ اور یہود جو غیر ملک سے آ کر آباد ہوئے تھے اس سے فائدہ اُٹھاتے تھے لیکن آپس میں ان کی بھی لڑائی رہتی تھی عام لڑائی کے وقت ہر ایک پارٹی اپنے حلیفوں کی مدد میں اپنے بھائیوں سے بھی لڑتی جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ کوئی قتل ہو

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ

اُس شخص کی جو تم میں سے یہ کام کرے سوائے ذلت و خواری کے اس دنیوی زندگی

شخص کی جو یہ کام کرے کوئی بھی ہو خاص کر جب وہ مِنْكُمْ تم میں سے ہو جو اس اقرار کے قائل اور ثوابت کے ماننے والے ہو۔ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[۲۳۶] سوائے ذلت و خواری کے اس دنیوی زندگی میں۔ یہ خدا کا کمال غضب ہے کہ اس کی سزا محض قیامت پر ملتوی نہیں کی۔ کیونکہ جس قوم کا شیرازہ بکھر جائے اور وہ متفرق ہو کر اور اپنے دینی اور ملّی دشمنوں سے مل کر اپنے ہی بھائی بندوں کو قتل و جلا وطن کر کے اُن کو ذلیل و خوار کریں اور اپنے نظامِ ملّی کو جو اُن کی دنیوی حیات و عزت کے لئے ضروری تھا تباہ و برباد کر دیں تو قدرت کی طرف سے بھی اُن کی سزا اسی دار دنیا

جاتا اور کوئی قید ہو جاتا اور وطن سے بے وطن ہو جاتا۔ ایک طرف کے یہود میں سے جو قید ہو کر دوسرے فریق کی طرف جاتا تو ان کی طرف کے یہودی اپنے حلیفوں کو اس کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے۔ اور کہتے کہ ہم کو کتاب اللہ میں ایسا ہی حکم ہے پس خدا تعالےٰ نے ان کو الزام دیا کہ فدیہ کے مسئلہ پر تو عمل کرتے ہو اور باقی مسائل کو چھوڑ دیتے ہو۔ فدیہ کی نوبت تو تب آئی کہ پہلے تم دشمن قوم یعنی بُت پرستوں کی مدد میں اُن سے لڑے اور پھر اُن کے قتل اور قید اور جلا وطنی کا سبب بنے۔ حالانکہ اُن کا جلا وطن کرنا جو قتل و قتال اور غارت گری کے بعد اور کمتر ہے وہ تم پر حرام ہے پس یہ تمہارا نیک عمل بھی ایسا ہے کہ اس کی تہ میں کئی بُرائیاں ہیں (خازن مع الزیادہ) ۱۲ منہ

۲۳۶ھ یہ پیشگوئی بھی پوری اُتری کہ بنی قریظہ کے کچھ لوگ اسلامی جنگ میں قتل کئے گئے اور کچھ قیدی بنائے گئے۔ اور بنی نضیر اپنے علاقہ سے اریحا۔ اور اذرعات (علاقہ شام) کی طرف جلا وطن کئے گئے (تفسیر سورتِ حشر پ۲۸) مگر یہود میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے وہ بسبب ترک مخالفتِ کتاب اللہ کے ان خواریوں سے سلامت رہے اور سعادت دینی و دنیوی اور وراثتِ جنت اور حکومت میں عرب مسلمانوں (مہاجرین و انصار) کے ساتھ شامل رہے مثلاً حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھ کے لوگ۔ یہی عہد اس امت مرحومہ (مسلمانوں) سے لیا گیا کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی ناحق گردن نہ مارے (صحیحین) اور نہ اس کی بےعزتی کرے اور نہ اس پر خود ظلم کرے نہ اُسے کسی غیر کے حوالے کرے۔ (مشکوٰۃ) اس مضمون کی احادیث صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں بکثرت وارد ہیں پس مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ آجکل صلیب پرستوں اور صنم پرستوں نبوتِ محمدیہ (صلعم) کے منکروں سے عہد کرنے یا سازش رکھنے

الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ

میں بھی اور قیامت کے دن لوٹائے جائیں گے سخت سے سخت عذاب کی طرف

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور نہیں ہے اللہ ہرگز بے خبر اس سے جو تم کرتے ہو ۲۳۶ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید

اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

لی دنیوی زندگی بدلے آخرت کے پس نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے

میں ذلت وخواری اور غیروں کی ماتحتی ہے، تاکہ بحسب قانونِ الٰہی جَزَآءً وِّفَاقًا گناہ اور اسکی سزا میں مناسبت رہے اور ان کو اس وجہ سے بھی ذلت وخواری کی سزا ملنی چاہیئے کہ انہوں نے اپنے حلیفوں کے عہد کی رعایت کے لئے خدائے جبار کے عہد کو توڑا اور اس کی ہتک کی۔ اور غیروں کی ماتحتی کی سزا اس لئے ہے کہ انہوں نے اپنی ضمیر کو غیروں کی رائے اور خواہش کے ماتحت رکھا اور اپنے استقلال ملی اور بلندیٔ اسلام کو ملحوظ نہ رکھا تو خدا تعالےٰ نے بھی ان کو عالم ظاہر میں بھی ان کے ماتحت کر کے پست سے پست تر کر دیا۔ یہ سزا وقتی اور عارضی طور پر یہیں تک نہیں بلکہ تا قیامِ قیامت قائم رہے گی وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن جب بساطِ دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی اور ہر شخص کو اپنے اعمال کی باز پرس کے لئے خدائے جبار کی عدالت میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ تو یہ لوگ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ سخت سے سخت عذاب ۲۳۷ کی طرف لوٹائے جائیں گے وَ اور عذاب میں تاخیر غفلت و بیخبری کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ خدائے تعالےٰ تمہارے اعمال سے ہرگز غافل نہیں ہے لیکن وہ حلیم ہے اس نے ہر شخص اور قوم کو اتمامِ حجت کیلئے

۲۳۶ کے باعث اپنے مسلمان بھائیوں سے کیا کیا کر رہے ہیں پس اگر ان کو اسی دنیوی زندگی میں نصاریٰ کی غلامی سے نکلکر ہنود صنم پرستوں کی غلامی کی ذلت نصیب ہو رہی ہو تو اس سے عبرت پکڑنی چاہیے ۱۲ منہ

۲۳۷ اَشد فرمایا اور محض شدید نہ فرمایا اس لئے کہ عہد کے چاروں امروں میں سے ہر ایک کا خلاف ورزی کبیرہ گناہ ہے پس مجموعۃً ان کی سزا شدید سے شدید ہوگی ۱۲ منہ

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

عذاب اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے ۲۳۸ اور البتہ تحقیق دی ہمنے موسےٰ کو

الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى

کتاب (توریت) اور پے در پے بھیجے پیچھے اس کے کئی رسول اور دیئے ہم نے عیسےٰ

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

بن مریم کو روشن نشانات، اور قوت دی ہم نے اسے روح پاک سے

مہلت دے رکھی ہے جب وہ مہلت پوری ہو جاتی ہے تو ایک دم کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی (اعراف پ ۸ ع ۴)، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لی دنیوی زندگی بدلے آخرت کے، یعنے انہوں نے خدا کے عہد کی رعایت اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کے ثواب کو جو آخرت میں حاصل ہونے والا ہے اپنے دنیوی تعلقات اور نفسانی اغراض و منافع کے عوض جو ان کو غیروں سے حاصل ہوتے ہیں بیچ ڈالا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب جس طرح یہ بھی اپنے جوش میں نرم نہیں پڑتے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ اور نہ ان کو ان حلیفوں سے مدد پہنچے گی جن کی رعایت سے احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی کرتے تھے اور کتاب اللہ کی مخالفت اور پیغمبرانِ خدا کی تکذیب تمہارا قدیمی شیوہ ہے چنانچہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ البتہ تحقیق دی ہم نے موسےٰ کو کتاب توریت جو مشتمل تھی سب سولہ کو ماننے کے حکم پر جو موسےٰ کے بعد آئیں وَ اور اسی لئے وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ہم نے پے در پے بھیجے پیچھے اس کے کئی رسول ۲۳۸ وَ اور اسی سلسلہ میں اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ دیئے ہم نے مریم عابدہ کے بیٹے عیسےٰ کو روشن نشانات ۲۳۹ ان کی نبوت

۲۳۸ موسیٰ کے بعد توریت کی پیروی میں بہت پیغمبر پے در پے آتے رہے، ان سب کے بعد حضرت عیسےٰ صاحبِ شرع رسول آئے، اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا ۱۲ منہ

۲۳۹ بَیِّنَات سے مراد معجزات ہیں حضرت عیسےٰ اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں ان کے

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ

تو کیا (یہ نہیں ہوا کہ) جب کبھی آیا تمہارے پاس کوئی رسول ساتھ اُسکے جس کو نہ چاہتے تھے نفس تمہارے

کی صداقت کے لئے، مثل مُردوں کو زندہ کرنے اور مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو بغیر طبی علاج کے محض معجزہ سے چنگا کرنے کے ؔ۔ اور اس کی بشریت پر ملکیت کے غلبہ کی وجہ سے اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ہم نے اس کو تقویت دی روح پاک یعنی جبرئیل فرشتہ سے کہ عام طور پر اس کے ساتھ رہا کرے ۲۲۰ اس کو خیر و برکت اور حکمت و رحمت کا خزانہ بنانے کے لیے ۲۲۱ اَفَ تو کیا ایسا نہیں ہوتا رہا کہ کُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس آیا بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۲۲۲ ساتھ ایسے امروں کے جن کو نہ چاہتے تھے

معجزات کا ذکر اجمالاً و تفصیلاً قرآن شریف میں کئی جگہ ہے۔ مثلاً پارہ ۳ رکوع اول اور سورت آل عمران رکوع نمبر ۳، اور پارہ ہفتم رکوع نمبر ۵، ۱۲ منہ

۲۲۰ روح القدس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں بدلیل آیت قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ (نحل ع ۱۴) اس تائید کی صورت اکثر مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ حضرت جبرئیل بوجہ حضرت عیسیٰ کی فطری مناسبت کے اُن کے ساتھ رہتے تھے کیونکہ اُن کی پیدائش عادی قواعد کے خلاف فرشتوں کی طرح عالم امر سے ہوئی، یا یہ کہ حضرت جبرئیل کے نفخ سے ہوئی جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب تاویل الاحادیث صفحہ ۵۹ میں فرمایا، کئی ایک مفسرین کا قول ہے کہ ان کو حضرت جبرئیل کی معرفت آسمان پر اُٹھایا یہ اس وقت کی تائید کا ذکر ہے (کبیر و خازن وغیرہما) یہ عاجز کہتا ہے کہ اسی طرح ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سیر معراج حضرت جبرئیل کی معرفت کرائی گئی ۱۲ منہ

۲۲۱ برکت اور حکمت اور رحمت، یہ سب لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہیں (سورت مریم رکوع ۲ اور سورت زخرف رکوع ۶) ۱۲ منہ

۲۲۲ اس آیت میں سمجھایا کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم اُن کی نفسانی خواہشوں کے خلاف ہوتی تھی۔ یہی حال ہر نبی کی تعلیم کا ہے۔ کہ وہ اہلِ طبیعتوں اور عادتوں کے خلاف ہوتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک کوئی شخص اپنی خواہش کو اُس چیز کے تابع نہ کر دے جو میں لے کر آیا ہوں۔ تب تک مومن نہیں ہوگا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۲) ۱۲ منہ

اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۷﴾

تم نے تکبر کیا، پس ایک گروہ کو تو تم نے جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کر ڈالا ۲۲۳

تمہارے برائیوں کے خوگیر نفس تو تم نے خدا کے حکموں کے آگے سر نہ جھکایا بلکہ تکبر کیا فَ پس نتیجہ یہ ہوا کہ فَرِيقًا كَذَّبْتُمْ ایک فریق کو یعنی کئی ایک کو تو تم نے جھٹلا دیا اور اُن پر ایمان نہ لائے مثلاً حضرت عیسیٰ اور حاضر الوقت پیغمبر آخر زمان (صلوات اللہ علیہما وسلامہ) وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۷﴾ اور ایک فریق کو یعنی کئی ایک کو موقع پا کر قتل کر دیا مثلاً شعیاء زکریا کو یا قتل کروا دیا مثلاً یحییٰ کو ۲۲۳ پس اگر اس وقت تم پیغمبر آخر الزمان کی تکذیب کرتے ہو یا قتل کے مشورے کرتے ہو جن کی بشارت تورات میں مندرج ہے اور آپ کے برخلاف بت پرست مشرکین مکہ کو مدد دیتے ہو تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ تمہارا موروثی شغل و شیوہ ہے۔

۲۲۳ سب نبی بالاستقلال اپنی اپنی امت کی طرف بھیجے گئے سوائے اُن اسرائیلی انبیاء کے جو شریعت موسوی کے تابع تھے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ پس اگر کوئی مستقل نبی قتل ہو جاتا تو دین الٰہی میں خلل پڑ جاتا۔ لیکن بنی اسرائیل کے غیر تشریعی نبی کے قتل سے ایسا نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا۔ سارا قرآن مجید دیکھ جائیے قتل انبیاء کا ذکر سوائے بنی اسرائیل کے ذکر کے کہیں نہیں پاؤ گے۔ کیونکہ وہ سب تورات کے تابع تھے اور تورات ان سے پیشتر نازل ہو چکی تھی اور وہ صاحب امت رسول نہ تھے بلکہ صاحب امت رسول موسیٰ تھے جن کے مقابلہ میں فرعون جیسا جابر و ظالم بادشاہ اور ہامان جیسا ظالم وزیر باوجود قتل کے محکم منصوبے کرنے کے کامیاب نہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ صاحب کتاب و صاحب شریعت نبی ہیں ان کے مقابلہ میں بھی یہود باوجود قتل کی محکم سازش کے کامیاب نہ ہو سکے غرض ہر امت کے کفار نے اپنے اپنے نبی کو قتل کرنا چاہا لیکن کامیابی کسی کو بھی نہ ہوئی جیسا کہ سورت مومن کے رکوع اول میں فرمایا وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۔ سورت مومن کی یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے نازل ہوئی کہ اُن دنوں کفار قریش بھی آپ کے قتل کے منصوبے لگا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوں گے جس طرح اِن سے پہلے کامیاب نہیں ہوئے تھے، چنانچہ اس کے بعد اسی سورت میں حضرت موسیٰ کا ذکر بتفصیل فرمایا۔ فرعون مصر نے اپنے وزیر کے مشورے سے موسیٰ کے قتل کا پختہ ارادہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں (نہیں) بلکہ اُن پر اللہ نے لعنت کر دی ہے انکے کفر کے

فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ كِتٰبٌ

سبب پس وہ بہت تھوڑا ایمان رکھتے ہیں ۲۴۵ اور جب آئی اُن کے پاس کتاب

وَ اور تکبر اور جہالت سے کہتے ہیں قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۲۴۴ کہ ہمارے دل محفوظ ہیں جیسے غلاف میں ڈھکے ہوتے تو وہ سوائے ہمارے اپنے احبار و رہبان کے اثر پذیر نہیں ہو سکتے بات یوں نہیں ہے بَلْ بلکہ یوں ہے کہ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ خدا تعالےٰ نے اُن کو اپنے قہر سے پھٹکار دیا ہے اور اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے کہ اُن کے دلوں میں کلامِ الٰہی کا اثر نہیں ہوتا جو ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے اور نبی رحمت جیسی ذات کی زبان سے متاثر نہیں ہوتے جو رحمۃ للعالمین ہے اور خدا نے ان کو بے سبب نہیں پھٹکارا بلکہ بِكُفْرِهِمْ اُن کے کفر کے سبب پھٹکارا ہے جو اِن میں خلطِ رابطی کے طور پر رچ گیا ہے پس وہ صلاحیت کے قابل نہیں رہے فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ ۲۴۵ پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں جو نفی کے برابر ہے وَ اور اُن کے کفر اور لعنت کی وضاحت یوں ہے کہ لَمَّا جَاۗءَھُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ جب آگئی انکے

کیونکہ موسےٰ صاحب امت اور صاحب شریعت نبی تھے ہم نے اِس مضمون کو طوالت سے ڈرتے ہوئے مختصراً ذکر کیا ہے لیکن خدا کے فضل سے مدلل بیان کیا ہے جو صاحبانِ بصیرت کے لئے کافی ہے واللہ الہادی ۱۲ منہ

۲۴۴ یہود کہتے تھے ہمارے دل محفوظ ہیں (جیسے کوئی چیز غلاف میں آکر محفوظ رہتی ہے) اُن میں کسی غیر کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ خدا تعالےٰ نے اُن کی تردید کی کہ اثر نہ پڑنے کی وجہ خدا کی لعنت ہے جو اُن کے کفر کے سبب پڑ چکی ہے جیسا کہ پہلی آیت میں گذر چکا ہے کہ اُنہوں نے بعض انبیاء کی تکذیب کی اور بعض کو موقع پا کر قتل کر ڈالا اور یہ ہر دو کام کفر کے ہیں۔ اسی طرح اس سے بعد کی آیت میں بھی تصریحاً ان کے کفر کا ذکر کیا جو وہ آنحضرت صلعم کی نسبت معرفتِ تامہ کے بعد کر رہے ہیں ۱۲ منہ

۲۴۵ فَقَلِيْلًا کے اعراب کے متعلق مفسرین نے کئی وجہیں بیان کی ہیں ایک وہ جو ہم نے ترجمہ اور تفسیر میں اختیار کی ہے اور ایک وجہ خدا تعالےٰ نے اس وقت لکھتے لکھتے اس عاجز کے دل میں ڈالی ہے

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ ۙ وَكَانُوْا

خدا کے پاس سے جو تصدیق کرنے والی ہے اُس (کتاب) کی جو انکے پاس ہے اور

مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَي الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا

اس سے پہلے وہ فتح مانگتے تھے اُن لوگوں پر جو منکر ہیں (نبوت سے) پس جب

پاس ایک عظیم الشان کتاب یعنے قرآن شریف جو تحقیقاً خدا کے پاس سے ہے، اور اُس کی صفت یہ ہے کہ وہ کتاب مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ تصدیق کرنے والی ہے اُس (کتاب) کی یعنے توریت کی جو اِن (یہود) کے پاس ہے ۲۴۵ یعنے قرآن شریف فی نفسہٖ بھی من عند اللہ ہونے کی وجہ سے برحق اور قابلِ تسلیم ہے اور اُن کی مسلمہ کتاب توریت کی تصدیق کرنے کی وجہ سے بھی قابلِ قبول ہے وَ حالانکہ یہ لوگ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ تھے وہ اس سے یعنے نزولِ قرآن سے پہلے يَسْتَفْتِحُوْنَ فتح مانگتے عَلَي الَّذِيْنَ كَفَرُوْا صنم پرست منکرینِ نبوت پر ان لفظوں میں کہ خداوندا! ہم کو نبی آخر الزمان کے طفیل سے جن کی بشارت توریت میں مذکور ہے صنم پرست کفار پر فتح دے (جامع) بہر حال اُن پر کئی وجہ سے حجت قائم ہے اور ان کے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن ان کی یہ حالت پہلے تھی فَلَمَّا جَاۗءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا پس جب آگیا اُن کے پاس جس کو اُنہوں نے از روئے علامات پہچان لیا کہ واقعی عہد کا

۲۴۵ قرآن شریف سب آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ من عند اللہ برحق ہیں اور جو احکام اُن کتابوں کے منسوخ ہو چکے ہیں تصدیق اُن کی بھی کرتا ہے کہ وہ فرمودہ خدا تھے لیکن اُس وقت کے لئے تھے۔ دائمی نہ تھے اور فروعی تھے اصولی نہ تھے، جیسے کہ بچپن کا لباس اگرچہ سنبھال کر رکھا جائے لیکن جوانی کے وقت بدن پر پورا نہیں آتا۔ اسی طرح جوں جوں قوموں میں تمدن و معاشرت اور معاملات و سیاست میں وسعت ہوتی گئی اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ان فروعی عملیات میں حسب اقتضائے وقت کسی قدر جزوی تبدیلی سے احکام نازل کرتا رہا۔ اس طرح کے نسخ میں کوئی حرج نہیں اور نہ یہ تصدیق کے منافی ہے۔ جیسے کہ طبیب بیمار کی حالت کے مناسب نسخہ میں جزوی تبدیلی کرتا رہتا ہے جس طرح کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے توریت کی تصدیق بھی کی لیکن مسئلہ طلاق کو منسوخ کیا۔ دیکھو انجیل باب ۵ آیت ۱۰ میں تصدیق ہے اور اسی

جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

آ گئی ان کو وہ چیز جس کو انہوں نے پہچان لیا (تو) اس سے انکار کر دیا پس ایسے منکروں پر خدا کی

الْكٰفِرِيْنَ ۞ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ

پھٹکار ہے ۹۰ بہت بری ہے وہ شئی جس کے عوض انہوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں کہ وہ

يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ

انکار کر رہے ہیں اس (کتاب) کا جو خدا نے اتاری (اس) حسد سے کہ اتارے خدا اپنا

رسول جس کے طفیل سے ہم کفار پر فتح مانگا کرتے تھے یہی حاضر الوقت اُمّی نبی ہے۔ كَفَرُوْا بِهٖ (تو کفار کی طرح اس کی نبوت سے انکار کر دیا۔ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ پس ایسے کافروں پر خدا کی پھٹکار ہے جو اجمالی ایمان اور معرفت تامہ کے بعد بھی انکار کر دیں۔ سو ان کے حسب حال تو یہی کہا جائیگا کہ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ بہت بری ہے وہ شئی جس کے عوض انہوں نے اپنی عزیز جانیں بیچ ڈالیں۔ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یہ کہ وہ انکار کر رہے ہیں اس (کتاب) سے جو خدا نے اپنے خزانۂ علم سے اتاری اور یہ انکا کسی جائز شبہ یا قابل دلیل کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ بَغْيًا (اس) عناد سے اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ[۲۴۷] کہ اتارے خدا اپنا فضل نبوت عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

انجیل کے باب ۱۹: آیت ۱ سے ۹ تک مسئلہ طلاق کا نسخ بھی مذکور ہے دیگر یہ کہ بعض باتیں داخل دین نہیں ہوتیں لیکن عوام الناس کے رواج عام سے داخل دین سمجھ لی جاتی ہیں ان کو بدعات کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے خلفاء (علماء و مشائخ اصحاب ایمان امر) ان بدعات کو رد کر کے اصل دین کو قائم کرتے ہیں۔ تاکہ دین الٰہی بدعات سے پاک رہے عوام سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے قدیم مذہب کو جو ان کے اذہان میں سمایا ہوا ہوتا ہے بگاڑتے ہیں۔ اسی طرح نزول قرآن سے پیشتر یہود و نصاریٰ میں بہت سی بدعات رائج ہو چکی تھیں جن کو وہ دین جانتے تھے۔ سو قرآن مجید ان امور کی تصدیق نہیں کر سکتا [illegible] اسی لئے قرآن کا منصب هُوَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ہے۔ (المائدہ ع ۷) [illegible] ۱۲ منہ

[illegible]

[illegible]

فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ

فضل (نبوت) جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے پس وہ آ گئے (خدا کے) غضب

عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ وَ

در غضب میں اور ایسے کافروں کے لئے عذاب ہے رسوا کرنے والا ۹۱ اور

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ

جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اُس (کتاب) پر جو خدا نے اتاری تو کہتے ہیں ہم

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ پس وہ اس حسد اور کفر کے سبب خدا کے غضب در غضب میں آ گئے۔ نیز اس لئے کہ آ گے انہوں نے حضرت عیسٰیؑ کی نبوت سے انکار کر کے خدا کا غضب سر پر لیا تھا اور اب اس حاضر الوقت پیغمبر آخر الزمان سے انکار کر رہے ہیں[۲۴۸]۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اور ایسے کافروں کے لئے جو حسد اور عناد کی وجہ سے حق سے انکار کریں اور خدا کے مرسلوں کی تحقیر کریں۔ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞[۲۵۰] رسوا کرنے والا عذاب مقرر ہے۔ وَ اور ان کے حسد و عناد کی دلیل یہ ہے کہ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لے آؤ اس (کتاب) پر جو حال میں خدا نے اس حاضر الوقت پیغمبرؐ پر اتاری ہے کیونکہ ایمان خدا کے اتارنے کی وجہ سے ہونا چاہئے۔ اس میں میرے تیرے کا

ہے انہیں تاریخی واقعات اور جاگریفی مقامات کے رو سے واضح کر دیا ہے کہ رسول موعود کی بشارتیں سوائے آنحضرت صلعم کی ذات قدسی صفات کے کسی دیگر پر صادق نہیں آسکتیں ۱۲ منہ

[۲۴۷] مِنْ فَضْلِهٖ مفعول ہے يُنَزِّلُ کا اور مراد اس سے نبوت ہے (معالم و کشاف) ۱۲ منہ

[۲۴۸] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہودیوں ہی کے قول کا ضمیمہ ہے لیکن یہ الزامًا اُن کی طرف نسبت کیا گیا ہے ورنہ وہ حقیقۃً ایسا نہیں کہہ سکتے۔ اس طریق ادا کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مشتمل ہے یہود کے حسد کی وجہ اور اس کے جواب پر بھی اور یہ فائدہ صرف الزامی جواب سے حاصل ہو سکتا ہے فافہم فانہ دقیق ۱۲ منہ

[۲۴۹] مفسرینؒ نے غضب در غضب کی کئی وجہیں لکھی ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد شدت غضب ہے۔ اور دوسری اور تیسری وہ جو ہم نے تفسیری ترجمہ میں ظاہر کر دی ہیں، چوتھی یہ کہ ان کا عصیان و طغیان

بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ

ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر اتاری گئی اور وہ کفر کرتے ہیں اس سے جو اس کے سوا ہے حالانکہ وہ (قرآن) حق

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ

ہے سچا کرنے والا اسکو جو اُن کے پاس ہے (ان کو) کہئے پھر تم کیوں قتل کرتے رہے ہو (بعض) انبیاء اللہ کو

سوال نہیں چاہئے تو یہ لوگ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا کہتے ہیں کہ ہم صرف اُسی (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں اور رکھیں گے جو خاص ہم پر اُتاری گئی تھی یعنی توریت۔ وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ اور وہ یہ کہکر اس کے سوا سے کفر کر دیتے ہیں وَهُوَ حالانکہ وہ یعنی قرآن شریف جس کی طرف اُن کو دعوت دی جاتی ہے اور وہ انکار کرتے ہیں اَلْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ فی نفسہٖ حق ہے مصدق ہو کر اس (کتاب) کا جو اُن کے پاس ہے یعنے توریت کا پس جب قرآن فی نفسہٖ حق بھی ہے اور اُن کی کتاب کا مصدق بھی ہے۔ تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں یہ تو تحقیقی جواب ہے اس کے علاوہ بطور الزام[251] قُلْ (ان سے) کہئے فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۹۱)

بڑھتا گیا۔ تو خدا کا غضب بھی بڑھتا گیا (روحانی) ۱۲ منہ

۲۵۰ء قرآن شریف میں کہیں عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہے کہیں عَذَابٌ عَظِيْمٌ ہے کہیں عذابٌ شدید اور کہیں عذابٌ مھین، ہر موقع پر گناہوں کی مناسبت سے عذاب کی نوعیت مذکور ہے اور اسجگہ عذابٌ مھین اس لئے کہا کہ اُنہوں نے حسد و عناد کے سبب بنی اسمٰعیل مخصوصاً آنسرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لائق نہ جان کر آپ کی تحقیر کی پس سزا میں "رُسوائی والا عذاب" فرمایا جَزَآءً وِّفَاقًا ۱۲ منہ

۲۵۱ء یعنے هُوَ الْحَقُّ اور مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ میں تحقیقی جواب تھا اس کے بعد فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ میں الزامی جواب ذکر کیا کہ اگر توریت پر ایمان ہے تو بعض انبیاءؑ کو کیوں قتل کیا؟ یہ توریت میں کہاں لکھا ہے۔ سوال قتل انبیاءؑ کا جرم اُن لوگوں کے اسلاف نے کیا تھا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں خطاب کیا جا رہا ہے۔ مخاطبین نے جرم نہیں کیا پھر اُن پر الزام کے کیا معنے؟ جواب یہ خطاب اشخاص کا نہیں ہے۔ بلکہ قوم یہود کو من حیث القوم خطاب ہے اس میں حاضر و غائب موجود و گذشتہ سب افراد شامل ہیں کیونکہ پچھلے لوگ اپنے اسلاف بلکہ ہر فرد اپنی قوم کی نیکی بدی کا حامل

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۹۱) وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

پہلے (اس) سے، اگر تم (توریت کے) مومن تھے ۹۱ اور البتہ آئے تھے تم پاس

مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

موسےؑ کے بینات لے کر پھر بنایا تم نے بچھڑا ان کے پیچھے

پھر تم کیوں کرتے ہو خدا کے نبیوں کو پہلے (زمانہ میں) اگر تم (توریت) پر ایمان رکھنے والے تھے۔ وَ اور اگر تم یہ عذر کرو کہ اُن انبیاءؑ کو اس لئے قتل کیا گیا کہ قاتلین کے نزدیک اُنکی نبوت متحقق نہیں ہوئی تھی تو سنو لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ[252] البتہ تمہارے یعنے تمہارے اسلاف کے پاس موسےؑ بینات لے کر آئے اور تم نے اُن کی نبوت کو تسلیم کیا ثُمَّ پھر باوجود اس کے اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ تم نے بد باطن سامری کے بہکانے سے زیورات ڈھال کر ایک بچھڑا بنایا اور اُسے معبود گردان لیا[253]۔ اور یہ فعل کچھ بہت زمانہ گزرنے پر نہیں کیا بلکہ مِنْۢ بَعْدِهٖ چالیس رات کے لئے موسےؑ کے کوہ طور پر جانے کے بعد ہی

ہوتا ہے۔ قومی مفاخر سب کے لئے موجب فخر و عزت اور قومی مثالب و معائب سب کے لئے باعث ذلت و ملامت ہوتے ہیں جیسے کہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء سے ماہ نومبر کے پہلے ہفتہ تک کانگرسی وزارت کے عہد میں صوبہ بہار کے ہزارہا بیگناہ مسلمان بچوں اور ضعیف و ناتوان بوڑھوں اور نہتے اور بیخبر جوانوں اور خانہ نشین عورتوں کو ہندو سورماؤں نے رام راجی عہد کو تازہ کرنے کے لئے نہایت بیدردی اور بے رحمی سے جلایا اور قتل کیا۔ اُن کے گاؤں کے گاؤں جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیئے اور اُن کے مال و اسباب لوٹ لئے لیکن کانگرسی حکومت نے ان مظلوموں کی کسی قسم کی بروقت اور موثر مدد نہ کی اور اپنی قوم کے بلوائیوں کے ہاتھ نہ روکے تو اب یہ سیاہ کارنامہ ہمیشہ کے لئے ہندو قوم کے حق میں موجب ملامت رہے گا۔ اگرچہ اکثر اُن کے بلوائیوں کے ساتھ شریک یا اُن کے مددگار یا اصلاح کار نہ تھے رَبِّ مَآ اَحْلَمَكَ رَبِّ مَآ اَحْلَمَكَ اور اب اگست ۱۹۴۷ء میں عدم تشدد کی مالا جپنے والے کانگرسی مہاتماؤں اور پنڈتوں کے ایما اور شہ سے امرتسر اور مشرقی پنجاب کے دیگر اضلاع میں خالصہ بہادروں نے جو ظلم ڈھائے کیا اُس کا ٹیکا (کلنک) اُنکے ماتھے سے کبھی زائل ہو سکے گا؟ پھر رہا سہا فضیحت جو میاں ہری سنگھ والی جموں کی طرف سے اُن حرماں نصیبوں کو ملا وہ دنیا جہان میں اپنی مثال نہیں رکھتا کسی ظالم بادشاہ نے بھی اپنی بے گناہ اور غریب رعیت پر

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا

اور تم ظالم ہو ۹۳ اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر (کی طرف)

سے شروع کردیا وَاَنْتُمْ اور تم اس حال میں ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۰﴾ ظلم کرنے والے تھے۔ کہ خدائے قدوس کا حق عبادت ایک خود ساختہ ایک بچھڑے کے بُتِ بیجان کو دے دیا۔ اور باوجود حضرت ہارون کے منع کرنے کے تم باز نہ آئے بلکہ تم اُن کے قتل کے درپے ہوگئے۔ تو کیا حضرت موسٰی اور ہارون علیہما السلام کی نبوت ابھی متحقق نہیں ہوئی تھی۔ وَ اور اس کے علاوہ وہ وقت بھی یاد کرو اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ جب ہم نے تم سے یعنی تمہارے اسلاف[۲۵۴] سے کتاب اللہ پر عمل کرنے کا پختہ اقرار لیا جسے تم بھی مانتے ہو وَ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے اِس مادی عالم کو تہ وبالا کردینا ہماری قدرت میں ہے وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اٹھا کھڑا کیا تمہارے سروں کے

ایسا ظلم نہیں کیا جو غربا کی ہمدردی اور غمگساری کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے کانگریسی لیڈروں نے راجہ ہری سنگھ سے کروایا۔ کیا ان تینوں موقعوں پر ایک ہی مسلم قوم سب کے مظالم کا تختہ مشق نہیں بنی؟ تو کیا کوئی ہندو جو قومی مفاخر کے گیت گاتا ہو اس الزام سے بچ سکتا ہے؟ گو ان مظالم کے وقت ظالم حملہ آوروں کے ساتھ شامل نہ ہو۔ خافھم ھم ۱۲ منہ

۲۵۲؎ بینات سے مراد یا تو نو معجزات ہیں جن کا اجمالی ذکر سورۂ بنی اسرائیل کے رکوع اخیر کے شروع میں اور سورۂ نمل کے رکوع اول میں ہے اور ان کی تفصیل بقول حضرت ابن عباسؓ یہ ہے[۱] (۱) شرک نہ کرنا (۲) خون ناحق نہ کرنا (۳) بدکاری نہ کرنا (۴) سود نہ کھانا (۵) جادو نہ کرنا (۶) بیگناہ پر جھوٹا مقدمہ نہ کرنا (۷) چوری نہ کرنا (۸) عفیف عورتوں کو بدکاری کی تہمت نہ لگانا (۹) جنگ کے دن دشمن سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگ جانا (معالم نیز مشکوٰۃ ص ۹ باب الکبائر فصل ثانی) ۱۲ منہ

۲۵۳؎ بچھڑے کا ذکر اس سورت میں دو دفعہ آیا ہے ایک دفعہ رکوع نمبر ۶ میں اور دوسری دفعہ یہاں رکوع نمبر ۱۱ میں پہلی دفعہ اپنے انعامات یاد کرانے اور اُن کا کفران ذکر کیا۔ اور دوسری دفعہ ان کے دعوئے ایمان بالتوریت کے جواب میں الزام فرمایا۔ گو مضمون ایک ہی ہے لیکن جب اغراض و مقاصد جدا جدا ہیں تو ایسا تکرار مخل فصاحت نہیں (نہایۃ الایجاز للامام رازیؒ) ۱۲ منہ

[۱] (۱) عصا (۲) ید بیضا (۳) زبان سے لکنت کا دور ہوجانا (۴) فلق البحر (۵) فرعونیوں پر طوفان (۶) ٹڈیوں (۷) جوؤں (۸) مینڈکوں اور (۹) خون کا عذاب (معالم) یا شریعت کے نو اہم احکام۔ ✲

فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا

کوہِ طور اُٹھا کھڑا کیا۔ پکڑو جو دیا ہم نے تم کو مضبوطی سے اور سنو۔

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ

بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور پلائے گئے اُن کے دلوں میں وہ بچھڑا اُن کے

اوپر کی طرف کوہِ طور اور[۲۵۵] ہم نے حکم کیا خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ پکڑو جو دیا ہم نے تم کو معمولی طور پر نہیں بلکہ بِقُوَّةٍ قوت کے ساتھ جس سے تم اکثر مشقت کے کام برداشت کرلیتے ہو یعنے کتاب اللہ پر مضبوطی اور استقامت سے کاربند رہنا ہوگا وَ اور اگر خود نہ پڑھ سکو تو اسْمَعُوْا اس کو دوسروں سے سنو تاکہ تم کو ہمارے احکام مستحضر رہیں[۲۵۶] قَالُوْا انہوں نے یعنے تمہارے اسلاف نے کہا[۲۵۷] سَمِعْنَا ہم نے یہ حکم سن لیا وَ اور جب عمل نہ کیا تو گویا دل میں کہا تھا عَصَیْنَا ہم نے نہیں مانا۔ کیونکہ عمل دلی خیالات و جذبات کے گواہ ہوتے ہیں[۲۵۸] وَ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ صورت پرستی کی وجہ سے اس بچھڑے کی محبت اُن کے دلوں میں ایسی رچ گئی تھی کہ گویا وہ بچھڑا اُن کو گھول کر پلا دیا گیا ہے[۲۵۹]۔ اور ایسا بِكُفْرِهِمْ

۲۵۴؎ اسلاف کے عہد سے اخلاف پر الزام آنے کے متعلق دیکھو نوٹ ۔ ۱۲ منہ

۲۵۵؎ رفع طور کے متعلق دیکھو نوٹ ۔ علاوہ بریں یہ کہ یہ ذکر بھی اس سورت میں دو دفعہ آیا ہے۔ ایک رکوع نمبر ۸ میں اور ایک یہاں رکوع نمبر ۱۱ میں۔ پہلی دفعہ انعامات کے ذکر میں نافرمانی پر عار دلائی اور دوسری دفعہ یعنے یہاں توریت پر ایمان رکھنے کا دعوےٰ کرنے پر الزام فرمایا ۱۲ منہ

۲۵۶؎ کتاب اللہ کو خود پڑھنا یا کم از کم دوسرے سے سننا آٹھویں رکوع کے الفاظ وَاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ اور یہاں کے لفظ وَاسْمَعُوْا ہر دو کے ملانے سے سمجھا ہے۔ واللہ اعلم۔ ورنہ اس کی توجیہیں اور بھی ہیں ۱۲ منہ

۲۵۷؎ قَالُوْا بصیغہ غائب کہا ہے اور پچھلے صیغوں کے موافق قُلْتُمْ بصیغہ متکلم نہیں فرمایا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اسلاف کے اقرار میں اُن کے اخلاف اور اتباع بھی سب کوئی بدرجہ ثانوی داخل ہیں ۱۲ منہ

۲۵۸؎ سَمِعْنَا اور عَصَیْنَا ہر دو کی توجیہ تشریحی ترجمہ میں کردی ہے ۱۲ منہ

۲۵۹؎ اس سے معلوم ہوا کہ بعض شرک و بدعت کرنے والے شدتِ انہماک کے سبب شرک و بدعت میں لذت پاتے ہیں تو وہ سرور و لذت ایمانی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایمان کے نہ ہونے یا سخت ضعیف ہونے کی وجہ

بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ إِيْمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

کفر کے سبب (اے ہمارے پیارے نبی!) ان سے کہئے بُرا ہے وہ کچھ جس کا حکم کرتا ہے تمکو تمہارا ایمان۔ اگر تم

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ

ایمان والے ہو ۹۳ (ان کو یہ بھی) کہئے اگر پچھلا گھر یعنے جنت خدا کے ہاں

عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

خالصاً تمہارے ہی لئے ہے سوائے دیگر لوگوں کے تو (پھر) تم

اُن کے کفر کو عادت بنا لینے کے سبب ہوا۔ ورنہ خدا کی توحید اور پیغمبر برحق پر ایمان رکھنے والوں سے ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ خود ساختہ بچھڑے کے بتِ بے جان کو پوجنے لگیں۔ سوائے ہمارے پیارے نبی! اپنے عہد کے یہود سے جو توریت پر ایمان رکھنے کو قرآن پر ایمان نہ لانے کا عذر بناتے ہیں قُلْ کہئے بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ إِيْمَانُكُمْ تکذیب نبی آخر الزمان جس کی بشارت توریت میں مذکور ہے بہت بُری شئی ہے جس کا حکم تم کو تمہارا ایمان کرتا ہے إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ اگر تم توریت پر صحیح ایمان رکھنے والے ہو تو اس حقیقت کو سمجھو کہ توریت پر ایمان رکھنے کا مقتضا تو یہ ہے کہ اُس کی مندرجہ بشارات کی رُو سے نبی آخر الزمان پر ایمان لے آؤ نہ یہ کہ اُس کی تکذیب کرو۔ اے ہمارے حبیب پاک اِن یہود سے قُلْ کہئے [۲۶۰] إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً اگر تمہارے خیال کے مطابق پچھلا گھر یعنے جنت خدا کے ہاں یعنے اُس کے حکم میں خالصاً تمہارے ہی لئے ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ [۲۶۱]

سے موذیات کا احساس نہیں رہا۔ اور کفر باطنی کی وجہ سے ملکہ بگڑ گیا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہا ۱۲ منہ

۲۶۰ ارتباط: اس سے پیشتر یہود کی شرارتِ نفس اور خبثِ باطن کا ذکر تھا۔ اب ذکر کیا کہ باوجود ایسی نافرمانیوں کے جنت و مغفرت کے امیدوار بلکہ ٹھیکہ دار بنے بیٹھے ہیں کہ ہمارے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ سو یہ اُن کی بیجا ہوس ہے ۱۲ منہ

۲۶۱ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ: یہود کے زعم باطل پر الزاماً فرمایا کہ اگر تم اس خیال کو دل سے درست جانتے ہو تو تم موت کی آرزو اور دُعا کرو۔ کیونکہ جسے مغفرتِ الٰہی اور جنت کا یقین ہو اُسے موت سے گھبرانا نہیں چاہئے

الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ

مرنے کی آرزو کرو (یا کر گزرو) اگر تم سچے ہو ۹۴ اور یہ ہرگز آرزو نہ کریں گے اس کی

تو تم بطور مباہلہ ہمارے مقابلہ میں موت کی آرزو یعنے دُعا کرو اور اس سے ہرگز نہ ڈرو إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ اگر تم اپنے خیال کو دل سے سچ مانتے ہو۔ اور ہم اپنے علم ازلی سے بتلا دیتے ہیں کہ یہ لوگ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ [۲۶۲] ہرگز ہرگز اُس کی یعنے موت کی آرزو نہیں

بلکہ اُس کا خواہشمند ہونا چاہئے۔ کیونکہ جنت تو موت کے بعد ہی ملے گی (معالم) نیز معالم میں کہا کہ اس (آیت) کے معنے میں (یہ بھی) کہا گیا ہے کہ کاذب فرقہ پر موت کی دُعا کرو۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہود موت کی آرزو کرتے تو ان میں سے ہر ایک اپنے منہ کے لعاب ہی سے مر جاتا۔ اور کوئی یہودی روئے زمین پر زندہ نہ رہتا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اس کی طبی وجہ بتلاتے ہیں کہ اُس کے آبِ دہن میں مادۂ خناقی پیدا ہو جاتا اور وہ مر جاتا۔ اسی لحاظ سے ہم نے تشریحی ترجمہ میں مباہلہ اور مقابلہ اور دُعا کے الفاظ زیادہ کئے ہیں۔

سوال: حدیث شریف میں موت کی آرزو کرنے سے ممانعت آئی ہے۔ اور اس آیت میں یہود سے اسی کا مطالبہ ہے کہ آرزو کرو۔ دونوں میں تطبیق کس طرح ہے؟

جواب: اولاً تو یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت مذکورہ بالا کی رُو سے یہ مباہلہ کا مطالبہ ہے۔ اور مباہلہ کا مطالبہ قرآن شریف ہی میں مذکور ہے (آل عمران پ۳) اور اسی کے مطابق آنحضرت صلعم مع حضرات علی و فاطمہ و حسنین (رضی اللّٰہ عنہم) کے نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں نکلے لیکن وہ ڈر گئے اس روایت کے رُو سے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ثانیاً یہ کہ حدیث شریف میں ممنوع آرزو کی علت میں فرمایا لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ (صحیح بخاری) یعنے کسی تکلیف سے دل برداشتہ ہو کر موت کی آرزو نہ کرے۔ کیونکہ یہ بے صبری ہے اور آیت زیرِ تفسیر میں ایمان و اعمالِ صالحہ کی جزا بلکہ شوقِ الٰہی اللّٰہ کی وجہ سے آرزو اور دعا کرنا فرمایا ہے اور یہ مستحب ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کی ایک دعا میں یہ کلمات ہیں وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَآئِكَ (حصن حصین ص۲۳۴ بروایت امام احمد و نسائی) اور یوسفؑ نے جو یہ دعا کی تھی تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (سورت یوسف پ۱۳) تو اس کی بابت تفسیر معالم میں یہی وجہ لکھی ہے کہ یہ موت کی تمنا تھی اور شوقِ الٰہی کے جذبہ سے تھی۔ اور آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مرض الموت میں دُعا کی تھی اَللّٰهُمَّ أَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى اور یہی مدعا ہے اُس حدیث کا بھی جس میں مذکور ہے کہ خدا سے

اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (۹۵)

کبھی بھی بسبب اُسکے جو آگے بھیجا انکے ہاتھوں نے۔ اور اللہ تو (خوب) جانتا ہے ظالموں کو ۹۵

کرینگے کسی خاص وقت تک نہیں بلکہ اَبَدًا[264] ابدالآباد تک کبھی بھی نہیں کریں گے بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ[265] بسبب اُن اعمال کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے عالم عاقبت میں بھیجے ہیں کیونکہ ہر شخص کو فطرۃً اپنے اعمال کا احساس[266] ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (۹۵) اور اللہ تو خود ہر قسم کے ظالموں کو جانتا پہچانتا ہے پس اُس کے مطابق سب کو جزا دے گا۔

تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا کی زندگی اور اپنی ملاقات میں سے ایک بات کے اختیار کر لینے کا اختیار دیا ہے اور اُس بندے نے خدا کی ملاقات کو اختیار کر لیا ہے اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رو کر کہا یا رسول اللہ (صلعم) وہ بندہ تو حضور ہیں (فِدَاكَ اُمِّيْ) اور خدا کی ملاقات کے معنے موت ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اور امام بخاریؒ کی آرزوئے موت بھی اسی جذبہ کے ماتحت تھی اور تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر میں بعض دیگر بزرگان دین کی حکایتیں جو منقول ہیں وہ بھی اسی جذبۂ شوقِ الٰہی سے تھیں۔ تفسیر عزیزی میں کثرت سے آیات و احادیث ذکر کر کے کمال وضاحت اور طویل تفصیل سے اس پر بحث کی گئی ہے (واللہ الھادی) تفسیر کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ اس سے مراد تحدی ہے۔ کہ اُن کو بطور مقابلہ کے کہا گیا کہ جھوٹے فریق پر دعا کی جائے اس سے اس بات کا بھی جواب ہو گیا کہ اگر یہودی آنحضرتؐ کو اور آپ کے صحابہؓ کو کہہ دیتے کہ آپ بھی موت کی آرزو کریں تو آپ ان کو کیا جواب دیتے؟ اور یہ بات یعنے طلب مباہلہ اس سے بھی ظاہر ہے جو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے امام بیہقیؒ کی کتاب الدلائل سے بروایت ابن عباسؓ ذکر کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں صادق ہو تو ایک بار زبان سے کہو اَللّٰهُمَّ اَمِتْنَا، خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی بھی یہ دُعا نہ کرے گا مگر اُس کے منہ کے لعاب میں مادہ خناقی پیدا ہو کر اس کے گلے کو بند کر دے گا۔ اور وہ فوراً ہلاک ہو جائے گا۔ اس پر یہودیوں نے انکار کر دیا اور ڈر گئے ۱۲ منہ

[263] سوال:- اس جگہ نفی تاکید سے لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ فرمایا اور سورت جمعہ پ۲۸ میں سادہ نفی سے لَا يَتَمَنَّوْنَهٗ فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب:- امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اس جگہ یہود کے اس زعم باطل کی تردید ہے کہ جنت خالصًا ہمارے لئے ہے اور سورت جمعہ میں اُن کے ولایت الٰہی کو اپنے لئے مخصوص کرنے کی تردید ہے، اور ظاہر ہے کہ جنت میں جانا مقصود ہے اور ولایت الٰہی اُس کا سبب

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ

اور آپ ضرور پائیں گے ان کو تمام لوگوں سے بڑھ کر حرص والے (دنیا کی) زندگی پر، اور اُن سے بھی جو

وَ اور اے ہمارے حبیب پاک! لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ آپ ضرور ضرور پائیں گے ان کو (واقعات و حالات پر نظر کر کے) تمام لوگوں سے بڑھ کر حرص والے (دُنیا کی) زندگی پر، کیونکہ ان کے نزدیک زندگی کا مقصد صرف زر و مال کا حاصل کرنا ہے اور ان کی ساری تگ و دو اور سعی و عمل اور سوچ بچار سب کچھ دنیا کے لئے ہے۔ پس اگر یہ مریں گے بھی تو دنیا ہی کے لئے مریں گے نہ کہ عاقبت کے لئے وَ اور بالخصوص مِنَ الَّذِيْنَ

اور ذریعہ ہے اور مقصود اپنے سبب اور ذریعہ سے (ذہن میں) مقدم ہوتا ہے۔ پس اس جگہ لَنْ موکدہ سے نفی کی اور سورت جمعہ میں سادہ لَا سے ۱۲ منہ

[264] اَبَدًا میں یقینی طور پر پیشگوئی کی گئی ہے کہ یہود اسکی آرزو اور دُعا تا قیام دنیا کبھی نہیں کرینگے۔ نزول قرآن کے وقت بھی ایسا ہی ہوا کہ کوئی یہودی فرد یا جماعت اس امر کے لئے آنحضرت صلعم کے سامنے کھڑا نہ ہوا۔ اور آجتک بھی باوجود قرآن شریف کے اس قدر بھیل چکنے کے کسی کو جرأت نہ ہوئی پس یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت نبوت کی دلیل ہے ۱۲ منہ

[265] اَيْدِيْهِمْ اعمال نیک ہوں یا بد ہاتھوں سے بھی کئے جاتے ہیں اور آنکھوں سے بھی اور پاؤں سے بھی لیکن قریبًا ہر زبان میں محاورۃ "ہاتھوں کی کمائی" کہنے کا ہے اس لئے کہ اعمال زیادہ تر ہاتھوں ہی سے سرزد ہوتے ہیں (معالم) اگرچہ دیگر اعضا بھی ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں ۱۲ منہ

[266] انسان کو ظاہری حواس کے ساتھ باطنی احساس بھی دیا گیا ہے جس سے وہ اپنے اچھے اور بُرے فعل کو خود محسوس کرتا ہے، اور اُس کے دل پر اُس کا اثر پڑتا ہے چنانچہ فرمایا بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (القیامۃ پ۲۹ ع) یعنے انسان اپنے نفس پر خود کافی شہادت ہے اگرچہ وہ کتنے بہانے اور عذر پیش کرے، نیز فرمایا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (الشمس پ۳۰) یعنے خدا نے نیکی اور بدی کا احساس انسان کی فطرت میں رکھ دیا ہے، نیز فرمایا وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (البلد پ۳۰) یعنے ہمنے اُسے (نیکی اور بدی) کی دونوں گھاٹیاں سجھا دی ہیں۔ غرض ہر انسان فطرۃً اپنے فعل اور اُس کے انجام کو محسوس کرتا ہے جس سے اُس پر خدا کی حجت پوری ہوتی ہے حتےٰ کہ بدکردار لوگ بھی اپنے افعال کے نتیجہ اور جزا کو سمجھتے ہیں اسی لئے وہ بیماری میں موت سے گھبراتے ہیں

أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا

شرک کرتے ہیں آرزو کرتا ہے ہر ایک ان کا کاش عمر دیا جائے ہزار سال کی اور نہیں

أَشْرَكُوا ۚ ان لوگوں سے بھی جو شرک کرتے ہیں[۲۶۸] اور ان کا قیامت پر ایمان نہیں ہے يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۚ یہ[۲۶۹] لوگ زندگی کے اتنے حریص ہیں کہ ان میں کا ایک ایک فرد خواہش کرتا ہے کہ کاش وہ ہزار سال کی عمر دیا جائے، جو عربی زبان میں گنتی کی انتہا ہے یعنے ہمیشہ جینا چاہتا ہے، تاکہ دنیوی مطالب حاصل ہوتے رہیں، اُن کو تو موت یاد ہی نہیں اُسکی

لیکن محبان خدا کو اس حالت میں خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ خدا کی ملاقات اور عالم جزا میں صالحین کی جماعت میں شامل ہونے کا دروازہ ہے حضرت عمار بن یاسرؓ نے میدان صفین میں نکلتے وقت کہا تھا۔ اَلْاٰنَ نَلْقَى الْاَحِبَّةَ - مُحَمَّدًا وَحِزْبَهٗ (تفسیر کبیر زیر آیت وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا) ۱۲ منہ

۲۶۷ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ سے سمجھا کہ انسان اپنے بُرے اعمال کی جزا سے ڈرتا ہوا دعا یا آرزو کرے یا نہ کرے خدا تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اُسکے مطابق سب کو جزا دے گا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ۱۲ منہ

۲۶۸ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا: پر معانقہ ہے معانقہ کے متعلق دیکھو نوٹ ۔۔۔ یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسکو اَحْرَصَ النَّاسِ کے ساتھ ملائیں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ یہود تمام لوگوں سے بڑھ کر دنیوی زندگی کے حریص اور خاص کر مشرکین سے بھی گویا مشرکین کا ذکر تخصیص اور تعمیم کے طور پر ہے اور اگر يَوَدُّ اَحَدُهُمْ کے ساتھ ملائیں تو معنے یہ ہوں گے، یہودی بھی اور مشرکین بھی سب سے زیادہ دنیوی زندگی کے حریص ہیں کہ ان میں کا ایک ایک فرد ہزار ہزار سال کی عمر چاہتا ہے۔ (معالم) ۱۲ منہ

۲۶۹ اَلْفَ سَنَةٍ' اس موقع پر ہزار کا عدد بطور تحدید کے نہیں ہے، کیونکہ عربی زبان میں گنتی کی انتہا کا لفظ ہزار تک ہے، اس سے اوپر لاکھ، کروڑ وغیرہ کے لئے کوئی مفرد لفظ نہیں ہے۔ پس یہاں پر اس سے دوام مراد ہے، یعنے ہر ایک یہودی دائماً جیتے رہنے کی خواہش کرتا ہے، اسی لئے ہم نے اسے تفسیری ترجمہ میں ظاہر کر دیا ہے، اور ہر ایک سود خور قوم اور شخص کا یہی حال ہے ۱۲ منہ

۲۷۰ امام رازیؒ نے کہا اس جگہ ضمیر هُوَ مبہم ہے اور جملہ اَنْ يُّعَمَّرَ اس کی وضاحت کرتا ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ عمر کی زیادتی عذاب سے رہائی نہیں دلا سکتی۔ بُرے کی عمر طویل ہو تو وہ بُرائی ہی کرے گا۔ ہاں نیک آدمی کو البتہ فائدہ ہے کہ وہ نیکیاں زیادہ کرے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن بسر

هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ

وہ دور رکھنے والا اُس کو عذاب سے یہ کہ عمر دیا جائے اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا

دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۹۶ آپ (ان کو) کہیں جو کوئی جبرئیل کا

خواہش کیسے کرینگے؟ وَمَا هُوَ[۲۷۰] بِمُزَحْزِحِهٖ[۲۷۱] مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ اور ان کی خواہش کے مطابق اُن کا عمر دیا جانا ان کو عذاب (الٰہی) سے دور نہیں رکھ سکیگا کیونکہ وہ زیادہ عمر میں بسبب اقتضاء عادت و طبع گناہ بھی زیادہ کرینگے تو عذاب میں بھی زیادتی ہوگی رہائی کہاں ہوگی وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ اور اللہ تعالیٰ اُن سب اعمال کو جو وہ اِس وقت کر رہے ہیں اور آگے کو کرینگے (سب کو) دیکھتا ہے بس اُنہی کے مطابق اُنکو بقاعدہ جزاءً وِفَاقًا اگر یہودی کہیں کہ ہم قرآن کا انکار اسلئے کرتے ہیں کہ وہ جبرائیل فرشتے کی معرفت آتا ہے جو ہمارا دشمن ہے جیسا کہ بعض یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا[۲۷۲] تو آپ اے ہمارے پیارے نبیؐ! اُنسے قُلْ (انسے) کہیں۔ کہ جبرائیل تم سے دشمنی نہیں رکھتا بلکہ تم اُس سے دشمنی کرتے ہو بس سنو مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ جو کوئی دشمن بنے جبرئیل فرشتہ کا

(الجامع الصغیر للامام السیوطی) یعنے خوشخبری ہے اور مبارکبادی ہے اس کو جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اچھے ہوئے اللهم اجعلني منهم بفضلك العظيم العميم، امیر سیالکوٹی۔

۲۷۱ زَحْزَحَ متعدی بھی ہے اور لازم بھی (معالم) ۱۲ منہ

۲۷۲ حضرت عمرؓ سے یہود کی یہ گفتگو تفسیر معالم اور تفسیر رحمانی وغیرہما میں مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

۲۷۳ نَزَّلَهٗ کی ضمیر مفعولی قرآن شریف کے لئے ہے (معالم) قرآن شریف کا ذکر آیات سابقہ میں مسلسل چلا آتا ہے نیز جبرئیلؑ کے لانے کا ذکر صراحت مرجع سے مستغنی کر دیتا ہے قرآن شریف کے لئے ایسی مبہم ضمیریں بکثرت ہیں جن کو مومن دوسری طرف نہیں جا سکتا مثلاً فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ (آخر سورت مریم و سورت دخان) نیز وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ (الحج ع) نیز اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (پ ۳۰) اسی کو کہتے ہیں ؎

درمیان عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین را هم خبر نیست

لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

دشمن ہے تو ہوا کرے، اُس نے اُتارا ہے (قرآن) آپ کے دل پر خدا کے حکم سے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ

تصدیق کرنے والا اُس کی جو اُس کے پہلے ہے اور ہدایت اور خوش خبری

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ

واسطے ایمانداروں کے ہے؟ جو دشمن بنے خدا کا اور اُس کے فرشتوں کا

کہ وہ غیر بنی اسرائیل پر وحی کیوں لایا تو یہ سراسر بیجا ہے فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ[۲۷۳] تحقیق اس نے اُتارا ہے قرآن جامع اسرار الٰہیہ) مقام عظمت سے عَلَىٰ قَلْبِكَ آپ کے مقدس قلب پر جو انوار وحی کا محل مناسب ہے اور اپنی مرضی سے نہیں لایا بلکہ بِإِذْنِ اللَّهِ خدا کے حکم سے لایا ہے پس اس سے دشمنی کرنا جائز نہیں اسکے علاوہ یہود کے لئے بالخصوص بھی قرآن سے انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ حال یہ ہے کہ وہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ تصدیق کرنے والا ہو کر آیا ہے ہر اس کتاب کی جو اس سے پہلے خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ جن میں سے توریت و زبور اور دیگر انبیاء کے صحیفے بھی ہیں جنکو یہودی الہامی مانتے ہیں بلکہ قرآن کے انکار سے اُن کتابوں کا بھی انکار لازم آتا ہے جنکی قرآن تصدیق کرتا ہے اور انہیں قرآن اور نبیٔ قرآن کی بشارتیں مذکور ہیں اور علاوہ اس کے قرآن شریف تمام جہان کے لئے هُدًى موجب ہدایت ہو کر آیا ہے۔ اور ہدایت سے سرتابی گمراہی ہے وَ اور مزید برآں یہ کہ وہ بُشْرَىٰ جنت کی بشارت کا ضامن ہو کر آیا ہے لیکن یہ بشارت مخصوص ہے لِلْمُؤْمِنِينَ واسطے مومنوں کے[۲۷۵] بس تم اس سے انکار نہ کرو بلکہ ایمان لے آؤ تاکہ بشارت کے مصداق بن جاؤ ورنہ کان کھول کر سنو مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ جو بدبخت خدائے عزوجل کا دشمن ہوا اس وجہ سے کہ اُس نے غیر بنی اسرائیل کو کیوں نبی کہایا تو وہ اپنے فضل کا مالک ہے جس پر چاہے فضل کرے وَمَلَائِكَتِهِ اور اُس کے فرشتوں کا جو اُس کی وحی پیغمبروں پر لاتے

وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ

اور اس کے رسولوں کا اور (خاصکر) جبرئیل اور میکائیل (فرشتوں کا)، تو بیشک اللہ تو بھی ان

ہیں وَرُسُلِهِ اور اس کے پیغمبروں کا جو اس کے احکام اُس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ اور خاص کر جبرئیل اور میکائیل فرشتوں کا جو انہیں سرداری میں ممتاز ہیں جس طرح پیغمبر انسانوں میں ممتاز ہیں تو وہ کافر ہے، إِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝ بیشک اللہ تعالےٰ بھی ان کافروں کا دشمن ہے[۲۷۶] یعنی اللہ تعالےٰ ان سے وہ سلوک کریگا جو کوئی اپنے دشمن سے کرتا ہے کیونکہ خدا کے انتخاب سے

[۲۷۴] قرآن شریف جو کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہے اس کی تفصیل میں دیکھئے ۱۲ منہ۔

[۲۷۵] اسی کے مطابق سورت نحل ع۱۲ میں فرمایا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ نیز سورت نحل ہی کے ع۱۴ میں فرمایا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔ مومن اور مسلم کا مصداق واحد ہے لیکن اعتبارات جدا جدا ہیں مسلم باعتبار انقیاد عملی کے اور مومن بلحاظ اذعان قلبی کے کہا گیا ہے جیسا کہ پ۲۲ کے دوسرے رکوع کے شروع میں ہے إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

[۲۷۶] انتخاب نبوت خدائے تعالےٰ کے اپنے اختیار میں ہے چنانچہ سورۃ حج کے آخری رکوع میں فرمایا اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ اور سورۃ انعام میں فرمایا اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ نیز سورت قصص پ۲۰ میں فرمایا وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ الآیہ ۱۲ منہ فوائد صفحہ ہذا[۲۷۷] تفسیر معالم میں کہا کہ جبرئیل اور میکائیل کا ذکر انکی فضیلت کی وجہ سے خصوصیت سے کیا حالانکہ وہ ملائکۃ اللہ میں داخل ہیں اسے تخصیص بعد تعمیم کہتے ہیں اسی کے مطابق سورت احزاب پ۲۱ میں فرمایا وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (ص)، کہ پہلے تمام نبیوں کا ذکر کیا پھر انمیں سے پانچ اولوا العزم رسولوں کا ذکر خصوصیت سے کیا لیکن اس میں ایک اور نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ چار کا ذکر انکے زمانہ کی ترتیب سے کیا لیکن آنحضرت صلعم کا سب سے پہلے کیا بوجہ آپ کے سید المرسلین ہونے کے حالانکہ آپ زمانہ کے لحاظ سے ان سب کے بعد آئے اور یہ بھی ہو سکتا کہ حدیث كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ (مع کنوز الحقائق) کے مطابق سب سے پہلے ذکر کیا ہو۔ اللھم صل علی سیدنا مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین و آباء ہم المرسلین

لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ

کافروں کا دشمن ہے ۹۸ اور بے شک اتاریں ہم نے آپ کی طرف آیتیں روشن،

وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

اور نہ منکر ہونگے اُن سے مگر وہی جو بے حکم ہیں ۹۹ کیا یہ بات نہیں کہ جب کبھی اُنھوں

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾

نے کوئی عہد باندھا، پھینک دیا اس کو ایک فریق نے اُنہیں سے بلکہ اکثر اُن کے تو مانتے ہی نہیں ۱۰۰

ناراض ہو کر خاصانِ خدا سے بغض و عداوت رکھتے ہیں[۲۷۶] اور قرآن کے بیان میں اُلجھن نہیں کہ سمجھنے میں مشکل پڑے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ البتہ تحقیق ہم نے (اکمل الرسل) آپ کی طرف اپنے مقام عظمت سے روشن آیتیں نازل کی ہیں جو بالکل واضح الدلالۃ اور پہلی کتابوں کے موافق اور مقتضائے علم سلیم کے مطابق ہیں وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اور نہیں انکار کرتے اُنسے مگر وہ لوگ جو بیحکم ہیں یعنے اطاعت الٰہی اور مقتضائے عقل و شرع سے خارج ہونے والے ہیں [کیا وہ اس بات کا انکار کر سکتے ہیں وَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا] ہو حال یہ ہے کہ جب کبھی اُنہوں نے کوئی عہد کیا گذشتہ زمانہ میں یا اب اِس زمانہ میں[۲۷۸] نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ پھینک دیا یعنے توڑ دیا اس عہد کو اُنہیں سے ایک فریق نے بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ بلکہ انکے اکثر سرے سے مانتے ہی نہیں کہ اقرار کیا تھا

[۲۷۶] عَدُوٌّ لَّهُمْ کی بجائے عدو للکفرین فرمایا یعنے ضمیر کی بجائے اسم ظاہر ذکر کیا یہ بتانے کے لئے کہ جو کوئی ایسا کام کرے وہ کافر ہے اسے علم معانی میں تنصیص کہتے ہیں اسکی نظائر قرآن شریف میں نہایت کثرت سے ہیں جیسے سورۂ حٰمٓ فُصِّلَتْ کے رکوع نمبر ۴ میں فرمایا کہ وعظ میں شور مچانے والوں کی نسبت فرمایا ذٰلِكَ جَزَاۗءُ اَعْدَاۗءِ اللّٰهِ النَّارُ کہ اس میں هُمْ ضمیر غائب کی بجائے اَعْدَاۗءِ اللّٰهِ فرمایا اس میں جتلایا کہ جو ایسا کام کرے وہ خدا کا دشمن ہے ۱۲ منہ

وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

اور جب آوے گا ان کے پاس خدا کی طرف سے رسول (آخرالزمان) تصدیق کرنیوالا ہے (اس کتاب

لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ

کی) جو اُن کے پاس ہے پھینک دیا ایک فریق نے ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی تھی

دا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ جب آگیا انکے پاس خدا کی طرف سے رسول (آخرالزمان) جس پر ایمان لانے کا ان سے عہد لیا گیا تھا اور اس کی رسالت معجزات سے اور کتب سابقہ میں بیان شدہ علامات و واقعات سے ثابت ہو چکی ہے اور علاوہ اس کے وہ رسول مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ تصدیق کرنے والا ہے اس کتاب کی جو اُن کے پاس ہے یعنی توریت کی کہ وہ واقعی خدا کی طرف سے ہے پس اُن کو بلا حیل و حجت ایمان لے آنا چاہیئے تھا لیکن انہوں نے اس کے برعکس کیا کہ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ پھینک دیا ایک فریق نے اُن لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی تھی

[۲۷۷] تفسیر معالم در معانی ۱۲ منہ

[۲۷۸] توریت میں اُنسے عہد لیا گیا تھا کہ آپس میں خون ریزی نہ کرنا اور اپنے بھائی بندوں کو نہ وطن سے نکالنا جس کی تفصیل صفحات سابقہ میں ۱۰ رکوع نمبر ۱۰ میں گزر چکی ہے لیکن اوس اور خزرج کی لڑائیوں میں یہ لوگ اسکے خلاف کرتے رہے اور اب اس عہدی محمدی میں یہود بنی قریظہ اور بنی نضیر نے آنحضرت صلعم سے عہد کیا تھا۔ کہ آپ کے خلاف مشرکین کی مدد نہ کرینگے لیکن انہوں نے جنگ احد اور احزاب میں مشرکین کی مدد ہر طرح سے کی اِس آیت میں اِنہی واقعات کی طرف اشارہ کر کے انکو ملزم ٹھہرایا ہے ۱۲ منہ

[۲۷۹] جب کہ سورہ صٓ میں فرمایا فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ (الی قولہ) هٰذَا عَطَاۗؤُنَا کہ ہم نے مسخر کی ہنسے اسکے لئے ہوا چلتی تھی اسکے حکم سے نرم (بھی اور کبھی تیز بھی) جہاں پر انکو پہنچنا ہوتا اور (مسخر کئے) جنات بھی ہر عمارت بنانے والا اور غوطہ لگانے والا (کہ سمندری چیزیں نکالے) اور دیگر (سرکش وہ تھے) جکڑے رہتے تھے (اصفاد کی) زنجیروں میں یہ ہماری بخشش تھی ۱۲ منہ

[۲۸۰] یہی حال آجکل کے جاہل پیروں اور اُن کے جاہل مریدوں کا ہے کہ وہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

خدا کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے نہیں ۱۰۱

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ

اور پیروی کرنے لگے اس (علم سحر) کی جو پڑھتے تھے شیطان سلیمان کے عہد میں

تاکہ اس پر عمل کریں کسی معمولی چیز کو نہیں پھینکا بلکہ كِتٰبَ اللّٰهِ خدا کی (نازل کردہ) کتاب کو کہ مطابق اس کے نبی آخر الزمان پر ایمان نہ لائے اور پھینکا بھی تو وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ اپنی پشتوں کے پیچھے پھینکا جو سخت بے ادبی اور بے پرواہی کی صورت ہے اور انکی حالت باوجود علم کے ایسی ہو گئی كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں وَ اور اس کی بجائے اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ پیروی کرنے لگے اس (علم سحر) کی جو پڑھتے تھے شیطان (جنات و انسانوں سے) اور اس علم کو نسبت کرتے تھے عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ سلیمانؑ کے عہد سلطنت کے وقت

عملوں اور جعلی کتابوں کی پیروی کرتے ہیں اور ان کا نام عملیات اور نقش سلیمانی وغیرہ رکھتے ہیں یہ کتاب اللہ سے ہٹانے کی شیطانی تدبیر ہے جس علم کی سند قرآن و حدیث سے نہ ہو وہ شیطانی ہے اس سے پرہیز لازم ہے۔ ۱۲ منہ

ف۲۸۱ ہاروت و ماروت عام طور پر یہ مشہور ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے جو آزمائش کے لیے انسانی صورت میں زمین پر نازل کئے گئے تھے اور انکو بابل شہر کے ایک کنوئیں میں عذاب ہو رہا ہے لیکن اس کی سند کسی مرفوع حدیث سے نہیں ہے ایسی سب روائتیں اسرائیلیات کی جنس سے ہیں تفسیر معالم میں حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے هُمَا رَجُلَانِ سَاحِرَانِ كَانَا بِبَابِلَ یعنی وہ جادو گر تھے جو شہر بابل میں تھے اس کے بعد خواجہ حسن بصری کا قول نقل کیا ہے هُمَا عِلْجَانِ لِاَنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ یعنے وہ دو گبر تھے جن کا دین مذہب کوئی نہ تھا علجے کے بیدین اور لا مذہب تھے کیونکہ فرشتے لوگوں کو جادو نہیں سکھاتے ۱۲ (معالم ج ۱ صـ۳۲) اس بنا پر مَاۤ اُنْزِلَ کا ما نافیہ اور وہ عطف ہے مَا كَفَرَ پر نہ مَا تَتْلُوا پر اور معنے اس طرح ہیں نہ سلیمانؑ نے کفر کیا اور نہ خدا کی طرف سے کسی ہاروت ماروت فرشتوں پر یہ علم اتارا گیا اور انکو فرشتے علی ما یتعارف الناس کہا گیا ہے یعنے

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا

اور سلیمٰن نے کفر نہیں کیا لیکن شیطانوں نے کفر کیا

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَى

وہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو اور نہیں اتارا گیا (کوئی علم)

کہ آپ نے انسانوں جنوں پرندوں اور ہواؤں کو اسی علم سحر سے مسخر کر رکھا تھا وَ اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ جادو کرنا کفر کا کام ہے سو مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ سلیمانؑ نے کفر کا کام نہیں کیا کیونکہ وہ نبی اللہ معصوم تھے اور ان چیزوں کی تسخیر انکو بطور معجزہ خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی سو وہ تو اس سے بری ہیں وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا لیکن شیطانوں نے کفر کا کام کیا کہ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وہی سکھاتے تھے عوام الناس کو جادو کے عملیات و اور نیز وہ اس علم کو نسبت کرتے تھے دو فرشتوں کی طرف کہ یہ علم خدا تعالیٰ نے دو فرشتوں پر اتارا تھا حالانکہ حقیقت

لوگوں کے عرف میں صرف فرشتے مشہور تھے نہ کہ حقیقۃً اور ضمناً یہ بھی منفی میں داخل ہے جیسے کہ اپنے خیال میں بڑا بننے والے گناہ پیشہ دوزخ میں پڑے ہوئے کو اس کی تذلیل کے لیے کہا جائیگا ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (الدخان پ۲۵) یعنے چکھ (اس عذاب کا مزا) تحقیق تو ہے عزت والا بزرگی والا شاہ عبدالقادر صاحبؒ اس پر حاشیہ میں فرماتے ہیں وہ آپ کو دنیا میں ایسا ہی سمجھتا تھا غرضیکہ وہ دونوں فرشتے حقیقۃً نہ تھے بلکہ فریبی لوگوں نے انکو فرشتے بصورت انسان مشہور کر رکھا تھا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور خواجہ حسن بصری کی قرات میں مَلِكَيْنِ بکسر لام بھی آیا ہے (معالم) اور ملک بکسر لام عربی زبان میں سردار قوم کو بھی کہتے ہیں حاصل کلام یہ کہ یہودیوں نے کتاب اللہ اور سنن انبیاءؑ کو چھوڑ کر بہت سے دستور بنا رکھے تھے جن کو وہ حضرت سلیمان کی طرف نسبت کرتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ علم بابل شہر میں دو فرشتے ہاروت ماروت پر نازل ہوا تھا خدا تعالےٰ نے انکے قول کی تردید میں فرمایا کہ نہ تو سلیمانؑ نے کفر کیا اور نہ نام کے ہاروت ماروت فرشتوں پر یہ علم خدا کی طرف سے نازل ہوا یہ علم شیطانی ہے ہاروت ماروت دو ٹھگ ساحر اور بیدین تھے چونکہ زٹلیات محض تیر تکے ہوتے ہیں اسلئے وہ پیش بندی کے طور پر کہہ دیتے تھے کہ ہم آزمائش ہیں ہمارے قول و سخن اگر وہ اتفاقاً ہی درست نظر نہ آئیں تو بھاگ نہ جانا اور بد گمان نہ ہو جانا

الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ

دو فرشتوں پر بابل شہر میں یعنے ہاروت و ماروت پر

حال یہ ہے کہ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ نہیں اتارا گیا کوئی علم، دو فرشتوں پر بابل (شہر) میں جنکو لوگ فرشتے کہتے ہیں اور انکے نام ہاروت ماروت بتاتے

بلکہ ثابت قدم رہنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے جسی طرح آجکل بھی بعض جاہل پیر اور جھوٹے مدعیان نبوت اپنی اکاذیب کی نسبت اپنے دام افتادہ مریدوں کو یہی کہتے رہتے ہیں اور یہ بہت بھاری الہ فریبی ہے کیونکہ اس سے انسان کے ملکہ تعقلیہ پر بڑا اثر پڑتا ہے کہ انکو باوجود غلطی ثابت ہو جانے کے بھی غلطی پر ثابت و قائم رہنے کی تاکید کی جاتی ہے جس سے انکی حق کو قبول کرنے کی قوت بگڑ جاتی ہے اور وہ جہالت و توہمات کے گرداب میں پھنسے رہتے ہیں اعاذنا اللہ منہا۔ اور جن بزرگوں نے (خدا تعالیٰ ان پر رحمت کرے) مَآ اُنْزِلَ کے ما کو موصولہ سمجھ کر عطف کا تَتْلُوا پر یا اَلنّاس پر ڈالا ہے اور ہاروت ماروت کو واقعی فرشتے بصورت انسان اور ان کے علم کو منزل من اللہ قرار دیا ہے ان کا قول بالکل بے شبہ ہے اول تو وہ قصہ ہی بناوٹی ہے اس کے متعلق کوئی حدیث مرفوع بہ سند صحیح ثابت نہیں ہوئی حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں سب کا ذکر مع تنقید کیا ہے دوم یہ کہ ملائکہ اللہ کی عصمت قرآن سے ثابت ہے اور اصول میں داخل ہے لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ الآیہ ——— سورہ تحریم پ ۲۸) پس انسے کفر کیسے متصور ہو سکتا ہے اور یہ جو کہا ہے آزمائش قرار دیکر کفر جیسے سنگین گناہ کو ہلکا جاننا دلائل شرعیہ سے خارج ہے جس کی مثال شریعت میں کوئی نہیں اور یہ شیطان کی جہالت بھری چال ہے۔ کہ بڑے بڑے سمجھدار بھی اس چال میں پھنس گئے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کا نازل ہونا، وہ آمردوں کے لئے ہوتا ہے اصلاح معاش کے لئے جس میں تمدن و معاشرت اور اخلاق و معاملات کی سب شاخیں شامل ہیں، یا صلاحیت معاد کے لئے اور ظاہر ہے۔ کہ یہ علم سحر عاقبت میں تو کام آنے والا ہے نہیں۔ چنانچہ اسی آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط باقی رہی معاش سو وہ بھی منحصر نہیں، بلکہ نظام معاشرت میں سخت مضر ہے۔ اس سے میاں بیوی میں جدائی ڈالی جاتی ہے جس پر نظام معاشرت کا دارومدار ہے۔ اور اکثر لوگ اسی لئے کرتے ہیں جیسا کہ اسی آیت میں صریحاً مذکور ہے فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ط دیگر یہ کہ اس کے خیال سست اور کاہل ہو جاتے ہیں جس سے نظام تمدن کو نقصان پہنچتا ہے دیگر یہ کہ وہم پرستی بڑھتی ہے دین و دنیا ہر دو کی خرابی ہے دیگر یہ کہ اس کے گرویدہ کا دماغ نہ تو صحیح ہونے کے قابل رہتا ہے اور نہ اس پر عمل کر سکتا ہے اسی لئے اسکے ساتھ فرمایا وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ

اور نہ سکھاتے تھے وہ کسی کو حتے کر کہہ لیتے سوائے اس کے نہیں

فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ

کہ ہم آزمائش ہیں پس تو نے انکار نہ کرنا۔ پس سیکھتے (لوگ) اُن دونوں سے جس سے جدائی ڈالیں

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور وہ دونوں نہ سکھاتے تھے کسی کو (وہ علم سحر) حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط جتنے کہ پیش بندی کے طور پر اسے کہہ لیتے کہ بات صرف یہ ہے کہ ہم تو آزمائش ہیں اگر ہمارے قول و فعل واقعات میں تمہارے خیال میں درست نہ ائریں تو بدگمان ہو کر منکر نہ ہو جانا ف۔ پس عام لوگ اس شرط پر فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ سیکھتے تھے اُن دونوں (ہاروت و ماروت کاہنوں) سے وہ ۲۸۳ف

يضرهم ولا ينفعهم اب صاف ظاہر ہے کہ جس علم کے نقصانات اتنے ہوں اور اسکے نقصانات کا سمجھنا ہماری سمجھ پر نہیں رکھا بلکہ خود حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں صراحت و وضاحت سے فرما دیئے ہوں وہ کس طرح منزل من اللہ ہو سکتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۲ منہ

۲۸۳ف حدیث شریف میں فرمایا کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کی خواہش نہ کرے تاکہ جو کچھ اسکے برتن میں ہے اسے خود لیوے (بخاری کتاب الشروط) ۱۲ منہ

۲۸۴ف قوت تخیلہ پر اثر ہونے کے متعلق دیکھو سورت طٰہٰ پ ۱۶ آیت یخیل الیہ من سحرھم انہا تسعی نیز سورت اعراف پ ۹ آیت سحروا اعین الناس ۱۲ منہ

۲۸۵ف آنحضرت صلعم پر لبید بن عاصم یہودی نے جادو کیا اور آپ بیمار پڑ گئے (بخاری نیز تفسیر عزیزی

۲۸۶ف اس میں سمجھایا کہ ایمان اور تقویٰ ایسی چیزیں ہیں کہ دنیا اور عاقبت ہر دو جہان میں کام آتی ہیں ایمان کی صحت سے قلب کی صفائی اور نور اور اعتقادات کی صحت کا کمال حاصل ہوتا ہے اور تقویٰ سے اعمال کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے اور یہ ہر دو جہان میں مفید ہیں ۱۲ منہ

۲۸۷ف مفسرینؒ نے لفظ رَاعِنَا کے متعلق مختلف توجیہات بیان کی ہیں انمیں سے ہم نے صاحب تفسیر رحمانی کی توجیہ کو اختیار کیا ہے کہ یہودی یہ لفظ جناب نبویؐ میں بولکر مومنوں کو یہ وہم دلاتے تھے کہ ہم سے

بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ

درمیان مرد اور اسکی بیوی کے اور وہ نہیں ضرر دے سکتے

بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا

اُس (علم) سے کسی کو بھی سوائے حکم خداتعالیٰ کے اور سیکھتے (اُن سے) وہ (علم)

(علم وعمل) جس سے جدائی ڈالیں بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ درمیان مرد اور اسکی بیوی کے جس کو خدا نے شریعت کے رُو سے اس کا جوڑا بنایا اور رفیق حیات بنایا اس سے نظام معاشرت میں خرابی پیدا ہوتی ہے ....

.... اور بعض حالتوں میں نسب کی صحت میں بھی خلل پڑجاتا ہے جس سے انسان کی شرافت وعزت ہے بہرحال جادو کا علم وعمل معمورہ انسانی کے لئے سخت مضر ہے۔ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اور نہ تھے وہ جادو سیکھنے اور اس کے عملیات کرنے والے کچھ بھی ضرر دینے والے اس (جادو) سے کسی کو بھی اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر خدا کی قضا سے مؤثر حقیقی اور عالم کون وفساد کا مالک ومختار وہی ہے اور سلسلہ اسباب اسی کے ارادہ ومشیت کے ماتحت ہے۔ یعنے جس طرح دیگر اسباب ضرر بغیر قضائے الٰہی کے مؤثر نہیں ہوسکتے اسی طرح جادو کا عمل بھی بغیر اسکی قضا کے مؤثر نہیں ہوسکتا بعض وقت تو اس سے قوت متخیلہ پہ اثر پڑجاتا ہے اور بعض وقت دماغ پر اور بعض وقت صحت پر اور بعض وقت مزاج میں خرابی پیدا ہوکر نظام خانہ داری میں اور تعلقات زن وشوئی میں کشیدگی پیدا ہوکر نوبت طلاق یا بربادی تک پہنچ جاتی ہے وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ اور نادان لوگ سیکھتے تھے ایسا علم جو انکو سراسر نقصان پہنچائے نظام دنیا میں بھی اور حسا۔

مومنوں کے لفظ راعِنا کے معنے میں ہوتے ہیں حالانکہ اُن کا قصد مصدر رعونت سے اسم فاعل کا صیغہ ہوتا جس کے معنی (معاذاللہ) احمق کے ہیں اور منادیٰ نکرہ ہو تو اسے منصوب لاتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو منع کردیا کہ تم یہ لفظ نہ بولا کرو جو دین میں طعن اور ہنسی مذاق اور رسول خدا صلعم کی بے ادبی کا موجب ہو سکتا ہے ۱۲ منہ

يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ

جو ضرر دے ان کو اور نہ نفع دے ان کو اور البتہ جان لیا تھا انہوں نے کہ جس نے

اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ړ

حاصل کیا اس کو نہیں اُس کے لئے عاقبت میں کوئی حصہ

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا

اور البتہ بُرا ہے جس کے عوض بیچیں اُنہوں نے اپنی جانیں۔ اگر علم سے کام لیتے

يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۲ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ

تو نہ بیچتے) ۱۰۲ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو البتہ ثواب تھا

عاقبت میں بھی وَ اور اگر بعض صورتوں میں نفع دے تو بھی کچھ بات ہو مثلاً علم فلسفہ کہ اس سے بعض لوگوں کے سامنے اسباب پرستی کا حجاب حائل ہوجاتا ہے اور وہ مسبب حقیقی سے غافل ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ مظاہر پرستی کی دلدل میں پھنسکر آفتاب وماہتاب اور فرشتوں اور انبیاؤں اولیاؤں اور دیگر اکابر کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں لیکن اگر یہ سمجھ میں آجائے کہ یہ سب کچھ جو ہم کو اوپر نیچے اور دائیں بائیں اور آگے پیچھے نظر آرہا ہے خدائے جبار کے نشانات قدرت اور اس کی ہستی اور توحید کے دلائل ہیں تو اسباب پرستی اور مظاہر پرستی کی سب زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں اور یہی علم آئینہ خدا شناسی کا کام دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں خدا تعالےٰ کی ہستی اور توحید اور ربوبیت ورحمت عامہ حکمت بالغہ اور قدرت قاہرہ اور ثبوت قیامت کے بیان میں اکثر مقامات پر انہی مناظر قدرت کو پیش کیا گیا ہے لیکن علم جادو میں نفع مطلقاً نہیں ہے اسی لئے اسکے بعد فرمایا لَا يَنْفَعُهُمْ نہ نفع دیوے انکو۔ و اور وہ اس کے ضرر سے ناواقف نہیں تھے بلکہ کتاب الٰہی کے رُو سے لَقَدْ عَلِمُوْا انکو تحقیقاً معلوم ہوچکا تھا کہ لَمَنِ اشْتَرٰىهُ البتہ جنہے خریدا یعنی حاصل کیا اس علم جادو کو بدلے کتاب اللہ کے مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ نہیں ہے اسکے لئے آخرت میں جس کے بعد کوئی موقع اور چانس ایمان

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾ ع

اللہ کے پاس سے بہتر اگر ہوتے جانتے سمجھتے

لانے اور عمل صالح کرنے کا نہیں ملیگا مِنْ خَلَاقٍ ۔ کوئی حصہ اور بہتر ثواب اور خدا کی رحمت میں سے وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اور البتہ بہت برا ہے وہ علم جس کے عوض انھوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں یعنے اپنی قیمتی جان کو جو خدا تعالیٰ کی گرانقدر نعمت ہے ۔ ایک بیکار بلکہ مضر علم کی تحصیل میں لگا کر ضائع کر دیا گویا اسے بیچ ہی دیا کر پھر اس سے کوئی تعلق نہ رکھا لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ کاش وہ مقتضائے علم سے جانتے کہ ہم اس تبادلہ میں سعادتِ ابدی کی بجائے شقاوتِ ابدی کا سامان جمع کر رہے ہیں اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے لیکن وہ اپنی روش سے باز نہیں آئے پس انکا علم لاعلمی کے برابر ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا اور اگر وہ توریت کی روشنی میں حاضر الوقت موعود رسُول محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آویں وَاتَّقَوْا اور عمل تقویٰ اختیار کر لیں کہ کتاب اللہ کے مخالف علموں سے پرہیز کریں اور اسکے مطابق صالح عمل بجا لائیں تو لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ البتہ ثواب ہوا اللہ تعالےٰ کے پاس سے جو بدرجہا بہتر ہے رشوتوں اور جادوں کی ٹھگ بازی سے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ کاش وہ ثوابِ آخرت کی بہتری اور اُسکے بقاء و دوام کو جانتے

۲۸۸ دین میں طعن کی بابت فرمایا وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ (النسآء پ ۵ ع ۷) یعنے یہود اس لفظ راعنا سے دین میں طعن کا قصد کرتے ہیں ۱۲ منہ،

۲۸۹ رسُول خدا کی بے ادبی سے آدمی کافر ہو جاتا ہے دیکھو آیت سورت توبہ پ ۱۰ آیت وَلَقَدْ قَالُوْا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم الآیہ اس کا شان نزول تفسیر معالم میں دیکھو۔

ف اور حبط اعمال کے لئے دیکھو سورت حجرات پ ۲۶ آیت يا ايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم (الخ) یعنے اے مسلمانو اونچا کرو اپنی آوازوں کو اوپر نبی صلعم کی آواز کے اور نہ کھلی آواز سے آپ سے بات کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے کھلی آواز سے بات کرتے ہو ایسا نہ ہو تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تم کو شعور بھی نہ ہو کہ ضائع ہو گئے ۱۲ منہ

۲۹۰ جیسا کہ رکوع نمبر کی آیت بئسما اشتروا به انفسهم ان يكفروا بما انزل الله

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ

اے ایمان والو! تم نہ کہا کرو راعنا اور

قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ

کہا کرو انظرنا اور سنتے رہو اور منکروں کے لئے دُکھ والا

اگر جان لیں تو ایمان لے آویں ۲۸۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے مومنو تمہارے ایمان کا مقتضا یہ چاہیئے کہ تم یہود کی تلبیسات سے بچتے رہو کیونکہ وہ مسائل میں تلبیس کرنے کی طرح ہمارے واجب التعظیم پیغمبر (رسُول کریم صلعم) کی شان میں بھی جن پر تم ایمان لا چکے ہو تلبیس اور گستاخی سے راعنا کہتے ہیں ۲۸۸ سو تم مومن ہو کر اپنے پیغمبر کو مخاطب کرتے وقت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا لفظ راعنا نہ کہا کرو اگرچہ تمہاری نیت بے ادبی و گستاخی اور یہود والے بُرے معنے کی نہ ہو کیونکہ یہ لفظ اُنکے نزدیک دین میں طعن ۲۸۸ اور ہنسی مذاق کا ذریعہ بنتا ہے وَ اور لو قت ضرورت اسکی بجائے قُوْلُوا انْظُرْنَا انظرنا کا لفظ مہذب بولا کرو جس کے دُوسرے بُرے معنے نہیں ہیں وَ اور اوّل تو تم آنحضرتؐ کی بات کو اسْمَعُوْا غور سے سنو سمجھو کہ پھر کوئی لفظ کہنے کی حاجت ہی نہ پڑے وَ اور یاد رکھو کہ رسُول خدا صلعم کی بے ادبی کفر اور ۲۸۹ حبطِ اعمال کا موجب ہے کیونکہ اس سے رسول خدا کو ایذا اور دُکھ پہنچنا ہے اور رسُول خدا کو ایذا پہنچانا موجب لعنت کا ہے اور خدا کے ہاں لِلْكٰفِرِيْنَ ان موذی منکروں کیلئے ان کے عمل کے مناسب عَذَابٌ

کی تفسیر میں گذر چکا ہے ۱۲ منہ،

۲۹۱ جیسا کہ سورہ زخرف پ ۲۵ میں فرمایا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۔۔۔ یعنے یہ قرآن (مکہ اور طائف) دو بستیوں کے کسی رئیس آدمی (ولید بن مغیرہ یا ابو مسعود ثقفی) پر کیوں نہیں اُتارا گیا۔

۲۹۲ جیسا کہ فرمایا وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة الآیہ (قصص پ ۲۰) نیز الله يصطفي من الملئكة رسلا ومن الناس الآیہ (حج پ ۱۷ ع ۱۰) نیز الله اعلم حيث يجعل رسالته الآیہ (انعام پ ۸ ع ۲)

۲۹۳ ہمنے اس جگہ ب کا ترجمہ لام کے معنے سے کیا اس لئے کہ عربی زبان میں اختص کا صلہ ب ہے

اَلِیْمٌ ۝ مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

عذاب ہے شدید نہیں چاہتے وہ لوگ جو منکر ہوئے اہل کتاب

الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ

میں سے اور نہ وہ جو مشرکوں میں سے ہیں کہ اُتاری جائے تم پر اے مسلمانو کوئی بھلائی

اَلِیْمٌ ۝ دکھ والا عذاب ہے یہودی لوگ ایسی گستاخیاں محض حسد و عداوت سے کرتے ہیں چنانچہ مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا نہیں چاہتے وہ لوگ جو منکر ہوئے نبوت محمدی سے مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اور نہ وہ جو مشرکوں میں سے ہیں کیونکہ بحکم اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ سب کافر ایک ہی ہیں کیونکہ علّت کفر سب میں مشترک ہے اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ کہ اتاری

اگر اردو میں اس کا ترجمہ ساتھ یا سے کریں تو اردو خوانوں کو وہم ہو سکتا ہے کہ شاید یہ ب ظرفیت کے لئے ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے جسے چاہے مخصوص کرلے اور اگر لام کے معنے میں لیا جائے تو یہ وہم پیدا نہیں ہوتا بلکہ فوراً ذہن میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نبوت کے لئے جسے چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے۔ بہت وقت تک سوچتے رہنے سے یہ صورت اختیار کی گئی ہے۔ ۱۲ منہ

۲۹۵ جیسا کہ فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۱۲ منہ

۲۹۶ جیسا کہ موسیٰؑ کو خطاب کر کے فرمایا تھا یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ۔ (اعراف پ ۹ ع ۱) نیز آنحضرت صلعم کو فرمایا وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ عَلَی النَّاس اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (قصص پ ۲۰ ع ۱۲) ۱۲ منہ

۲۹۷ شریعت محمدیہ سب شرائع کی جامع اور آخری شریعت ہے شرائع سابقہ کے بعض مسائل بوجہ مصلحت زمانہ اور بعض اس عہد کے بھی بحسب اقتضائے وقت جزوی طور پر جو تبدیل ہوئے تو یہود نے اعتراض کیا خدائے تعالےٰ نے ان کو جواب میں یہ آیات نازل کیں (خلاصہ تفاسیر) ۱۲ منہ

۲۹۸ لفظ آیۃ کا عام استعمال بمعنے دلیل ہے اور قرآن شریف میں اس کا اطلاق عموماً تین طرح پر ہے دلائل قدرت الٰہیہ دلائل صداقت نبوت (معجزات وغیرہ) اور دلائل احکام الٰہیہ یعنی آیات قرآنیہ جنمیں خدا تعالےٰ کے احکام مذکور ہیں یہاں پر یہ تیسرے معنے مراد ہیں اس لئے ہم نے اس کا

مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت (نبوت) کیلئے جسکو چاہے

جائے تم پر (اے مسلمانو!) کوئی بھلائی یعنے نبوت اور وحی تو بڑی بھاری خیر ہے انکو تو تمہارے حق میں کوئی بھی بھلائی نگوار نہیں حالانکہ وہ بھلائی اُن کے پاس سے نہیں بلکہ مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے جسکی عنائتیں تم پر بیش از بیش ہیں اسلئے کہ تم اس حاضر الوقت نبی موعود پر ایمان لے آئے ہو اور اس خبر میں ان حاسدوں کو کچھ بھی حاصل نہیں یہود و نصاریٰ کو تو یہ حسد ہے کہ یہ دولت نبوت بنی اسرائیل میں متوارث چلی آتی ہے اب بنی اسماعیلؑ میں کیوں آگئی[۲۹۹] اور کفار مشرکین کو ہر چند کہ وہ بنی اسماعیل سے ہیں اس وجہ سے حسد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن جو غبار دولت دنیا سے پاک ہے اس نعمت عظمیٰ سے کیوں بھر گیا دنیوی دولت کی طرح یہ دولت بھی ہم دنیاداروں میں سے کسی رئیس کو ملنی چاہیے تھی لیکن یہ دونوں خواہشیں غلط ہیں کسی کو عطا کرنا اور کسی کو محروم رکھنا مالک نعمت خداوند تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس پر نہ تو کسی کا زور چل سکتا ہے نہ کوئی اسکے انتخاب میں کوئی دخل دے سکتا ہے اور نہ اسکی جناب میں ووٹوں اور رائوں پر انتخاب نبوت ہوتا ہے بلکہ خود اَللّٰهُ اللہ تعالےٰ جو مالک الملک ہے جسطرح جس کو چاہتا ہے بادشاہ بناتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رعیت بناتا ہے۔ اس طرح اپنے اختیار سے یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مخصوص کر لیتا ہے اپنی رحمت نبوت کے لئے جسے چاہتا ہے اسکو نبی بنا دیتا ہے اور دوسروں کو اسکے اُمتی ہو جانے اور اسکی اطاعت کا حکم کرتا ہے پس اُسنے اپنے علم و اختیار کلی سے جب تک چاہا بنی اسرائیل میں نبوت کا سلسلہ جاری رکھا اور اب اسی علم و اختیار سے یہ بزرگ امانت محل مناسب پر بنی اسمٰعیلؑ کے فرد اکمل محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو سونپ دی اس میں کسی دوسرے کا دخل نہیں ہے۔

ترجمہ حکم سے کیا ۱۲ منہ

۲۹۹ علماء نے نسخ کے کئی ایک معنے لکھے ہیں ایک اُنمیں سے اقامۃ شیئا مقام شیئ ہے (قاموس) اس جگہ یہی مراد ہیں بدلیل آیت وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ (نحل پ ۱۴ ع ۲۰) تفصیل آگے آتی ہے۔ انشاء اللہ ۱۲ منہ

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ

اور اللہ صاحب ہے فضل بڑے کا ۱۰۵ جو حکم ہم تبدیل کرتے ہیں

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ جو جمیع کمالات کا جامع ہے فضل عظیم کا مالک ہے جسکی عظمت کو وہی جانتا ہے پس کسی کو نبوت کے لئے مخصوص کرنا اور کسی کو اس سے محروم رکھنا فضل کی تنگی کے سبب نہیں بلکہ اسکی بنا حکمت اور مصلحت اور محل و موقع کی مناسبت پر ہے۔ تبدیل قبلہ وغیرہ کے متعلق نسخ احکام میں کوئی اعتراض نہیں آ سکتا کیونکہ بتقاضائے وقت کسی حکم کو بہتر سے یا اسکی مثل سے تبدیل کر دینا مصلحت مبنی ہے جہالت و نقصان علم ہو[۲۹۷] مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا[۲۹۸] جو حکم ہم تبدیل کرتے ہیں[۲۹۹] یا اُس

۲۹۸ نُنْسِهَا کے اصل کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔ اول یہ کہ ناقص یائی ہے از باب رضی یرضی اور یہاں پر یہ مراد نہیں اگرچہ بہت علماء نے لکھا ہے۔ دیگر یہ کہ مہموز اللام ہے۔ نَسَأَ يَنْسَأُ سے باب افعال اور نُنْسِئُ کا ہمزہ سین مکسورہ کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے یٰ سے بدل گیا اور پھر یٰ بہ سبب مَا شرطیہ کے مجزوم ہو کر گر گئی سا اور متحسن رہ گیا۔ اور یہی اس جگہ مراد ہے چنانچہ اس کی تائید دوسری قراءت سے ہوتی ہے کہ امام ابن کثیر اور ابو عمرو نے اسے نَنْسَأْهَا (بفتح النون الاول والسین مهموزًا) پڑھا ہے۔ جس کے معنے نُؤَخِّرْهَا کے ہیں (معالم) پس یہ معنے ہوئے کہ جس حکم کے نازل کرنے میں ہم بحسب اقتضائے وقت تاخیر کرتے ہیں جیسا کہ اسی رکوع میں آیت وَدَّ كَثِيْرٌ الخ میں فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ہے کہ اس میں جہاد کے حکم کو کسی اور مناسب وقت کے لئے موخر رکھا ہے مفردات کی اس تشریح کے بعد خدا کے فضل سے نسخ کا مسئلہ خوب طرح سمجھ میں آجائیگا (توضیح مسئلہ نسخ) نسخ کا مسئلہ متقدمین و متاخرین میں اصطلاح کے اختلاف کے سبب نہایت پیچیدہ اور پریشان کن ہو گیا ہے لیکن یہ عاجز خدا کی توفیق سے ایسے طریق پر بیان کرتا کہ سب الجھنیں دور ہو کر حقیقت امر ناظرین کے سامنے آشکارہ ہو جائیگی انشاء اللہ علمائے اصول نے (خدائے تعالےٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے) قرآن شریف کی آیات منسوخہ کی تقسیم تین طرح پر کی ہے منسوخ التلاوۃ دون الحکم، منسوخ الحکم دون التلاوۃ منسوخ التلاوۃ والحکم معًا (نور الانوار وغیرہ)

عہ یعنے آیات قرآنیہ جن میں خدا تعالےٰ کے احکام مذکور ہیں ۱۲ منہ

اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا

یا اُسے موخر چھوڑتے ہیں (تو) ہم اُس سے بہتر لاتے ہیں یا اُس کی مثل

کے نازل کرنے میں تاخیر کرتے ہیں[۳۰۰] تو اس کی بنا مصلحت پر ہوتی ہے کہ نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا بعض حالتوں میں بجسب مصلحت اُس سے بہتر لاتے ہیں (یا کم از کم بعض حالتوں میں) اس کی مثل (لاتے ہیں) اور یہ ہمارے کمال علم و حکمت کی دلیل ہے۔ کہ ہر حکم اپنے تقاضائے وقت کے لحاظ سے زیادہ مناسب اور عمل میں آسان اور ثواب میں بہتر یا اسکی مثل اور تاخیر کی صورت میں موقع مناسب پر اتارتے ہیں کہ قلوب میں اسکی تاثیر بوجہ مناسب موقع ہونے کے راسخ و پختہ ہو۔

۲۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تقسیم کی بنا رسول خدا صلعم کے بیان پر ہے یا صحابہؓ کے اقوال پر؟ یہ بات بالاتفاق سب کو معلوم ہے۔ کہ آنحضرت صلعم جوں جوں کہ قرآن شریف اُترتا تھا اُسے نہایت کوشش و اہتمام سے کاتبوں سے جو اس ڈیوٹی خدمت پر مقرر تھے لکھواتے جاتے تھے (صحیح بخاری وغیرہ) اور اسی لئے کہ قرآن اور غیر قرآن میں اختلاط نہ ہو جاوے یہی سائل میں قرآن شریف کے سوائے کسی دیگر چیز کا لکھنا منع فرما دیا تھا (صحیح مسلم) اب سوال۔ یہ ہے کہ کیا اسفار حدیث میں کوئی ایسی روایت بسند صحیح ثابت ہوتی ہے کہ جو بیاض قرآنی رسول خدا صلعم لکھواتے تھے آپ نے اس میں سے کسی آیت کو منسوخ قرار دیکر کٹوا دیا ہو۔

۳۔ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں اور نہ اسفار حدیث میں کوئی ایسی روایت پائی گئی ہے کہ حضور اکرم صلعم نے جو آیت ایک دفعہ لکھوائی پھر اُسے یا اُسکے کسی لفظ کو کٹوایا ہو یا زبانی ہدایت اُس کی منسوخی کی فرمائی ہو یا (کم از کم) کسی لفظ کو اسکے مقام سے مقدم و متوخر کرنے کی بابت ہی کچھ فرمایا ہو۔

۴۔ ۱۰ھ کے حجۃ الوداع میں آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ بمقام عرفات نازل ہوئی یہ امر بھی بالاتفاق مسلّم ہے کہ اسکے بعد نہ تو کوئی نیا حکم قرآن شریف میں اُترا اور نہ کوئی پہلا حکم منسوخ ہوا (تفسیر معالم) جب ایسا واقعہ کوئی نہیں ہوا تو اُن پاک نوشتوں میں کسی ترمیم و تنسیخ یا کمی یا زیادتی کی کوئی صورت واقع نہیں ہو سکتی پس اس بیان سے صاف عیاں ہو گیا کہ مجوزہ منسوخ آیات کی تین صورتوں میں سے دو صورتیں جن میں منسوخی تلاوت پائی جاتی ہے باطل ہو گئیں

۵۔ پس جب حضور انور صلعم کے قول یا فعل سے کسی آیت کی منسوخی ثابت نہیں اور منسوخ سمجھی گئی دو قسموں کے دائرہ میں آنے کی کوئی صورت نہیں تو تیسری صورت یعنے منسوخ الحکم دون التلاوۃ کی بابت بھی سن لیجئے کہ وہ سب روایات جن میں کسی آیت کی منسوخی کا بیان ہے صحابہ رضی کے اقوال موقوفہ ہیں کہ بعض صحابہ نے کسی آیت کو منسوخ قرار دیا لیکن اسکے مقابلہ میں بعض وہ بھی ہیں جنہوں نے کہا کہ وہ منسوخ نہیں ہے بلکہ محکم ہے۔ دیکھئے تفسیر معالم میں رمضان شریف کے رکوع کی آیت وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (پ ۲ ع ۷) کی نسبت لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اسے محکم کہتے ہیں بلکہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر رضی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی جو جماعت صحابہ رضی میں سب سے بڑے قاری تھے کسی بھی آیت کی منسوخی کے قائل نہ تھے اس سے صاف سمجھا جا سکتا ہے کہ مسئلہ نسخ میں اجتہاد کو دخل ہے اور چونکہ مراتب اجتہاد مختلف ہیں اسلئے جس صاحب کو دو آیات میں تطبیق مشکل نظر آئی اُسنے ایک کو منسوخ اور دوسری کو ناسخ قرار دیا اور جسنے ان دونوں میں تطبیق دے لی اور اس مشکل کو حل کر لیا اور ہر دو کا محل و موقعہ الگ الگ سمجھ لیا اُسنے اُسے محکم قرار دیا یہاں تک کہ یہ طریق صحابہ رضی کے بعد تابعین اور اُنکے بعد کے علماء میں بھی جاری رہا چنانچہ شیخنا و شیخنا حضرت نواب صاحب مرحوم نے جو کچھ دلیل الطالب میں فرمایا ہے ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں :-

"نسخ کا مسئلہ متقدمین و متاخرین میں اصطلاح کے اختلاف کے سبب مشکل ہو گیا علمائے متقدمین کے نزدیک نسخ کے معنے بہت وسیع تھے لہذا اس میں عقل کی جولانی اور اختلاف کی گنجائش ہوئی چنانچہ اس معنے سے منسوخ آیات کی تعداد پانسو ۵۰۰ تک پہنچی لیکن متاخرین نے نسخ کو جس معنے میں لیا ہے اُسکے رُو سے حسب بیان امام سیوطی رح انکی تعداد کل بیس تک بنتی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح نے انمیں سے بھی اکثر میں جمع و تطبیق کی صورتیں بیان کر کے منسوخ آیات کی تعداد کل پانچ بتائی ہے (اب دیکھئے کہاں پانچ سو ۵۰۰ اور کہاں کل پانچ ۵ !

حضرت نواب صاحب رح دلیل الطالب میں یہ سب کچھ ... بیان کرنیکے بعد فرماتے ہیں:

ولیکن از نظر در اختلاف اہل علم در ین پنج آیت معلوم می شود کہ بیقین آن نیز محل تامل است و بقاعدہ اصول تا جمع ممکن است ضرورتِ مصیر بسوئے

نسخ نیست و صلی اللہ ۱ھ اسکے بعد حضرت نواب مرحوم نے ان پانچ آیات میں بھی اقوال علماء سے وجوہ تطبیق نقل کی ہیں جو ہر حکم کے محل و موقع کے پہچاننے والوں کے لئے تسلی بخش ہیں یعنے ان علماء نے ان پانچ کو بھی منسوخ نہیں مانا۔

۶۔ سوال: بعض روایات جنسے بعض آیات کے فراموش یا منسوخ التلاوت ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے اُنکا جواب کیا ہے؟

مثلاً (۱) صحیح مسلم میں حضرت ابو موسٰے اشعری رضی کی روایت سے ہے کہ ہم ایک سورت پڑھا کرتے تھے جو طوالت میں وعید کے لحاظ سے سورت توبہ کے برابر تھی مگر میں اس کو بھول گیا الخ

(۲) نیز اسی روایت میں ہے کہ ہم ایک اور سورت بھی پڑھا کرتے تھے جو مسبحات کی سورتوں میں سے ایک کی مانند تھی میں اس کو بھی بھول گیا الخ

(۳) صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ جو کچھ قرآن میں نازل ہوا اس میں دس بار کا چوسنا حرمت رضاعت پیدا کرتا تھا یہ امر دس بار کے چوسنے سے منسوخ ہو گیا جب رسول خدا صلعم نے وفات پائی تو یہ آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الحدود میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضی نے منبر پر بیٹھے ہوئے فرمایا کہ جو کچھ اللہ نے اُتارا اُس میں .... آیت رجم بھی تھی الخ

جواب: ان سب روایات کا مجمل جواب تو یہ ہے کہ ان میں جن عبارتوں کو الفاظ قرآنی سمجھا ہے۔ بلکہ احادیث نبویہ ہیں۔ اسلئے کہ قرآن شریف کے الفاظ کے ثبوت کے لئے تواتر لفظی شرط ہے (حجۃ اللہ و نور الانوار وغیرہما کتب الاصول) اور یہ اخبار احاد ہیں پس انکی بنا پر کسی حدیث کو آیت کا رتبہ دیکر اسے قرآن شریف کی آیت نہیں کر سکتے دیگر یہ کہ یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ جوں جوں کوئی آیت نازل ہوتی تھی آنحضرت صلعم اسے فوراً بلا مہلت سا تھ سا تھ کاتبان وحی سے جو مقرر تھے لکھواتے جاتے تھے اُنہی نوشتوں کو جنگ یمامہ کے بعد خلافت صدیقی میں نقل کر کے یکجا کاغذ پر جمع کیا گیا۔ اور پھر خلافت عثمانی میں اُسی کی نقلیں سرکاری طور پر بلاد اسلامیہ میں شائع کی گئیں صرف رسم الخط اور لغت قریش کے تقید کا فرق تھا پس کسی لفظ یا آیت کے جزو قرآن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلعم کے اُن صحف مطہرہ (پاک نوشتوں) میں مکتوب ہو اور اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں کہ مذکور الفوق یا ان جیسی دیگر روایات والے الفاظ اُن نوشتوں میں کبھی بھی لکھوائے گئے تھے

وَمَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ اور اگر بالفرض کسی صحابی کے حافظہ سے کوئی آیت یا کوئی سورت یا اس کا بعض حصہ فراموش ہو گیا تو ضرور نہیں کہ وہ دیگر حفاظ کے حافظہ سے بھی فراموش ہو جائے اور پھر وہ سب عبارات مع نوشتوں سے رسُول خدا صلعم کے حکم کے بغیر اڑ بھی جائیں وَھَلْ ھٰذَا اِلَّا سَفْسَطَۃٌ اور ان سب کا مفصل جواب ہم اپنی لاجواب کتاب تائید القرآن میں جو مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی کی کتاب تاویل القرآن کا عالمانہ و محققانہ جواب ہے اسکے صفحہ ۲۵۹ سے صفحہ ۲۹۹ تک بالوضاحت دے چکے ہیں لہ

حافظ ابن حجرؒ اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ اور امام سیوطیؒ کی تصریحات ہیں کہ یہ سب احادیث نبویہ ہیں اور آیات قرآنیہ نہیں ہیں۔

نسخ کی حقیقت اور حکمت، اصولی طور پر اسکی توضیح اسطرح ہے کہ احکام کی تبدیلی اقتضائے وقت کے لحاظ سے حکیمانہ روش پر ہوتی رہی ہے تاآنکہ دین مکمل ہو گیا پہلا حکم اپنے وقت کے مناسب تھا۔ اور دوسرا حکم اپنے وقت کے مناسب ہوا تبدیلی حق کی باطل کے ساتھ نہیں ہوئی اور نہ پہلے باطل کی تعلیم دی تھی کہ اب اُسے باطل سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہو اسکی مثال صاحب نور الانوارؒ نے یہ بیان کی ہے کہ حاذق طبیب بیمار کی حالت کے مناسب دواؤں اور غذاؤں میں تبدیلی کرے تو یہ بات اُسکی حذاقت اور مہارت پر دلالت کریگی نہ کہ جہالت پر اور صاحب مُسَلَّمُ الثبوت نے اپنے مخصوص انداز میں نہایت مختصر اور لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اَلشَّرْعُ فِی الْاَدْیَانِ کَالطِّبِّ لِلْاَبْدَانِ (جلد ۲ صفحہ ۳۵ مصری) یعنی جسطرح علم طب بدنوں کے لئے ہے۔ اسیطرح دینوں کے لئے شرع ہے صاحب تفسیر رحمانیؒ

لہ یہ کتاب رسالہ الہادی سیالکوٹ کے سلسلہ میں ۱۹۳۰ء سے مسلسل بالاقساط چھپتی رہی مسٹر اکبر مسیح کی زندگی میں چھپی اور مسیحی رسالہ ترقی و تجلی لاہور کے تبادلہ میں عیسائیوں کو پہنچائی جاتی رہی اس کتاب کے اختتام کے بعد بہت مدت تک مسٹر اکبر مسیح باندوی زندہ رہے لیکن اس کا جواب نہ لکھ سکے جمع و تالیف قرآن کے متعلق یہ کتاب ہندوستان میں سب سے پہلی ہے دیگر لوگوں نے اس موضوع پر جو کتابیں لکھیں وہ اسی کتاب کا انتخاب و التقاط اور نقل ہیں لیکن اُن مصنفوں نے غضب یہ کیا کہ سرقہ کیا لیکن تائید القرآن کا نام نہیں لیا حالانکہ عبارات کی عبارات اس میں سے نقل کی گئیں ؎

لے اڑی طرز فغاں بلبلِ نالاں ہم سے گل نے سیکھی روشِ چاکِ گریباں ہم سے

سورت نحل کی آیت مذکورہ بالا کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔ (نقال) ھٰذَا لَیْسَ بِاِبْطَالٍ بَلْ بَیَانٌ لِاِنْتِہَاءِ حُکْمِہِ السَّابِقِ وَابْتِدَاءِ حُکْمِہِ اللَّاحِقِ، یعنی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم جو ایک حکم کی تبدیلی دوسرے حکم سے کرتے ہیں تو یہ ابطال نہیں ہے بلکہ پہلے حکم کی انتہاء اور دوسرے حکم کی ابتداء کا بیان ہے لہ اسی میں علم اصُول کے رُو سے نسخ کی تعریف بھی اور معترضین کے اعتراض کا جواب بھی آگیا ہے اسیطرح فاضل بہاریؒ مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں وَقِیْلَ ھُوَ النَّصُّ الدَّالُّ عَلٰی اِنْتِہَاءِ اَمَدِ الْحُکْمِ (جلد ۲ ۔ صفحہ ۳۳ مصر) یعنی وہ ایک نص ہے۔ جو دلالت کرتی ہے۔ حکم کی مدت کے اختتام پر۔

حضرت شیخ اکبر (قدس سرہٗ) اپنی تفسیر صغیر میں فرماتے ہیں جو زیادہ تر صوفیانہ لطائف و نکات کے بیان پر مشتمل ہے :۔

"جان لے کہ احکام جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں۔ اور مخصوص ہیں یا عام ہیں۔ اور مخصوص یا تو بحسب اشخاص ہیں یا بحسب زمان پس جب (وہ احکام) رسُول صلعم کے قلب (پاک) پر اُترتے ہیں تو جو مخصوص بحسب اشخاص ہیں وہ اُن اشخاص کے فنا تک باقی رہتے ہیں۔ اور جو مخصوص بالزمان ہوتے ہیں وہ اُن زمانوں کے گذر جانے پر منسوخ و زائل ہو جاتے ہیں (وہ زمانہ) تھوڑا ہو مثل منسوخاتِ قرآن کے یا دور نہ ہو مثل شرائع سابقہ کے احکام کے! اور یہ بات لوحِ محفوظ میں ثبت ہونے کے منافی نہیں کیونکہ وہ اُس میں اسیطرح مکتوب ہیں اور جو (احکام) عام ہوتے ہیں وہ باقی رہتے ہیں جب تک زمانہ باقی ہے انسان کی (قوتِ) گویائی اور اُس کی قامت کے سیدھا ہونے کی طرح" (انتہیٰ مترجماً)

ے ۔ اور ہمنے نُنْسِہَا کے معنے جو باتباع تفسیر معالم نُؤَخِّرْھَا کے ہیں اس کی مثال کے لئے زیادہ ورق گردانی کی ضرورت نہیں اسی رکوع میں اس سے آگے دیکھیے کہ حق تعالےٰ اہل کتاب کی اسلام دشمنی کے ذکر میں فرماتا ہے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی اہل کتاب کو کوشش کرنے دو اور تم اسوقت اُنسے کچھ بھی تعرض نہ کرو اور اپنی جگہ پر سرِ دست نماز اور زکٰوۃ کو مضبوطی سے ادا کرتے رہو حتےٰ کہ خدا تعالےٰ کچھ عرصہ بعد جہاد کا امر فرما دے دیکھو اس وقت جہاد کے حکم کو موقع مناسب کے لئے مؤخر رکھا ہے۔ جب نماز اور زکٰوۃ سے تنظیم جماعت اور قومی ہمدردی اور دینی کاموں میں مالی قربانی کے جذبہ کو پختہ کر لیا تو اسکے بعد سورت حج میں "اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا" سے انتقام لینے کی اجازت دیدی اسی طرح سورہ نساء پ ۵ ع میں فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾

کیا نہیں جانتے آپ کہ تحقیق اللہ تو ہر شے پر قادر ہے ۱۳ؔ

اسکے بعد اپنے اختیارات کی وسعت جتانے کے لئے خاص آنحضرت صلعم حامل وحی کو خطاب کرکے فرمایا اَلَمْ تَعْلَمْ (اے ہمارے حبیب پاک) کیا آپ نہیں جانتے، یعنے آپ خوب جانتے ہیں، اور جاننا چاہیے ۱ ؎ کہ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہ بیشک اللہ تعالےٰ ہر شے پر جسے وہ کرنا چاہے ہر وقت قادر ہے، اور اس کلیہ میں نسخ و تبدیل احکام یا تاخیر سب کچھ داخل ہے ۲ ؎ اس کے بعد سمجھایا کہ جس طرح زمین و آسمان کی ہمہ گیر بادشاہی میں خدائے تعالےٰ احکام تکوینی میں ہر طرح کے انقلابات کرتا رہتا ہے اور اُن کے مصالح اور اوقات کو بھی ملحوظ رکھتا ہے، اور دیگر کسی کو اُن میں دخل نہیں، اِسی طرح تعلیدی و تشریعی احکام میں بھی اپنے علم و حکمت سے

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ الآیہ کہ بعض لوگ صرف نماز اور زکوٰۃ پر بس نہیں کرتے تھے، بلکہ جلدی سے اجازتِ جہاد چاہتے تھے، جیساکہ تفسیر خازن وغیرہ میں مذکور ہے لیکن خدائے تعالےٰ نے اُن کی جلد بازی کی پرواہ نہ کی اور جہاد کے حکم کو کسی مناسب موقع کے لئے موخر و ملتوی رکھا۔

اس تفصیل سے امورِ ذیل واضح ہوگئے کہ (۱) آنحضرت صلعم نے جن نوشتوں پر قرآن شریف لکھوایا اُن میں سے کبھی بھی کوئی آیت کٹوائی نہیں کہ اُسے منسوخ قرار دے سکیں (۲) صحابہؓ کے اقوال میں اختلاف رہا اگر کسی نے ایک آیت کو منسوخ کہا تو دوسرے نے اُسے محکم قرار دیا اسیطرح اسکے بعد کے علماء میں بھی ایسا ہی اختلاف چلا آیا (۳) جن روایتوں سے بعض سورتوں میں کمی کا وہم پڑتا ہے، اور اس سے اُن کے منسوخ ہوجانے کا نتیجہ نکالا جاتا ہے، وہ قرآن شریف کی آیات نہیں بلکہ احادیث نبویہ ہیں جن کو غلط فہمی سے قرآن سمجھا گیا، قرآن کے لئے تواتر شرط ہے، اور وہ روائیں احاد ہیں، اور اُن عبارتوں کے اُن نوشتوں میں مکتوب ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، پس جو لفظ ان دونوں شرطوں سے باہر ہے، وہ قرآن سے باہر ہے اور (۴) نُنْسِهَا کے معنے نُؤَخِّرْهَا ہی صحیح ہیں، فراموش کرنے کے معنے صحیح نہیں، کیونکہ اگر ان ضعیف روایتوں کے رُو سے مان بھی لیا جائے کہ بعض سورتیں بعض صحابہؓ کو بالکل فراموش ہوگئیں، تو اگر وہ قرآن کی آیات ہوتیں تو لازم تھا کہ آنحضرت صلعم ان کو ان نوشتوں میں لکھواتے اور پھر فراموش ہونے پر وہاں سے یاد کروا دیتے، یا وہاں سے کٹوا دیتے اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ان امروں میں سے کوئی بھی واقع ہوا۔ نیز یہ کہ — اگر وہ فراموش ہوگئیں، تو حافظہ سے جاتی رہیں نہ کہ ان نوشتوں کی کتابت بھی اُڑ گئی اور اس کا قائل کوئی نہیں، کہ آنحضرت صلعم نے ان کو کبھی کٹوایا، پس نُنْسِهَا کے معنے فراموش کرنے کے درست نہیں ع

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

کیا نہیں جانتے آپ کہ بیشک اللہ ہی کی بادشاہی ہے آسمانوں کی اور

الْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ

زمین کی اور تمہارے لئے (اے مسلمانو!) خدا کے سوا نہ تو کوئی حامی ہے اور

لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ

نہ مددگار ۱۳ؔ (مسلمانو!) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول (صلعم) کو سوال کرو

جو چاہے اور جب چاہے کوئی حکم کرے اس میں کسی کو مجالِ دم زدن نہیں ہے، چنانچہ فرمایا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کیا آپ کو معلوم نہیں یعنے آپ کو خوب معلوم ہے اور معلوم رہنا چاہیئے کہ زمین و آسمان کی بادشاہی صرف خدا ہی سے مخصوص ہے اور اُسی کے قبضے اور اختیار میں ہے، ۳ ؎ پس وہ اپنے علم و حکمت اور اختیارِ کلی کی بنا پر اپنے بندوں کے لئے جو کچھ بھی مناسب دیکھتا ہے اُس کا حکم کرتا ہے، اِس میں کسی دوسرے کا دخل نہیں، وَ (اے مسلمانو!) تم جو شریعت محمدی پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہو کسی کی پرواہ نہ کرو کیونکہ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ تمہارے لئے خدائے واحد کے سوا کوئی بھی حامی نہیں کہ تمہاری رعایت کرے اور نہ کوئی مددگار ہے، کہ تمہاری مصلحتوں کو ملحوظ رکھے، پس تم اپنی تار اُسی سے جوڑے رکھو، اسکے بعد اُمت محمدیہ کو شرعی امور میں شبہات پیدا کرکے سوال کرنے سے منع فرمایا جیسے کہ بنی اسرائیل نے ذبح بقر کے متعلق موسےٰ سے مکرر سہ کرر سوال کئے تھے چنانچہ فرمایا، اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ (مسلمانو!) کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول کو جو تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا ہے، اُس طرح سوال کرو كَمَا سُئِلَ

۱ ؎ اَلَمْ تَعْلَمْ لفظاً تو استفہام ہے لیکن معناً تقریر ہے یعنی اِنَّكَ تَعْلَمُ یعنے آپ جانتے ہیں (معالم)

۲ ؎ یعنی مِنَ النَّسْخِ وَالتَّبْدِيْلِ ۱۲ (معالم) منہ۔

۳ ؎ جیساکہ فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ ۲۹ ع ۱)

نیز فرمایا يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (نور پ ۱۸ ع ۶) ۱۲ منہ

كَمَا سُئِلَ مُوسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ

جس طرح سوال کیا گیا موسیٰؑ کو پہلے سے اور جو کوئی بدل کرلے گا

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾

کفر کو بدلے ایمان کے پس وہ بھول گیا سیدھی راہ ۳۰۴

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ

خواہش رکھتے ہیں بہت سے لوگ اہل کتاب میں سے کاش تم کو لوٹا دیں تمہارے

بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ڔ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

ایمان لا چکنے کے بعد کافر کرکے حسد سے اپنے

مُوسٰى مِنْ قَبْلُ ط جس طرح اس زمانہ سے پہلے موسیٰؑ سے گائے کے بارے میں بار بار سوال کیا گیا تھا سو سُنو کہ یہ عادت کفر کی طرف لے جائیگی ۳۰۳ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝ اور جو کوئی بدل کرلیگا کفر کو بدلے ایمان کے پس وہ بھول گیا سیدھا راستہ ۳۰۴ مسلمانو ہشیار رہو کہ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے بہت سے لوگ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ کاش وہ تم کو واپس لوٹا لیں، دین میں شبہات ڈال ڈال کر مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ تمہارے ایمان لا چکنے کے بعد كُفَّارًا ڔ کافر کرکے جس طرح وہ خود کافر ہیں ۳۰۵ تمہاری خیر خواہی کے لئے نہیں بلکہ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ حسد کے

۳۰۳ شبہات کی بنا پر سوالات کرنے میں کفر کا خطرہ ہے، ہاں اگر زیادت علم کے لئے سوال کیا جائے تو درست ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے سوال رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى سے ایمان شہودی کا مرتبہ حاصل کرنا چاہا تھا، جو ایمان کا سب سے اونچا مرتبہ ہے ۱۲ منہ۔

۳۰۴ سَوَاۗءَ اصل میں وسط کو کہتے ہیں (جلالین) وسط کا رستہ سب سے سیدھا اور مختصر ہوتا ہے علم جیومیٹری اور اقلیدس میں خطِ مستقیم کی تعریف یہ ہے کہ وہ خط جو دو نقطوں کے درمیان سب سے چھوٹا ہو ۱۲ منہ۔

۳۰۵ جیسا کہ سورہ نساء پ۵ ع میں فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا نیز سورت ممتحنہ پ۲۸ ع میں فرمایا وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

نفسوں (کے اندر) سے بعد اس کے کہ واضح ہو چکا ہے اُن کے لئے حق پس (سر دست)

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ

تم معاف کرو اور درگذر کرو حتےٰ کہ اللہ تعالےٰ اپنا حکم لا دے بیشک اللہ تم سب

رُو سے جو اُن کے اپنے ناپاک نفسوں سے اُٹھتا ہے کہ مسلمانوں کی دن بدن کیوں ترقی ہو رہی ہے اور اُن کی تعداد میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے، اور یہ حسد جہالت و نادانی سے نہیں بلکہ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ بعد اس کے کہ واضح و روشن ہو گیا اُن کیلئے حق اُن واقعات و علامات کے رُو سے جو کتب سابقہ میں جن پر اُن کا ایمان ہے، مندرج ہیں ۳۰۶ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا پس تم اُن کی اس کوشش کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سر دست اُن کو معاف رکھو۔ اور اُن سے تعرض نہ کرتے ہوئے درگذر کرو، دائماً نہیں بلکہ حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط جبتک کہ اللہ تعالےٰ اپنا دوسرا حکم یعنی مدافعت و جہاد کا حکم نازل فرما دے ۳۰۷ اور اس حکم کی تاخیر میں مصلحت ہے، ۳۰۸ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر جسے وہ کرنا چاہے ہر وقت قادر ہے کہ تمہارے ضُعف کو جو اِس وقت ہے، حکم مدافعت کے وقت قوت سے اور کفار (بہر سہ نوع) کی قوت کو جو اس وقت ہے اُن کو الگ الگ بھی اور مجموعی طور پر بھی حاصل ہے ضُعف سے بدل دیگا ۳۰۹ پس تم فی الحال صبر و استقامت کی ڈوری تھامتے ہوئے کسی کا تعرض نہ کرو۔

۳۰۶ جیسے ہجرت مدینہ اور جنگ بدر کا ذکر کتاب یسعیاہ نبی ۲۱ میں اور جنگ احزاب اور کوہ سلع کا ذکر کتاب یسعیاہ نبی ۴۲/۱۱ میں ابھی تک موجود ہے ۱۲ منہ۔

۳۰۷ چنانچہ اسکے بعد سورہ حج پ۱۷ ع۱۳ میں فرمایا اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝ یہ آیت اجازتِ جہاد و مدافعت کے متعلق سب سے پہلی آیت ہے (معالم و جامع) پھر اسکے بعد اسی سورت بقرہ میں بھی اسی کے مطابق فرمایا وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ (الآیت پ۲ ع۲۴) ۱۲ منہ۔

۳۰۸ یہ ایک مثال ہے مُنْتَسِبَۃ کو تاخیر کے معنے میں لینے کی جو اللہ تعالیٰ نے اِس موقع پر خود فرما دی ہے، ۱۲ منہ۔

۳۰۹ جیسا کہ سورت نور پ۱۸ ع میں فرمایا وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خدا تعالے مسلمانوں کی حکومت قائم کرکے اُنکے موجودالوقت خوف کو امنِ عام سے بدل دیگا، چنانچہ یہ وعدہ فتح مکہ پر پورا ہو گیا۔ ۱۲ منہ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط

چیز پر قادر ہے ۳۱۰ اور (سر دست) قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

وَ اور اپنی تنظیم میں سعی بلیغ کرو جسکے دو رکن ہیں اوّل اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ قائم رکھو نماز جس میں خدا کی عبادت ہونے کے علاوہ قومی مساوات و شیرازہ بندی اور نظم جماعت و پابندی اوقات اور احساس فرائض' اور ایک دوسرے کے حال سے واقفیت ہوتے رہنے کی روزانہ عملی پریکٹس یعنی مشق ہے' اور اسکی وجہ سے علمائے دین کے خطبات و مواعظ کی سماعت و صحبت سے وہ سب شکوک و شبہات دُور ہو سکتے ہیں' جو مخالفین اسلام مسلمانوں کے دلوں میں ڈالیں۔ وَ اور قومی نظام کا دوسرا رکن یہ ہے کہ تم اقتصادی دستگیری اور باہمی امداد کیلئے اٰتُوا الزَّكٰوةَ ط زکوٰۃ مفروضہ دیتے رہو' ۳۱۱ جس کی بابت پیغمبر صلعم کا ارشاد ہے کہ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ ۳۱۲ یعنی زکوٰۃ مسلمان اغنیاء سے لی جائے اور صرف مسلمان فقراء کو دی جائے' ۳۱۳ کیونکہ یہ قومی فنڈ ہے' اس میں کسی غیر مسلم کا سوائے مؤلفۃ القلوب کے حصہ نہیں ہے اسکے سوا دیگر قسم کی خیرات سے دیگروں سے بھی حسن سلوک کر سکتے ہو' پس ان ہر دو اصولوں پر کاربند رہنے سے (اے مسلمانو!) تمہاری سوشل اور اقتصادی حالت درست رہیگی' اور مخالفین تمہاری بنیانِ مرصوص کو توڑ نہیں سکینگے' کیونکہ مخالفین کے پاس تمہارے برخلاف یہی دو حربے ہیں' اعتقاد میں شبہے ڈالنا اور محتاجی کے سبب طمع دیکر پھسلانا' سو جب تم نماز

۳۱۰ جیسا کہ پ ۲ ع میں فرمایا یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اے مسلمانو! (تم خدا سے) مدد مانگو ساتھ صبر و استقامت اور نماز کے یعنے نماز پڑھو اور اس میں خداوند تعالے کے حضور میں اپنی حاجات پیش کرکے مدد کی دعا اور التجا کرو' کہ وہ حالت قبولیت کی ہے' ۱۲ منہ۔

۳۱۱ مخالفین کی کوششوں کے مقابلہ میں جہاد سے پہلے دو خاموش عمل فرمائے' نماز اور زکوٰۃ کیونکہ مسلمانوں کو پھسلانے کیلئے مخالفین دو طرح پر کوشش کرتے ہیں' اوّل اسلام پر اعتراض کرکے شکوک و شبہات پیدا کرنے سے جسکا علاج نماز بتایا جسکے فوائد مختصراً اوپر حاشیہ میں بیان ہو چکے ہیں' دیگر بے روزگار اور مفلس مسلمانوں کو مالی طمع دیکر' سو جب مسلمان نماز قائم رکھینگے اور جمعہ جماعت اور عیدین میں حاضر ہو کر مواعظ حسنہ سنتے رہینگے' تو انکے وہ شبہات دور ہوتے رہینگے' اور جب وہ اپنی قوم کے مفلسوں اور بے روزگاروں کی دستگیری خود کرتے رہینگے' تو مخالفین کو طمع دیکر کسی مسلمان کو مرتد کرنے کا موقع نہیں ملیگا۔ ہائے افسوس! ہمارے علماء اور امراء کو قرآن شریف کی اس سنہلی تعلیم کی سمجھ کب آئیگی' اور وہ اس پر کب عمل کرکے قوم کو غیروں

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ

اور جو کچھ بھی تم آگے بھیجوگے اپنی جانوں کے لئے (جنس) نیکی سے موجود پالوگے تم اس کو پاس

اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ

اللہ کے' بیشک اللہ اسکو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۳۱۳ اور کہتے ہیں ہرگز

يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط

نہیں جائیگا جنت میں مگر وہ جو ہوگا یہودی یا عیسائی

وَ اور ان احکام مذکورہ بالا پر انحصار نہیں بلکہ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ جو کچھ بھی تم اپنی جانوں کے (بھلے کے) لئے آگے بھیجوگے مِّنْ خَيْرٍ نیکی (کی جنس) سے (جسے شریعت مطہرہ نے نیکی قرار دیا ہو' خواہ از قسم عبادت ہو یا خیرات' یا قومی ہمدردی' یا حفاظت و حمایت حوزہ اسلام یا تنظیم و حمایت قوم مسلمین' یا بتقاضائے وقت ان سے مدافعت' اور دفع و رفع مظالم' غرض کسی قسم کی نیکی ہو اور تم اسے نیک نیتی سے کرو' تو جب تم مرنے کے بعد خدا کے حضور میں جاؤگے تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ تم اس (نیک عمل) کو (اجر و ثواب کی صورت میں) خدا کے پاس موجود پاؤگے اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ؕ بیشک اللہ تعالی ہر اس عمل کو جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے' پس اسی کے مطابق تم کو جزا دیگا وَ اور یہ اہل کتاب مسلمانوں کو پھسلانے کیلئے زور زور سے قَالُوْا کہتے ہیں لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط ہرگز نہ جائیگا جنت میں مگر وہی جو ہوگا' یہودی یا نصرانی' ۳۱۴

کی دست برد سے بچائینگے' ہر دو دشمنوں (انگریزوں اور ہندوؤں) کی حکومت مسلموں کی تفریق و تذلیل اور تقلیل کا فائدہ انہی دو طریقوں سے اٹھا رہی ہے' فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى ۱۲ منہ

نوٹ:۔ یہ مضمون کانگریس کے مقابلہ میں تقسیم ہند سے پیشتر لکھا گیا' اسلئے اُسوقت کی موجودہ حالت کو پیش نظر رکھکر یہ رو نما دیا گیا تھا

۳۱۲ صحیح بخاری و صحیح مسلم (مشکوٰۃ ص ۱۱۵) ۱۲ منہ

۳۱۳ جیسا کہ سورۃ توبہ پ ۱۰ ع میں مصارف زکوٰۃ کی آیت میں فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ الخ میں اِنَّمَا کلمہ حصر سے فرمایا' ۱۲ منہ

۳۱۴ اسکی دو صورتیں ہیں' ایک وہ جو صاحب تفسیر حقانی نے لکھی ہے' کہ یہودی یہودیت کیلئے' اور نصرانی نصرانیت کیلئے کہتے ہیں

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

یہ اُن کی بنائی ہوئی باتیں ہیں (اُن کو) کہئیے لاؤ دلیل اپنی اگر تم

صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

سچے ہو ۱۱۲ (ایسا نہیں) بلکہ جس نے مطیع کر دیا اپنا چہرہ واسطے اللہ تعالیٰ کے اور وہ

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یہ اُنکی (اپنی) بنائی ہوئیں باتیں ہیں ۳۱۵ جنکی شرعًا یا عقلًا یا کشفًا کوئی دلیل نہیں، سو آپ (اے ہمارے حبیب پاک و محبوب بالاختصاص) قُلْ (اُن سے) کہیے هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ لاؤ اپنی دلیل، شرعی یا عقلی یا کشفی جو تمہارے دعوے کو روشن اور مُبرہن کر دے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ ہمارے سوا کوئی بھی جنت میں نہیں جائیگا ورنہ دعوے بلا دلیل باطل ہوتا ہے بَلٰى ایسا ہرگز نہیں، بلکہ ۳۱۶ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ جسنے تابع کر دیا اپنا چہرہ ۳۱۷ واسطے اللہ تعالیٰ کے جو معبود برحق اور مرجع کل ہے کہ اُس میں نہ تو خودی کا خیال رہے اور نہ اُسکی توجہ کسی غیر کیطرف رہے اور وہ ظاہر و باطن میں بس اُسی ایک کا ہو رہے وَهُوَ اور وہ خلوص

دیگر وجہ اس علیحدگی ... ذہن میں اسی وقت آتی ہے کہ یہود اور نصاریٰ باوجود آپس میں سخت بغض و عداوت رکھنے کے جیسا اگلی آیت میں آئیگا محض اسلام دشمنی کی وجہ سے اپنے آپکو متحد جتانے کیلئے مشترک بات کہتے ہیں اُنکی مشترک غرض اسلام سے روکنا ہے جیسا کہ آگے رکوع نمبر ۱۶ میں آئیگا وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ الآیہ یعنی یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ (اے مسلمانو!) ہوجاؤ تم یہودی یا عیسائی پھر تم ہدایت پاجاؤ گے دیگر یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ مشرکین اور یہود اور عیسائی اپنے آپ کو قدیم مذہب والے قرار دیتے ہوئے اور مسلمانوں کو نئے مذہب والے جانتے ہوئے مشترکات کہدیتے ہوں جیسا کہ سورت صٓ (رکوع ۱) میں کفار کا قول مذکور ہے مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اور تفسیر معالم و جامع البیان میں کہا کہ اسجگہ ملّۃ آخرہ سے مراد بموجب ایک قول کے نصرانیت ہے یعنی مشرکین مکہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم جو کہتے ہیں کہ معبود صرف ایک ہی ہے یہ بات نئی ہے کیونکہ آخری ملت جو نصرانیوں کی ہے وہ بھی تین معبود قرار دیتے ہیں ایک نہیں کہتے حاصل یہ کہ باوجود باہمی عداوت کے محض اسلام دشمنی کی وجہ سے ایکدوسرے کی رواداری سے ایسا کہتے ہوں جیسا کہ آجکل کھوسنہ اور ہندوؤں کا گٹھ جوڑ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہے کہ ہندو عام طور سے صنم پرست ہیں اور سکھ بُت پرست نہیں ہیں لیکن اسلام کے مقابلہ پر متفق ہوگئے ہیں اور یہی حال فلسطین میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ہے۔ فقط و اللہ اعلم ۱۲ منہ۔

۳۱۵ امام ابو بکر محمد بن عبد العزیز ... المتوفی سنہ ... نے اپنی کتاب نزہۃ القلوب میں امانی کے کئی معنے لکھے ہیں ایک یہ ہیں

مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

نیکوکار بھی ہے پس اُس کے لئے اُسکا ثواب (موجود) ہے اُسکے رب کے پاس اور اُن پر کوئی خوف نہیں ہوگا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ

اور نہ وہ غم کھائینگے ۱۱۳ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی لوگ (دین میں)

نیت سے مُحْسِنٌ نیکوکار بھی ہو ۳۱۸ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ پس اُسکے لئے اُس (کی نیکی) کا ثواب موجود ہے اُسکے خلوصِ نیت اور حُسنِ عمل کے مطابق عِنْدَ رَبِّهٖ اُسکے مالک و مولیٰ اور پروردگار خداوند تعالیٰ کے پاس جو اُسکی ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی، دنیوی و اُخروی تربیت کا واحد کفیل ہے وَ اور یہ وعدہ کسی خاص فرد یا معدود و تعداد سے مخصوص نہیں، بلکہ جو بھی نعمتِ اسلام اور اطاعت و انقیادِ ظاہری و باطنی سے بہرہ مند ہو، چاہے اُنکی تعداد کتنی ہوتی جائے سب کیلئے ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اُن پر عالمِ برزخ اور عالمِ عقبیٰ میں کسی قسم کی آفت و عذاب کا خوف نہیں ہوگا ۳۱۹ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اور نہ وہ زندگی کی گذشتہ کسروں اور کوتاہیوں کا غم کھائینگے ۱۱۳ کیونکہ ان کو ایمان و اعمالِ صالحہ کی جو انہوں نے کئے ہونگے جزا اتنی وافر ملیگی کہ ان کو یہ حسرت نہ رہیگی کہ ہائے ہمنے یہ یہ کام بھی کیوں نہ کرلیا اگر وہاں جنت میں

... بناوٹی باتیں بھی ہیں، ۱۲ منہ۔

۳۱۶ اسجگہ کلمہ بَلٰى کے متعلق تفسیر معالم میں لکھا ہے "جسطرح یہ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں بات اسطرح پر نہیں ہے بلکہ دخول جنت کا اعتبار صرف اسلام (اور انقیاد) کا ہے، جنت میں صرف وہی جائیگا جسنے مطیع کر دیا اپنے چہرے کو واسطے اللہ کے" ۱۲ منہ۔

۳۱۷ تفسیر معالم میں کہا "اسلام کا اصل فرمانبرداری اور فروتنی ہے۔ اور چہرے کو خصوصیت سے اسلئے ذکر کیا کہ جب نازیبی سجدے کی حالت میں چہرے کو (خوشدلی سے) حاضر کر دیا، تو باقی اعضاء سے بھی بخل نہیں کریگا یعنے اُنکو بھی مطیعِ فرمانِ الٰہی کریگا۔

۳۱۸ ہر نیک کام کیلئے خلوصِ نیت اور مطابقت شرع لازم ہے جیسا کہ سورت کہف کے اخیر میں فرمایا فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ یعنی جو شخص خدا کے دیدار کی امید رکھتا ہو، چاہیے کہ وہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی غیر کو شریک نہ بنائے یہ مضمون قرآن شریف اور حدیث شریف میں بکثرت وارد ہے۔ ۱۲ منہ۔

۳۱۹ خوف وہ اندیشہ ہے جو آئندہ کسی آفت یا نقصان کے پہنچنے کے متعلق ہو اور حُزْن وہ غم ہے جو گذشتہ زمانہ میں نقصان اُٹھانے یا نفع کے فوت ہوجانے کے متعلق ہو اس آیت میں سمجھا دیا کہ صحیح ایمان و اعمالِ صالحہ کے ہوتے آئندہ

النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ

(دین میں) اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی لوگ کسی شی پر نہیں ہیں

الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ

کسی شئ پر نہیں ہیں حالانکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب، اسی طرح

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ

کہا ان لوگوں نے جن کو علم نہیں ہے یعنے مشرکین مکہ نے مانند ان (اہل کتاب) کے قول کی پس اللہ

اپنی کسروں اور کوتاہیوں پر حسرت باقی رہے، تو اوّل تو بہشت کی خوشی غم سے مخلوط ہو جائے، دیگر یہ کہ خدا کی عنایتوں پر نظر نہ رہے اور اپنی کسروں ہی کا حساب کرتا رہے، اور تفسیر معالم وغیرہ میں سورت تغابن کی تفسیر میں زیر آیت ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ جو لکھا ہے کہ مومن کو اپنے قصوروں اور کسروں کا نقصان نظر آئیگا، تو وہ جنت میں جانے سے پہلے میدان عرصات میں حساب کتاب کیوقت ہوگا، حساب کتاب کے فیصلے اور جنت میں داخل ہونیکے بعد نہیں ہوگا۔ ؏ اور یہ یہود و نصارٰی اگرچہ اسلام کی عداوت میں متفق نظر آتے ہیں لیکن آپس میں انکی سخت مخالفت ہے، چنانچہ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی لوگ دین میں کسی شئ پر نہیں ہیں، ؏ اور انکے مقابلہ میں قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی لوگ دین میں کسی شی پر نہیں ہیں، ؏ اور حال یہ ہے کہ هُمْ وہ سب یہود و نصارٰی بالاتفاق يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ پڑھتے ہیں ایک ہی کتاب توریت جس پر ان سب کا اعتقاد ہے کہ وہ منزل من اللہ ہے، پس جب ایک ہی کتاب کے ماننے والے آپس میں ایک دوسرے کو کافر و بیدین قرار دیتے ہیں، تو انکا یہ قول کہ یہود و نصارٰی کے سوا کوئی شخص جنت میں نہیں جائیگا کسطرح درست رہا، اور مسلمان جو ظاہر و باطن میں خدا کے فرمان کے مطیع ہیں، اور خدا تعالٰی کی سب کتابوں اور اسکے سب پیغمبروں کو مانتے ہیں وہ جنت سے

کا کوئی خوف ہوگا اور نہ گذشتہ کا کوئی غم، لیکن یہود و نصارٰی جو جنت کی وراثت کے خصوصی مدعی بنتے ہیں، سو انکا زعم باطل ہے کیونکہ انمیں دونوں باتیں مفقود ہیں، نہ صحیح ایمان ہے نہ خالص عمل ۱۲، اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کو جب دنیا میں بھیجا تھا تو یہ بھی فرما دیا تھا، کہ میری طرف سے تم کو ہدایت پہنچے گی تو جو اسکی پیروی کریگا اسکو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غم، پس اسی روز ازل کے قرار کے مطابق ؏

؏ قیامت کے دن جنت میں ہر طرح کے خوف و غم سے بیفکری ہوگی ۱۲ منہ۔

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

تعالیٰ فیصلہ کر دے گا درمیان اُن کے دن قیامت کے ہر اس امر میں جس میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ

اختلاف کرتے رہے ۱۱۳ اور کون بڑا ظالم ہے اُس سے جو روکے خدا کی مسجدوں سے

کیوں محروم رہینگے، خیر کتاب والے تو کتاب والے ہوئے گو انکی اعتقادی و عملی حالت اُس کتاب کے متعلق نہیں لیکن انکی دیکھا دیکھی كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اسیطرح وہ لوگ بھی کہتے ہیں جنکو کتاب الٰہی کا مطلقاً علم نہیں یعنے مشرکین عرب، اُنسے کم رہکر نہیں بلکہ مِثْلَ قَوْلِهِمْ مانند ان (کتاب والوں) کے قول کی، کہ ہمارے سوا دوسرے لوگ بیدین ہیں، گویا انہوں نے بت پرستی ہی کو دین خدا سمجھ رکھا ہے، کہ جو شرک نہ کرے وہ اُنکے نزدیک بیدین ہے ف۳۲ ایسے حالات میں انکا کیا حق ہے کہ جنت دوزخ کا فیصلہ کریں، فَاللّٰهُ پس اللہ احکم الحاکمین يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن اُنکے درمیان فیصلہ کردیگا، فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ہر اُس امر میں جس میں وہ دُنیا میں اختلاف کرتے رہے ؏ اگرچہ خدا تعالٰے نے دلائل کے رُو سے اس دارِ دنیا میں بھی کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیا ہے، لیکن مشرکین نے تو سرے سے کسی کتاب الٰہی کو مانا ہی نہیں، اور یہود انجیل کو اور صاحب انجیل حضرت عیسٰے علیہ السلام کو نہ مانا اور عیسائیوں نے قرآن کو اور صاحب قرآن پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو نہ مانا اور یہود و نصارٰی ہر دو نے اگرچہ توریت کو مانا تو سہی، لیکن پھر بھی وہ ایک دوسرے کو کافر و بیدین کہتے ہیں، جب اسکے مطابق اپنے اختلافات کا فیصلہ نہ کیا تو تینوں فریقوں نے کتاب الٰہی کے دلائل کو نظر انداز کر دیا، گویا اسکے فیصلے کو منظور نہ کیا پس خدائے تعالٰے قیامت کے دن جزا سزا کی صورت میں قطعی فیصلہ کردیگا، جو یہ ہوگا کہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ یعنی تحقیق نیکوکار جنت کی نعمتوں میں ہونگے اور بدکردار دوزخ میں جائینگے، اور ان تینوں گروہوں یعنی یہود و نصارٰی اور مشرکین کی نجات کسطرح ہوسکتی ہے کہ یہ سب دوسرے لوگوں کو خدا کی مسجدوں میں ذکر خدا سے روکتے ہیں، وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اور کون بڑا ظالم ہے اُس سے جو روکے خدا کی مسجدوں سے اُنکی

ف۳۲ مکہ شریف کے مشرک، آنحضرت صلعم کے صحابوں کو صابی یعنے بیدین کہتے تھے۔ (کتب سیرت و تفسیر) ۱۲ منہ۔

اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا

کہ ذکر کیا جائے اُن میں نام اُس کا اور کوشش کرے اُن کی تخریب میں

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ۬ؕ

یہ لوگ نہیں لائق واسطے ان کے کہ داخل ہوں اُن (مسجدوں) میں مگر ڈرتے ہوئے

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

ان کے لئے دنیا میں تو خواری ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب

حفاظت و عظمت کیلئے نہیں بلکہ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ اُن میں اُس کا اسم پاک یاد کرنے سے [۳۲۱] وَ اسی پر بس نہیں بلکہ سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا کوشش کرے اُن کی تخریب میں کیونکہ مسجدیں ذکرِ خدا کے لئے بنائی جاتی ہیں جب اُن میں ذکرِ خدا کرنے سے روکا گیا تو وہ برباد و بے آباد ہو جائیں گی اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ۬ؕ ان لوگوں کو لائق نہیں کہ اُن (مسجدوں) میں داخل ہوں، مگر ڈرتے ہوئے [۳۲۲] اس وجہ سے کہ انہوں نے خدا کی مسجدوں اور اُن میں ذکرِ خدا کی عظمت کو ملحوظ نہیں رکھا تو گویا انہوں نے خدا کی عظمت کو نظر انداز کر دیا ہے جو مقامِ خوف ہے لَهُمْ اِن کے لئے اس کی پاداش میں فِي الدُّنْيَا سرِ دست اِس پہلی زندگی یعنے دُنیا میں خِزْيٌ ذلت و خواری ہے کہ انہوں نے خدا کی قابلِ عزت نشانیوں کی تحقیر کی وَلَهُمْ اور اُن کے لئے علاوہ اس کے فِي الْاٰخِرَةِ پچھلی زندگی یعنے عاقبت میں عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ بڑا عذاب ہے، کہ انہوں نے خدائے عظیم کی عظمت کو

[۳۲۱] مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو بیت اللہ شریف کی زیارت سے اور اس میں نماز پڑھنے سے روکنا قرآن شریف اور کتب حدیث و سیرت میں بکثرت مذکور ہے لیکن یہود و نصاریٰ کے روکنے کی صورت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مَسٰجِدَ اللّٰهِ بصیغہ جمع بطور عموم بیان فرمایا ہے، اور ذکرِ خدا سے بند کرنا ترکیب ہے، کوئی خاص مسجد اور خاص قوم معین نہیں فرمائی، ۱۲ منہ۔

[۳۲۲] خائفین کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ان مانعین کو چاہیئے کہ تعدّی اور تعلّی کے خیال کو چھوڑ کر مسجدوں میں خدا سے ڈرتے ہوئے داخل ہوتے تاکہ مسجد اور ذکرِ خدا کی عظمت اُنکے دلوں میں پائی جاتی جیسا کہ فرمایا وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج پ ۱۷ ع ۴) لیکن یہ لوگ ایسا نہیں کرتے دیگر یہ کہ جب اللہ تعالیٰ

عَظِيْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا

ہے [۱۱۵] اور (اے مسلمانو!) خدا ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی، پس تم جہاں پر بھی

تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۱۶

(کعبہ کی طرف) منہ کرلو پس اُسی طرف خدا کا قبلہ ہے، بیشک اللہ تو فراخی والا علم والا ہے [۱۱۶]

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا

اور کہتے ہیں پکڑی اللہ تو نے اولاد، پاکیزگی ہے اُس کو (اس سے) بلکہ اسی کی ملک ہے

ملحوظ نہ رکھا، جو بہت بڑا گناہ ہے، وَ اور اے مسلمانو! اگر یہ سب کفار (اہل کتاب اور مشرکین) تم کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں، یا روکیں، تو تم پرواہ نہ کرو کیونکہ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ ساری زمین اور اُس کا مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے، فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا پس تم جہاں کہیں بھی ہو کر کعبہ کی طرف منہ کر لو گے فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ پس اُسی طرف خدا کا مقرر کردہ قبلہ ہے، [۳۲۳] اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ بیشک اللہ تعالےٰ بہت وسعت والا ہے، کہ اپنی رحمت کی فراخی سے ساری زمین تمہارے لئے مسجد بنا دی، نیز عَلِيْمٌ ۝ علیم کل ہے یعنی تمہاری نیت اور اعمال اور تمہارے احوال اور شرعی رعایتوں کی ضرورتوں غرض سب امروں سے پورا واقف ہے، کہ اپنے علم و حکمت سے ہر حکم حسبِ مصلحت نازل کرتا ہے، وَ اور اس ظالمانہ تعصب و تنگدلی کے علاوہ اُن کے عقائد فاسد و مشرکانہ ہیں کہ قَالُوْا وہ کہتے ہیں اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ گو خدا کی حقیقی اولاد نہیں ہو سکتی لیکن اُس نے ازراہِ شفقت مخلوقات میں سے کسی نہ کسی کو بطورِ متبنّٰی فرزند بنا رکھا ہے، نصارٰی نے کہا حضرت عیسےٰ بلا باپ پیدا ہوئے، اس لئے وہ خدا کا بیٹا ہیں، اور مشرکین مکہ کہتے ہیں، کہ فرشتے نہ آگ سے پیدا ہوئے کہ وہ جنات کی جنس سے ہوں، اور نہ خاک سے کہ وہ آدمی کہلائیں، بلکہ وہ نور سے

خانہ کعبہ اور مسجد بیت المقدس کی تولیت مسلمانوں کے سپرد کریگا، تو ان مانعین کی حالت یہ ہوگی کہ وہ ان مسجدوں میں مسلمانوں سے ڈرتے ہوئے ہی داخل ہونگے (رحمانی)، پہلی صورت میں واعظانہ نصیحت ہے اور دوسری میں واقعاتی پیشگوئی ہے انجیل متی ۲۱/۴۳ اور انجیل لوقا ۱۲/۲۰ میں اور کتاب دانیال نبی ۲/۴۴ میں اور کتاب حزقیل نبی ۲۱/۲۵-۲۷ میں یہودیوں کی

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۱۱۶

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اُس کے لئے فرمانبردار ہیں ۳۲۶

پیدا ہوئے اور وہ مقربین بارگاہ الٰہی ہیں اور اُن کی پیدائش توالد و تناسل سے نہیں اس لئے وہ خدا کی بیٹیاں ہیں ۳۲۴ یہ سب باطل خیالات ہیں، سُبْحٰنَهٗ ط اُس کو یعنے خدا تعالےٰ کو نسبتِ خداوندی سے پاک جانو، کیونکہ وہ جنسیت کے سوال سے بالاتر ہے اور ہر بیٹا اپنے باپ کی جنس سے ہوتا ہے اور اُس کی مثل ہوتا ہے، اور خدائے تعالےٰ کی شان یہ ہے کہ وہ صَمَد ہے، اس لئے لَمْ يَلِدْ نہ اُس نے کسی کو جنا وَلَمْ يُوْلَدْ اور نہ وہ خود کسی سے جنا ہوا ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہ کوئی اُس کا ہمسر ہے، خدا کے ساتھ کسی کو کسی طرح بھی کی نسبت نہیں ہے، بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ بلکہ اُسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، شمس و قمر بھی اور دیگر کواکب زحل مُشتری اور شِعریٰ وغیرہا بھی جن کو مشرک لوگ مظاہر قدرت جان کر انکی عبادت کرتے ہیں، اور سُکّانِ فلک فرشتے بھی جن کو یہ مُشرک خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، اور اُن میں جا رہنے والے حضرت عیسےٰؑ بھی وَالْاَرْضِ ۭ اور اُسی کی مِلک ہے جو کچھ زمین میں ہے ۳۲۵ شجر و حجر، جانور اور انسان، فوت شدہ یا زندہ، اور انبیاء و اولیاء، جن کو خدا کا اوتار و مختار سمجھ کر پوجا جاتا ہے اور جنات و پری بھی، اور فرضی دیوی دیوتا بھی، جن سے خائف ہو کر اُن کی پرستش کی جاتی ہے، اور اُن کی نذریں اور منتیں مانی جاتی ہیں، اور اُنکے نام کی قربانیاں اور بھینٹیں چڑھائی جاتی ہیں، غرض زمین و آسمان میں جو کچھ اور جو کوئی بھی ہے، كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ سب اُسی کے مطیع و فرمانبردار ہیں، ۳۲۶ اُسی کے

سلطنت کے زوال کی پیشگوئیاں ہیں، اور حضرت داؤدؑ کی زبور ۱۰۲ ۱۸/۲۲ میں خدا کی حمد کرنیوالی قوم (صحابہؓ) کا یروشلم (بیت المقدس) کو فتح کرنا اور وہاں ملکر باجماعت عبادت (نماز ادا) کرنیکی بشارت مرقوم ہے، یہ امر حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں پورا ہو گیا، اور یروشلم کامل طور پر صحابہ رضؓ کی مقدس جماعت کے زیر نگین ہو گیا، اور وہاں سب نے ملکر باجماعت نماز ادا کی و للہ الحمد ۱۲ منہ

۳۲۳ تفسیر رحمانی اور معالم میں لکھا ہے "حضرت حسنؒ (بصری)، اور مجاہدؒ اور قتادہ اور مقاتل بن حیان نے فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کے متعلق کہا، فَثَمَّ قِبْلَةُ اللّٰهِ اور وَجْهٌ اور وِجْهَةٌ اور جِهَةٌ کے معنے میں قِبْلَةٌ، منہ

۳۲۴ یہ تینوں باتیں تفسیر معالم میں مجملاً مرقوم ہیں، ۱۲ منہ۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا

نیا پیدا کرنے والا آسمانوں کا اور زمین کا اور جب مقرر کرتا ہے کوئی کام

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۱۱۷ وَقَالَ الَّذِيْنَ

تو سوائے اسکے نہیں کہ اُسے کہتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے ۳۲۸ اور کہا اُن لوگوں نے

لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ

جن کو علم نہیں کیوں نہیں کلام کرتا خدا ہم سے (براہ راست) یا آتی ہم کو کوئی نشانی

حکم سے وہ موجود ہوئے، اور اُسی کے حکم سے وہ قائم ہیں، اور اُن میں جو جو صفات اور گُن ہیں جن کو دیکھ سُن کر یا گمان کر کے تم کو اُن میں خدائی کا وہم ہوا وہ سب کچھ خدا ہی کی بخشش ہے، ۳۲۷ پس اُنکی نسبت تمہارا معبودیت و ابنیت کا وہم سراسر باطل ہے، مسیحؑ کو بلا باپ پیدا کر دینا یا عزیرؑ کو بلا واسطہ توریت حفظ کرا دینا یا فرشتوں کو بلا توالد پیدا کر دینا تمہارے نزدیک اچنبے کی بات ہے لیکن خدا کے نزدیک کوئی عجیب بات نہیں، کیونکہ وہ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ نئے سرے سے بغیر سابق نمونہ اور مثال کے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، وَ اور موجودات کے ایجاد کرنے میں وہ کسی مادہ یا مدت یا نمونے کا محتاج نہیں، بلکہ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے ۳۲۸ خواہ وہ شئی مادی ہو یا غیر مادی، خواہ بے نمونہ ہو یا سابقاً اُسکا قدرتی نمونہ و مثال موجود ہو، غرض کسی نوعیت کی ہو، فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ تو سوائے اسکے کوئی بات نہیں کہ وہ خداوند جل شانہ اُس شئی کی صورت کو جو اُسکے علم میں مقرر ہوتی ہے، فرماتا ہے کہ موجود ہو جا فَيَكُوْنُ ۝ تو وہ

۳۲۷ حاصل استدلال کا یہ ہے کہ معبودیت اور ابنیت میں منافات ہے، ایک شخص ایک ہی دوسرے شخص سے دونوں نسبتیں نہیں کر سکتا، اگر جسکا وہ بیٹا ہو اُسکا وہ غلام و مملوک بھی ہو یا جسکا وہ غلام ہے اُسی کا بیٹا بھی ہو، پس جب سب فرشی و فلکی خدا کے مملوک و عبد ہیں، تو وہ خدا کے فرزند نہیں ہو سکتے، نہ حقیقی نہ مجازاً، اَبْنٌ اِصْبَرْ اَبِیْہ ابطالیہ کا مفاد یہی ہے کہ اسکے اطراف باہم مجتمع نہیں ہو سکتے ۱۲ اس قاعدے کی مثالیں قرآن شریف میں بکثرت ہیں ۱۲ منہ۔

۳۲۸ اسیطرح سورت روم میں فرمایا وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ مدنیؐ ع یعنی اُسی کی مِلک ہے جو

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ

اسی طرح کہا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے مانند ان کی بات کے (کیونکہ)

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

یکساں ہو گئے ہیں دل ان کے تحقیق واضح کر دیں ہمنے بہت نشانیاں واسطے ان لوگوں کے

شی پردۂ کتم و عدم سے خارج میں فوراً بلا مہلت موجود ہو جاتی ہے اور حضرت عزیر اور حضرت مسیح اور ملائکۃ اللہ علیہم السلام کی بزرگ ہستیاں اُمورِ مقضیہ میں سے[۲۲۹] ہیں کہ مالک قضا و قدر نے جب اور جس طرح پرچاہا انکو امر کُن سے پیدا کر دیا اور علم سکھا دیا پس انکو اس بنا پر معبود جاننا کہ وہ عالم امر سے ہیں سراسر جہالت ہے، وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور کہا اُن لوگوں نے جنکو الٰہیات و اسرار نبوت کا علم نہیں لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ کیوں نہیں کلام کرتا خدائے تعالےٰ ہمسے بلا واسطہ اور فرماتا کہ یہ نبی برحق ہے اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس براہ راست اس نبی کی تصدیق کیلئے کوئی نشانی كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسیطرح کہا تھا اُن کی جنس کے منکر لوگوں نے جو اُن سے پہلے تھے اُنسے کم نہیں بلکہ بالکل مِّثْلَ قَوْلِهِمْ مانند اُن کے اس قول کے جیسے کہ قوم ثمود نے اپنے وقت کے نبی صالحؑ کی نسبت کہا تھا ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا (القمر پ ۲۷ ع ۲) یعنی کیا ہم سب میں سے صرف اسی ایک شخص (صالحؑ) پر ذکر یعنی وحی الٰہی نازل کی گئی (کیا ہم میں سے کوئی دیگر اسکے لائق نہ تھا) تَشَابَهَتْ

کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسکے زیر فرمان ہیں سورۂ آل عمران میں فرمایا وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (پ ۳ ع ۹) یعنی اسکا فرمانبردار ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں کوئی خوشی سے اور کوئی ناخوشی سے اور ہر اضطراری وقت آخرکار سب اُسی کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں (یا قیامت کے دن حساب کتاب اور جزائے اعمال کیلئے) اسکی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

[۲۲۷] جیسے چنانچہ سورۂ انبیاء میں فرمایا وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (پ ۱۷ ع ۲) یعنے مشرک کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے بنائی ہے اولاد، وہ ذات اس سے پاک ہے بلکہ وہ (اسکے) عزت دیئے گئے بندے ہیں، منہ ۱۲،

[۲۲۸] قضٰی کے معنے ہم نے ارادہ کئے ہیں، بدلیل آیت اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ پ ۲۳ ع ۵) نیز آیت اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (نحل پ ۱۴ ع ۵) ۱۲ منہ۔

[۲۲۹] خاص عیسےٰؑ کی بشارت کے موقع پر فرشتے نے حضرت مریمؑ سے کہا تھا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (مریم پ ۱۶ ع ۲) ۱۲ منہ۔

يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۹﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا

جو یقین رکھتے ہیں [۱۱۹] بیشک بھیجا ہم نے آپ کو ساتھ حق کے بشیر

وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۲۰﴾

اور نذیر کرکے اور آپ کو سوال نہیں ہوگا دوزخ والوں کی بابت [۱۲۰]

قُلُوْبُهُمْ اُنکے دل آپس میں مل گئے ہیں، اسلئے انکی تمنائیں ایک جیسی ہوگئی ہیں کہ باوجود ہر طرح کے فاسد عقائد اور اعمال کے اپنے آپ کو خدا کی ہمکلامی اور ظہور معجزات کے لائق سمجھتے ہیں، قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ ہمنے تو تصدیق نبوت کیلئے ہر طرح کی قولی اور فعلی نشانیاں واضح طور پر بیان کر دی ہیں، جو اثبات دعوی کے لئے کافی و وافی اور رفع شکوک و شبہات کیلئے شافی ہیں خود قرآن شریف ایک مستقل اور پائدار معجزہ ہے اور اسکی جملہ آیات جو مشتمل بر حکیمانہ تعلیمات کے ہیں، اور خود حضرت رسول کریم صلعم کی ذات اور آپکے عملی و اخلاقی کمالات اور علاوہ بریں فعلی معجزات سب صداقتِ نبوت کے بیّن نشانات ہیں، لیکن اُن کا فائدہ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ اُن لوگوں کے لئے ہے جو دلائل کا اعتبار و یقین کرتے ہیں لیکن جنہوں نے نفسانی خواہشوں اور وہمی عقیدوں اور تنکو کاروں پر بے بنیاد بدظنیوں سے اپنی فطرت کو ملوث کر کے اپنی ذہنیت بگاڑ دی ہے، وہ اس سے محروم رہتے ہیں جیساکہ ہمارا فرمان ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۔ (بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۹) یعنی ہم قرآن میں سے اُتارتے ہیں جو شفا بھی ہے، اور رحمت بھی ہے واسطے ایمانداروں کے اور (باوجود اسکے) نہیں زیادہ کرتا ظلم پیشہ لوگوں کو مگر ٹوٹا" جسطرح کہ دوا ہر چند کہ شافی اور غذا ہر چند کہ مقوّی ہو لیکن بد پرہیز بیمار کو سوائے نقصان کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح قرآن شریف کی آیات سے اور نبوت کے بیّن دلائل سے یہ لوگ جنہوں نے حسد و بغض اور انکار حقائق کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـــًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ (یونس پ ۱۱ ع ۹) بیشک اللہ تعالےٰ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں ۱۲ منہ، پس اے ہمارے پیارے نبی! آپ انکے ماننے یا نہ ماننے کی ہرگز پرواہ نہ کریں کیونکہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ ہمنے یقیناً آپکو حق یعنے دلائل حقہ کے ساتھ رسولؐ بنا کر بھیجا ہے جو شکوک و شبہات سے زائل نہیں ہو

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى

اور ہرگز راضی نہیں ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ عیسائی حتے کہ آپ

تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى

پیروی کریں اُنکے (موجودہ) مذہب کی (ان سے) کہئے تحقیق ہدایت اللہ کی وہی ہے ہدایت۔

سکتے، اور ہمنے آپ کو منصب بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا الابشیر و نذیر عطا کر کے بھیجا ہے کہ آپ ہدایتِ قرآن کو قبول کرنے والوں کو خدا کی مغفرت اور جنت کی بشارت پہنچا دیں، اور انکار کرنے والوں کو دوزخ کا ڈر سنا دیں، سو آپ تبلیغ دین سے اپنا فرض پورا کر دیں، وَّ اور اس بشارت و نذارت کے بعد اگر کوئی جہنم کی راہ پر مُصر رہے تو پڑا رہے حقیقت یہ ہے کہ لَا تُسْـَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی بابت سوال نہیں ہوگا کہ وہ دوزخ میں کیوں گئے؟ کیونکہ بر رسولاں بلاغ باشد و بس وَّ اور باقی رہی لوگوں کی خوشی یا ناخوشی سو آپ حکمِ خدا کے سامنے اس کو بھی خاطر میں نہ لائیے کیونکہ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى ہرگز راضی نہیں ہونگے آپ سے یہ عناد کیش یہودی اور نصاریٰ راضی ہونگے، حالانکہ آپس میں ان کی سخت عداوت ہے، لیکن اسلام دشمنی میں سب متفق ہیں، اور یہ آپ سے راضی نہیں ہونگے حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ حتیٰ کہ آپ پیروی کریں اُن کی موجودہ ملت کی جس کا کچھ حصہ تو از قسم بدعات ہے جیسے رہبانیت [اسلہ] اور کچھ حصہ جو دینِ ابراہیمی میں داخل تھا، اُنہوں نے اُس کو ترک کر دیا ہے مثلاً نماز اور حج بیت اللہ اور کچھ حصہ ان میں رسوم و عادات کا ہے جو عرب کی مشرک قوموں کے اختلاط سے ان میں پیدا ہو گئی ہیں، اور وہ اسے دین جانتے ہیں اور کچھ حصہ منسوخ مسائل کا ہے کہ خدا کے علم و ارادہ میں ان کی میعاد ختم ہو چکی ہے اور اُنکی بجائے اُنکے ناسخ احکام نازل ہوئے ہیں، مثلاً یہود میں قصاص اور نصاریٰ میں معافی کا وجوب کہ اب اس عہدِ محمدی میں ہر دو کا اختیار ہے، اور بیت المقدس کا قبلہ ہونا کہ یہ کعبہ سے منسوخ ہو گیا ہے، لیکن یہ لوگ ابھی تک اُنپر قائم ہیں غرض اُن کی موجودہ ملت بہ ہیأت مجموعی ہرگز ہرگز قابلِ اتباع نہیں ہے، اِس لئے آپ اے ہمارے پیارے

اسلہ جیسا کہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے ترکِ دنیا کی اجازت چاہی تو آپنے فرمایا میں یہودیت اور نصرانیت کیساتھ نہیں بھیجا گیا الحدیث (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۶ رواہ احمد) ۱۲ منہ۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ

اور اگر آپ نے پیروی اختیار کر لی انکی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو آپکو خدا کیطرف سے آچکا ہے

مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ (کے ہاتھ) سے کوئی حمایت کرنیوالا اور نہ مددگار

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ

وہ لوگ کہ دی ہمنے اُن کو کتاب (توریت) وہ پڑھتے ہیں اُس کو حق اُسکے پڑھنے کا

نبی! قُلْ (ان سے) کہئے اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى بیشک خدا کی ہدایت جو انبیاء کے ذریعے خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے وہی اصل ہدایت ہے جو آدمؑ کو جنت سے زمین پر بھیجنے کے وقت فرمائی تھی کہ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى الآیۃ نہ وہ رسوم و عادات اور رواج و آئین، جن کو تم نے یا دیگر لوگوں نے از خود مذہب قرار دے لیا ہو وَ اور اے ہمارے پیارے نبی! آپ اپنے لئے اور اپنی اُمت کے لئے بھی سن لیجئے کہ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ قسم ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر آپ نے ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی اختیار کر لی بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس علم کے جو آپ کو خدا کی طرف سے آچکا ہے ۳۳۲ جو بطریق اجمال اور بطور مثال باقی امور میں باور کرانے کے لئے کافی ہے کہ یہ لوگ اپنی خواہشوں اور خیالوں کی پیروی کر رہے ہیں، اور ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کا محفوظ و سالم دین نہیں ہے، اور نیز یہ کہ جو اصل ہدایت ہے، وہ تو اس وقت صرف آپ ہی کے پاس ہے تو آپ سمجھ لیجئے مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ ایسے حال میں نہیں ہوگا آپ کے لئے اِن معاندوں میں سے جن کو آپ خدا کے مقابلہ میں راضی کرنا چاہینگے اللہ کی ناراضگی سے بچانے والا مِنْ وَّلِيٍّ کوئی دوست وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی نصرت کرنے والا کہ عذاب کو ٹال سکے ۳۳۳ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن لوگوں کو ہمنے

۳۳۲ مِنَ الْعِلْمِ الَّذِيْ کا بیان ہے، اور علم سے مراد وحی الٰہی ہے جس کا یہاں لوگوں کی خواہشوں سے مقابلہ ہے، ۱۲ منہ۔

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ

وہ تو صحیح ایمان رکھتے ہیں ساتھ اُسکے ۔ اور جو کوئی اس سے انکار کرے ۔ بس وہی ہیں

هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝١٢١ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ

خسارہ پانے والے ۱۲۱ اے اولاد یعقوبؑ یاد کرو میری نعمت

(قرآن سے بیشتر) کتاب (توریت) دی، وہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا کہ وہ کتاب اللہ میں تحریف کرتے ہیں، اور اُس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے، دوسرے وہ جو يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ ؕ پڑھتے ہیں اُس کو حق اُسکے پڑھنے کا ۳۳۷ کہ اُس میں مطلقاً تحریف لفظی یا معنوی یا تاویل ناجائز نہیں کرتے، بلکہ اپنی قلبی اور عملی زندگی اُسی کے مطابق بناتے ہیں أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ؕ وہی اُس پر صحیح ایمان رکھتے ہیں، اور وہ اُس کی بشارات مندرجہ کے مطابق قرآن اور پیغمبر آخر الزمان پر بھی ایمان لے آتے ہیں، وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ اور جو کوئی اِس (قرآن) سے یا توریت کی مندرجہ بشارات سے انکار کرے گا پس وہی خسارہ پانے والے ہونگے، کہ اُن کا ایمان نہ پچھلی کتاب پر صحیح رہا اور نہ وہ اس کتاب قرآن مجید پر ایمان لائے پس انکا خسارہ

۳۳۶ اس مضمون کی آیات بہت ہیں دوسرے پارے کے رکوع اوّل میں، اور سورت رعد پ ۱۳ ع ۶ میں اور سورت جاثیہ پ ۲۵ ع ۱۸ میں، سورت جاثیہ کی اس آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ شریعت میں جو کچھ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے، اُسکی پیروی واجب ہے، اور اس کے مقابلہ میں دیگر کسی چیز کی پیروی جائز نہیں، ۱۲ منہ۔

۳۳۷ حَقَّ تِلَاوَتِهِ حق تلاوت کا دو طرح پر ہے ظاہری اور باطنی، ظاہری یہ کہ حروف کی ادائیگی آواز کے حسن اور قواعد کی مطابقت اور وقوف کی معرفت اور کلمات کے وصل و فصل کی رعایت سے پڑھے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مقدمہ ترجمۂ قرآن میں مجملاً اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے آیت وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (مزمل پ ۲۹) میں مفصلاً بیان فرمایا، اور باطنی یہ کہ قرآن کی قراءت سے دل لگا کر بہ نیت ثواب کرے، اور اسکے حلال و حرام اور امر و نہی کو پہچانے اور اسکے جملہ بیانات کو حق جان کر انکے مطابق اعتقاد و عمل کی اصلاح کرے، چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ (عنکبوت پ ۲۱) نیز مومنوں کی شان میں فرمایا إِنَّ الَّذِينَ

الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى

جو کینے تم پر کی اور یہ بھی کہ میں نے تم کو بزرگی دی تھی

الْعَالَمِينَ ۝١٢٢ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن

عالمین پر ۱۲۲ اور ڈرو اُس دن سے کہ نہ کفایت کرے گی کوئی جان

ظاہر ہے يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اے قوم بنی اسرائیل! جن کو گمان ہے کہ ہمارے سوا کوئی دوسرا مستحق نبوت نہیں ۳۳۸ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ یاد کرو میری نعمت جو کینے تم پر کی یعنے تمہارے اسلاف پر کی تھی، تو اس کا اثر تم تک پہنچا پس تم بھی اُس میں شامل ہو، وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ اور یہ بھی کہ کینے تم کو بزرگی بخشی تھی عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ اُس زمانے کے تمام عالمین پر کہ کسی دیگر خاندان میں نہ اُتنے پیغمبر اور نہ اُتنے بادشاہ و سلاطین بنائے پس اِس نعمت اور بزرگی کا اقتضا یہ نہیں چاہیئے کہ تم میری آیات اور میرے پیغمبروں کے سامنے سر اُٹھاؤ کیونکہ اسکے معنے مجھسے بغاوت کرنے کے ہیں، وَ اور اس امر میں اتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا ڈرو اُس دن سے کہ اُس میں نہ کفایت کرے گی کوئی جان کسی دوسری جان سے کچھ بھی کہ اُس کی کوئی بھی ذمہ داری چھوٹی یا بڑی اپنے سر پر اُٹھالے ۳۳۹ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ اور نہ قبول کیا جائیگا اُس سے بدنی سزا کے عوض مالی فدیہ (جرمانہ) اگرچہ وہ پیش کرے ۳۳۹ وَلَا

يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ (فاطر پ ۲۲ ع)

۳۳۸ یہ خطاب رکوع نمبر ۵ و ۶ میں بھی گذر چکا ہے ہر بار مقصود جدا ہے، اور فن بلاغت میں ایسا تکرار منع نہیں ہے (نہایۃ الایجاز للامام الرازیؒ) یہاں پر بنی اسرائیل کے اس گمان کو دور کیا ہے کہ نبوت ہمارے خاندان کا حق ہے، بنی اسمٰعیل میں کیوں آئی، جیسا کہ رکوع نمبر ۱۱ میں گذر چکا ہے، نیز اس سے آگے کی آیات کی تفسیر میں خود آجائیگا ۱۲ منہ

۳۳۹ جیسا کہ سورت نجم میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں کے حوالے سے ذکر کیا أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ

[illegible]

نَفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا

کسی جان سے کچھ بھی اور نہ قبول کیا جائے گا اُس سے فدیہ (جرمانہ) اور نہ نفع دیگی

شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

اُس کو سفارش اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے ۳۲۲ اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو اُسکے

رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

پروردگار نے ساتھ چند کلموں کے تو اُس نے اُن کو پورا کر دیا (خدا نے) فرمایا تحقیق میں بنانے والا ہوں تجھکو لوگوں

تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ اور نہ نفع دیگی اُس کو کوئی سفارش، کیونکہ جب وہ خدا کی گرفت میں ہو تو اُسے کون چھوڑا وے ۳۲۲ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ؀ اور نہ وہ کسی سے مدد دیئے جائینگے وَ اور اے قوم بنی اسرائیل! تمہاری بزرگی کی ابتدا ابراہیم خلیل اللہ سے ہے، اور ان کو یہ بزرگی احکام خدا کی تعمیل سے ملی تھی، اسکے لئے وہ وقت یاد کرو اِذِ جب ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ مکلف کیا ابراہیمؑ کو اسکے رب نے جس نے اُن کی تربیت پر ہر طرح کی نعمت سے احسن صورت میں کی تھی، بِكَلِمٰتٍ ۳۲۳ ساتھ چند کلموں کے یعنے ان کو چند احکام کی ادائیگی کا حکم کیا فَاَتَمَّهُنَّ تو اس نے فوراً بلا مہلت اُن سب احکام کو پورا کر دیا، اِس فوری تعمیل اور قلبی انقیاد پر قَالَ خدائے تعالےٰ نے فرمایا اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا بیشک میں تجھ کو

۳۲۱ جیسا کہ فرمایا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (آل عمران پ ۳ ع ۱۷) یعنی ہرگز نہ قبول کیا جائیگا ان میں سے کسی ایک سے بھی سونا برابر پُر ہونے زمین کے، اگرچہ وہ فدیہ میں پیش کرے، یعنے قیامت کے دن صرف بدنی سزا ہو گی، مالی سزا نہیں ہو گی، اس روز خدا کا قانون یہی ہوگا۔ ۱۲ منہ۔

۳۲۲ جیسا کہ سورت مومنون پ ۱۸ ع ۵ میں فرمایا وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ یعنے (وہ خدا) پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دی جاتی برخلاف اُسکے، ۱۲ منہ۔

نوٹ۔ یہ آیت رکوع نمبر ۶ میں بھی گذر چکی ہے، باقی لطائف اسی جگہ دیکھئے۔

۳۲۳ وہ کلمے کونسے تھے؟ قرآن و حدیث مرفوع میں انکی تفصیل وارد نہیں ہے کیونکہ مقصود صرف یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو خدا تعالیٰ نے چند احکام فرمائے اور انہوں نے انکی تعمیل پوری طرح کی۔ اب رہا یہ کہ وہ کونسے احکام تھے، مفسرینؒ نے

اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى

کے لئے پیشوا، کہا اور میری اولاد سے بھی؟ فرمایا نہیں ملے گا میرا عہد (نبوت)

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً

ظالموں کو ۳۲۵ اور جب بنایا ہم نے اس گھر (کعبہ) کو جائے رجوع اور ثواب

اے ابراہیمؑ اپنے لئے دوستِ خاص ۳۲۴ اور دیگر لوگوں کے لئے پیشوائے عام بنانے والا ہوں، تاکہ یہ ادا تیرے پیروؤں میں بھی پیدا ہو کیونکہ اِمام کی قلبی شعاعوں کا اثر و عکس اُسکے مقتدیوں پر بھی پڑتا ہے! ابراہیمؑ نے اِس منصبِ امامت یعنے نبوت کی بابت اپنی نسل میں بھی جاری رہنے کے لئے قَالَ عرض کی مجھ کو دَ اور مِنْ ذُرِّيَّتِىْ میری نسل میں سے بھی بعض کو اِس منصبِ جلیل پر سرفراز فرمانا، خدائے تعالےٰ نے انکی اِس دُعا کو تھوڑی سی ترمیم یا کسی قدر استثنا کے ساتھ شرف قبول بخشا اور قَالَ فرمایا کہ تمہاری درخواست منظور کہ نبوت یا اختتام سلسلہ تیری نسل میں جاری رکھونگا لیکن اِس عطیہ کیلئے محلِ مناسب و غیر مناسب میں امتیاز ضروری ہے، سو اسکے مطابق لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ؀ میرا یہ عہدِ نبوت و امامتِ ہدایت ظلم پیشہ لوگوں کو نہیں ملیگا، اگرچہ وہ تیری اولاد میں سے ہوں، سو اسکے مطابق اے قوم بنی اسرائیل! تم دیکھو کہ تمہاری حالت کیسی ہے؟ لفظاً و معناً توریت کی تحریف کرتے ہوئے اور اُسکے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تم اِس منصبِ جلیل کے لائق ہو یا ظالمین میں سے ہو گئے ہو پس اگر خدا تعالےٰ نے نبوت تمہارے خاندان سے منتقل کرکے خاندانِ اسمٰعیلؑ میں سے فردِ اکمل کو دیدی ہے تو ابراہیمؑ سے جو عہد تھا،

مختلف تفصیلیں بیان کی ہیں، انہیں سے ایک یہ ہے کہ آگ میں پڑنا قبول کیا لیکن توحید نہ چھوڑی، دوسرا یہ کہ خدا کیلئے وطن چھوڑا، اور ہجرت کی، سوم یہ کہ غیبی اشارے سے بڑھاپے کی عمر کے پیدا شدہ بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (صافات پ ۲۳ ع ۳) یعنے بیشک یہ البتہ ابتلا ہے ظاہر، الغرض ایسے ایسے سخت احکام ابتلا کے تھے جو انہوں نے بخوشی پورے کئے، اسکا انعام امامت انبیاء ملا اور صبر و استقامت اور یقین واثق اور ایمان کامل سے منصب امامت و ہدایت انکی اولاد کو بھی جیسا کہ فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (الٓمٓ سجدہ پ ۲۱ ع ۱۶) ۱۲ منہ۔

۳۲۴ چنانچہ فرمایا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (نساء پ ۵ ع ۱۵) یعنے بنایا اللہ تعالےٰ نے ابراہیمؑ کو دوست خاص، ۱۲ منہ۔

لِلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ

لوگوں کے لئے اور سبب امن کا اور (حکم دیا) پکڑو مقام ابراہیمؑ سے

مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ

مصلے اور حکم بھیجا ہمنے طرف ابراہیم اور اسمٰعیل کی کہ

طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ

پاک رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع

السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

سجود کرنے والوں کے ۱۲۵ اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے میرے رب بنا اس (جگہ) کو

اُسکے خلاف تو نہیں کیا، وَ اور اس بارِ امانت کو خاندانِ اسمٰعیلؑ میں رکھنے کے وجوہات کے لئے وہ وقت بھی یاد کرو اِذْ جب جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ بنایا ہمنے اس گھر خانہ کعبہ کو تمام لوگوں کیلئے جائے رجوع کہ دنیا کے ہر قطر سے یہاں آویں اور اسکا حج کر کے ثواب حاصل کریں وَ اَمْنًاط اور سفر حج کی سہولت کیلئے جائے امن بھی بنایا وَ اور تعمیر کعبہ کی یادگار ابراہیمی کو قائم رکھنے کیلئے زائرین کو حکم دیا اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّىط بناؤ تم مقام ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ یعنے حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر خانہ کعبہ سے فارغ ہوکر جس مقام پر دوگانہ شکرانہ ادا کیا تھا تم بھی طواف خانہ کعبہ سے فارغ ہوکر اُس مقام کے کسی حصے میں دوگانہ شکرانہ ادا کرو ۳۴۴ اُسوقت یعنی تعمیر خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اُنکے بیٹوں میں سے حضرت اسحاقؑ معاون تھے یا حضرت اسمٰعیلؑ؟ پس لازم تھا کہ آثار ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو زندہ رکھنے اور مراسم حج و طواف و سعی وغیرہما کو دائمًا قائم رکھنے کیلئے اور ابراہیمؑ کی امامت تمام دُنیا میں پھیلانے کیلئے نبوت اولاد اسمٰعیلؑ میں منتقل کی جاتی وَ اور اسی

۳۴۳ چنانچہ واقعہ آتش اور ہجرت کے ذکر کے بعد فرمایا وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (عنکبوت پ۲۰ ع۱۵) یعنے مقرر کر دی ہم نے اُسکی اولاد میں نبوت اور کتاب (آسمانی) ۱۲ منہ

بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ

ایک شہر امن والا اور رزق دے اس کے اہل کو میوجات سے (لیکن صرف)

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ ہمنے ابراہیمؑ کو خطاب کر کے فرمایا وَاِسْمٰعِيْلَ اور اسمٰعیلؑ کو بھی اُس میں شامل کیا اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کہ تم دونوں باپ بیٹا میرے اس گھر کو جو تمنے میرے حکم سے خاص میری ہی عبادت کے لئے بنایا ہے، ہر قسم کی ظاہری اور باطنی خباثت سے پاک رکھو لِلطَّآئِفِيْنَ جذبۂ محبت میں میرے گھر کے گرد پروانہ وار گردش کرنے والوں کیلئے وَالْعٰكِفِيْنَ اور میری محبت کے ولولے سے گھر بار چھوڑ کر اور اہل و عیال سے جدا ہو کر میرے گھر میں ڈیرے جما لینے والوں کیلئے وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ اور میری درگاہ عالی میں عجز و تواضع اور ادب و نیاز سے کمر جھکانے والوں یعنے رکوع کرنے والوں اور اپنی عزیز پیشانی کو زمین پر رکھ دینے والوں یعنے سجدہ کرنے والوں کیلئے ۳۴۵ وَ اور وہ وقت بھی یاد کرو، اِذْ جب قَالَ اِبْرٰهٖمُ ابراہیمؑ نے ہمارے حضور میں دعا کی اور کہا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا اے میرے پروردگار جسنے مجھے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے، بنا اس مقام کو شہر امن والا کہ لوگ یہاں آباد ہوں اور وہ امن چین سے زندگی بسر کریں ۳۴۶ وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ ۳۴۷ اور رزق دے اس شہر

۳۴۴ حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ صلعم کے حج کی روایت میں ذکر کرتے ہیں ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ یعنے آپ نے طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھی (صحیح بخاری کتاب الحج باب مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الخ) ۱۲ منہ۔

۳۴۵ یہ مضمون سورت حج پ۱۷ ع۱ میں بھی ہے، وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ الخ ۱۲ منہ۔

۳۴۶ اسجگہ بَلَدًا کو نکرہ ذکر کیا اور سورت ابراہیم پ۱۳ ع۱۷ میں اَلْبَلَدَ کو معرفہ ذکر کیا، وجہ یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) کہ سورت بقرہ والی دعا اُسوقت کی ہے جب شہر مکہ آباد نہیں ہوا تھا پس ہٰذا کا مشارٌ الیہ جو معرفہ ہونا چاہئے اَلْمَقَام محذوف ہے، یعنے خداوندا! اس مقام کو شہر کی صورت میں آباد کر اور اُسمیں امن و آسائش اور روزی کی فراوانی رکھ اور سورت ابراہیمؑ والی دعا اُس وقت کی ہے، جب شہر مکہ آباد ہو چکا تھا، جیسا کہ سلسلہ کلام سے خود بخود واضح ہوتا ہے اور حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ اور اُنکی والدہ حضرت ہاجرہؑ کو یہاں آباد کرنے کے بعد اکثر اوقات مکہ شریف میں حج کرنے اور اپنے عیال کی خبر گیری کیلئے آتے رہے ہیں، جیسا کہ کتب حدیث سے ثابت ہوتا ہے ہمنے اس مسئلہ کو اپنی کتاب سیرت المصطفےٰ صلعم جلد اوّل میں بالتفصیل بیان کیا ہے، بائبل کی پہلی کتاب مسمی بہ "پیدائش" کے مصنف نے جسکا یقین

اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ

اس کو جو ایمان رکھے ان میں سے ساتھ اللہ کے اور پچھلے دن (قیامت) کے فرمایا اور جنے

کے اہل کو میوہ جات کی قسم سے، لیکن صرف اُن کو مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان رکھے اُن میں سے خدا کی توحید اُلوہیت پر اور پچھلے دن کی جزا و سزا پر کیونکہ میں اس شہر کی آبادی اور امن تیری خالص عبادت کے لئے مانگتا ہوں، اگر اس میں رہکر کوئی

ابھی تک مسیحی مفسرین بائبل میں زیر بحث ہے کہ کون تھا؟ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و ہاجرہؑ کے ذکر میں حضرت ابراہیمؑ کے مکہ شریف میں آنے بسنے اور حج کرنے اور خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے کے ذکر سے عمداً بوجہ حسد کے چشم پوشی کی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس مقام پر آثارِ ابراہیمؑ کا ذکر خصوصیت سے اسلئے کیا ہے کہ آثارِ ابراہیمؑ سب مکہ میں ہیں اور اُن سب کا وارث حاضر الوقت پیغمبر آخر الزمان ہے، اور دوسرے پارے کے رکوع اول میں جو آیت فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جو فرمایا تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی جملہ خیانتوں کے متعلق ہے جو وہ آنحضرت صلعم کی بشارت اور آثارِ ابراہیمی کے اخفا کے متعلق کرتے تھے یہودیوں نے اس اخفا کی بنا ڈالی اور نصرانیوں نے انکی کاسہ لیسی کرکے اس سے فائدہ اُٹھایا کیونکہ اولادِ اسماعیل سے حسد و بغض انکی مشترک غرض ہے، "خذ ہذا فانہ نادرٌ جید" واللہ الہادی، ۱۲ منہ

۳۴۳؎ مِنَ الثَّمَرَاتِ ابراہیمؑ کی دعا کی برکت ہے کہ غیر ذی زرع وادی مکہ شریف میں ہر قسم کا میوہ بکثرت ملتا ہے جو بحکم يُجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (قصص پ ۲۰ ع ۶) خدا تعالیٰ اپنے گھر کے زائرین و آباد کنندگان کیلئے بطورِ مہمانی بھیجتا رہتا ہے، سچ ہے سُکّانُ الحرم ضیوف اللہ ۱۲ منہ

۳۴۴؎ جیسا کہ فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ (البقرہ پ ۱ ع ۳) نیز عنکبوت پ ۲۰ ذکر ابراہیمؑ ۱۲ منہ۔

۳۴۸؎ صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیمؑ دیواریں بناتے تھے اور اسماعیلؑ پتھر وغیرہ اسباب پکڑاتے تھے، یعنی باپ معماری کا کام اور سعادت مند بیٹا مزدوروں کا کام انجام دیتا تھا ۱۲ سبحان اللہ۔

۳۴۹؎ مفسرین رحمہم اللہ نے اس موقع پر کہا ہے کہ مراد اس سے دوام اور ثبات ہے کیونکہ فرمانبردار تو وہ آگے بھی تھے جیسا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر اور نماز اور حج کے ادا کرنے سے ظاہر ہے، (ابن کثیرؒ) ۱۲ منہ۔

۳۵۰؎ اُمَّةً مُّسْلِمَةً اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے ذکر میں سورہ زخرف پ ۲۵ ع ۹ میں فرمایا وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ الآیہ، یعنے خدا تعالیٰ نے کلمہ توحید کو اولادِ ابراہیمؑ میں باقی رہنے والا کلمہ بنایا، چنانچہ مسندِ امام احمدؒ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد زمانہ (عمرو) تک سب لوگ اسلام پر تھے، شیطان لوگوں کو کچھ کی کچھ باتیں

كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ

کفر کیا سو میں اس کو فائدہ دوں گا تھوڑا پھر بے قرار کروں گا اسکو عذاب دوزخ کی طرف

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ

اور وہ بہت بُری جگہ ہے پھر جانے کی ۳۴۷؎ اور جب اٹھاتا تھا ابراہیمؑ بنیادیں اس گھر

مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ

(خانہ کعبہ) کی اور اسمٰعیلؑ بھی (تو وہ کہتے تھے) اے ہمارے رب قبول فرما ہم سے تحقیق

شرک کرے اور اسکے امن میں خلل ڈالے تو یہ کام اس شہر کی آبادی کے اغراض کے منافی ہونگے پس وہ مشرک اور مفسد اسکی مخصوص روزی کے حقدار نہیں ہیں، اگرچہ تیری الوہیت اور رازقیت سب کے لئے عام ہے اسپر قَالَ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہاں میں اپنے پرستاروں کو بھی ضرور دونگا وَ مَنْ كَفَرَ اور اسکو بھی جو کفر کرے کیونکہ روزی کا سلسلہ عبادت کے صلہ میں نہیں ہے، بلکہ عبادت کا حق واجب کرنے کیلئے ہے، ۳۴۶؎ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا تو میں اپنی ربوبیت کے تقاضے سے اُس کافر کو بطورِ عارضی تمتع کے تھوڑا زمانہ یعنے اس دنیوی زندگی تک فائدہ دیتا رہونگا جیسا کہ انکے باپ آدمؑ کو زمین پر بھیجنے کے وقت فرمایا تھا وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (البقرہ پ ۱ ع ۴)، ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ پھر اس زندگی کے اختتام پر جو دار العمل کی زندگی ہے میں اُس کافر کو عالم برزخ میں بھی اور عالم عقبیٰ میں بھی جو دار الجزا ہے، بے قرار و لاچار کرکے عذاب دوزخ کی طرف بھیجدونگا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور وہ بہت بُری جگہ ہے پھر جانے کی کیونکہ وہاں کفر کی سزا دائمی ہے جسطرح کہ جنت میں ایمان و اعمال صالحہ کی جزا دائمی ہے وَ اور وہ وقت بھی یاد کرو اِذْ جب يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ اُٹھاتے تھے دونوں ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اس گھر کی بنیادیں ۳۴۸؎ اور کمال رجوع سے دعا مانگتے تھے، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے پروردگار! اپنی خاص عنایت سے ہم سے یہ عمل قبول فرما اِنَّكَ اَنْتَ

بنا کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتا تھا، حتیٰ کہ تلبیہ میں کلمہ شرک اِلَّا شَرِيْكًا لَّكَ داخل کردیا ۱۲ (بلوغ الامانی شرح مسند احمدؒ جلد ۱۱۔ صفحہ ۱۸۲) ۱۲ منہ۔

أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

تو سننے والا جاننے والا ہے ۱۲۸ اے رب ہمارے اور کئے رکھ ہم دونوں

مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً

کو مطیع واسطے اپنے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ مطیع

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ بیشک تو ہی ہے جو دعاؤں اور التجاؤں کا سننے والا اور نیتوں اور مقاصد کا جاننے والا ہے، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اے ہمارے پروردگار اور ہماری دوسری دعا یہ ہے، کہ جس طرح تو نے ہم کو اس خدمت تعمیر کعبہ پر لگایا ہے اسی طرح آئندہ بھی ہم دونوں کو اپنا مطیع فرمان بنائے رکھنا کہ ۳۴۹ خالصاً تیری ہی عبادت کرتے رہیں، قبلہ کی طرف منہ کرنا تو تیری طرف توجہ کرنے اور متبعین ملت میں یک جہتی پیدا کرنے کا ظاہری نشان ہے، وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ اور ہماری نسل میں سے بھی ایک خاص جماعت خاص اپنی فرمانبردار اور عبادت گذار ہر زمانہ میں قائم رکھنا ۳۵۰ تاکہ تیری توحید کا نقارہ بجتا رہے، اور تیری عبادت کا سلسلہ قائم رہے، اور یہ

۳۵۰ ان ہر دو آیات کے ذیل میں جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد میں ہر زمانہ میں اہل توحید موجود رہے، اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں (۱) امام رازیؒ نے امام قفالؒ سے زیر آیت وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ نقل کیا کہ دونوں (حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ) کی اولاد میں ہمیشہ ایسے شخص موجود رہے جو خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے، اور اس کے ساتھ کسی شی کو بھی شریک نہیں گردانتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہمیشہ پیغمبر ہوتے رہے، اور زمانہ جاہلیت میں زیدؓ بن عمرو بن فضیل (موحد تھا) اور قسؓ بن ساعدہ (آبادی) اور عبدؓ المطلب بن ہاشم آنحضرت صلعم کے جد امجد بھی کہے جاتے ہیں، اور عامرؓ بن الظرب یہ سب دین اسلام پر تھے، دنیا کی پیدائش اور قیامت اور جزا سزا کا اقرار کرتے تھے، اور خدا کو موحد جانتے تھے، اور مردار نہیں کھاتے تھے، اور نہ بتوں کی پرستش کرتے تھے (تفسیر کبیر جلد اول ص۔۔۔) (۲) اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی اس آیت کے ذیل میں ایک یہ قول بھی لکھا ہے، "کہ اُن میں سے ہر زمانہ میں جستہ جستہ با ایمان مردمان گزرے ہیں، مثل زیدؓ بن عمرو بن فضیل اور عبد المطلبؓ حقیقی جد آنحضرت صلعم کی ۳ (۳) حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں آنحضرت

لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ

واسطے اپنے اور دکھا ہم کو طریقے عبادت ہماری کے اور رجوع کر ہم پر بیشک تو ہے رجوع

التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۹﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ

کرنے والا مہربان ہے ۱۲۹ اے ہمارے رب اور پیدا کرنا ان میں

گھر زائرین و عابدین کے لئے مرجع و ماویٰ بنا رہے، جیسا کہ تو نے ہم کو حکم کیا ہے، أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ الخ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور نہ چھوڑ ہم کو ہماری رائے اور قیاس پر بلکہ بتلا ہم کو اپنی وحی سے جو یقین میں بمنزلہ آنکھ سے دکھانے کے ہے ہمارے لئے آداب و طریقے حج وغیرہ عبادات کے۔ کہ ہم اس طریق پر بجالا کر تیری رضا حاصل کر سکیں جو اصل مقصود ہے وَتُبْ عَلَيْنَا اور اس تعلیم میں تخفیف و سہولت رکھنا کہ ہم آسانی سے بجالا سکیں، اور اگر ہم سے کسی طرح کا قصور ہو جائے تو ہم پر رجوع و رحمت کی نظر کرنا اور ہم کو توبہ و استغفار کی توفیق بخشنا اور معاف کر دینا۔ اگرچہ اس میں ہمارا کوئی استحقاق نہیں ہے لیکن یہ بھی ہمارا ایمان ہے، کہ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ بیشک تو کثرت سے توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان ہے اور تیری یہ ذاتی صفت اپنے ظہور کا موقع و محل چاہتی ہے اور وہ محل کمزور انسانوں کے قصور ہی تو ہیں ۳۵۱ سو تو نے اپنی مہربانی سے ہم کو اس سے محروم نہ رکھنا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ اے ہمارے پروردگار ہماری ایک اور درخواست بھی ہے جو سب امور مذکورہ کی غایت الغایات اور اُن کے ڈھانچے کی روح و روان اور اُن میں بمنزلہ عین الانسان اور انسان العین کے

صلعم کے جد امجد کو حافظ ابن سکنؒ کے حوالے سے فہرست صحابہؓ میں شمار کیا ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کے بچپن میں بموجب دعائے حضرت ابراہیمؑ کے علامات سے آپکی نبوت کو جان چکا تھا ۱۲ منہ۔

۳۵۱ حدیث میں ہے لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا الخ یعنی اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا تعالیٰ تمکو لیجاتا اور دیگر لوگوں کو لاتا جو گناہ کرتے اور استغفار کرتے تو خدا تعالیٰ انکو بخشدیتا (رواہ مسلم دمشکوٰۃ ص۱۱۵ باب الاستغفار) ۱۲ منہ۔

۳۵۲ حدیث میں ہے أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ الحدیث یعنے میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعاؤں اور عیسٰیؑ کی بشارت ہوں،

رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ

ایک رسول ان میں سے جو پڑھے اُنپر تیری آیات اور تعلیم کرے اُن کو

الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ

کتاب اور حکمت اور اُن کو پاک کرے بیشک تو زبردست (اور)

ہے اور اُس کے سوا یہ گھر جسد بلا رُوح اور قفس بلا طائر خوش نوا رہے گا۔ کہ اپنی رحمت سے ان اُمّی لوگوں میں اِنہی میں سے نہ باہر سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث کرنا[۲۵۲] جس کے اخلاق کی پاکیزگی اور مزاج کی سنجیدگی کے قائل اور اُس کے صدق و امانت کے معترف اور اُس کے حسب و نسب کی بلندی کو پہچانتے ہوں وہ رسول یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ پڑھے اُن پر بطورِ تبلیغ تیری آیات جو دلالت کریں تیری وحدانیت پر اور اُس رسُول کی صداقت پر اور اُس گھر کی عظمت پر وَ اور جو لوگ ایمان لے آویں یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ اُن کو سکھاوے وہ رسُول وہ جامع کتاب جو تو اُس پر نازل کرے تاکہ اُن کو ظواہر شریعت کے احکام کا علم ہو جائے وَ اور نیز سکھاوے اُن کو الۡحِکۡمَۃَ حسبِ ضرورت اپنے عمل سے یا ارشادِ ربانی سے اُس کتاب کے باطنی اسرار و رموز اور علمی و عملی دقائق و فہوم جو شتمل و مبنی ہوں حکمت و دانائی کے طریق عمل پر وَ اور علاوہ اس کے یُزَکِّیۡہِمۡ پاک کرے اُن کو ظاہرًا و باطنًا فاسد اعتقادوں اور قبیح افعال اور ردی اخلاق اور بُری نیت اور کوتاہ ذہنیت کی نجاستوں سے تاکہ وہ ہر طرح سے تیرے پسندیدہ بندے بن جائیں اور تیری پاک جنت کی سکونت کے لائق ہو جائیں اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ بیشک تو اپنے ارادے کے پُورا کرنے پر غالب

اور اپنی والدہ ماجدہؓ کا رؤیا (نظارہ) ہوں جو اُس نے دیکھا جب اُس نے مجھے جنا کہ اسکے لئے ایک نور ظاہر ہوا جس سے اسکے لئے (ملک) شام کے محلات روشن ہو گئے۔ رواہ فی شرح السنۃ واحمد (مشکوٰۃ ۵۱۳) ۱۲ منہ بعض علماء نے اس واقعہ کو خواب میں دیکھنا قرار دیا ہے، اور بعض نے کہا کہ عیاناً تھا کہ آنحضرتؐ کی ولادت شریف پر قدرۃً ایک نور ظاہر ہوا جس سے آپکی والدہ ماجدہؓ نے دیکھا جو دیکھا اور رؤیا کا لفظ لغت میں رؤیت چشم پر بھی آتا ہے، اسعاجز خاکپائے نبوی کہتا ہے کہ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ خواب میں نور کے دیکھنے کو وقت تولد کی خصوصیت کی ضرورت نہیں سوا سوالی روایت سیرت ابن ہشامؒ

الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾ وَ مَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّۃِ اِبۡرٰہٖمَ

حکمت والا ہے ۱۲۹ اور کون ؟ پھر سکتا ہے ملت ابراہیمؑ سے

اِلَّا مَنۡ سَفِہَ نَفۡسَہٗ ؕ وَ لَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰہُ

سوائے اُس کے جو جاہل رہا اپنے آپ سے اور قسم ہے کہ ہم نے اُس کو دُنیا میں بھی

و قادر ہے اور اُس کے ظہور کے وقت اور اُس جوہر فرد کی تخصیص و تعیین کو خوب جانتا ہے کیونکہ تو الۡحَکِیۡمُ حکیم مطلق بھی ہے[۲۵۳] وَ اور ان حقائق کی روشنی میں مَنۡ یَّرۡغَبُ کون پھر سکتا ہے[۲۵۴] ؟ عَنۡ مِّلَّۃِ اِبۡرٰہٖمَ ملت ابراہیمؑ سے جس کی بنیاد توحید پر ہے اِلَّا مَنۡ سَفِہَ نَفۡسَہٗ سوائے اُس کے جو جاہل رہا اپنے نفس کی معرفت سے[۲۵۵] اور اس نبی اُمّی مصداقِ دعائے خلیلؑ کی اتباع سے پھر نا عین ملت ابراہیمی کے احیاء کے لئے ہے[۲۵۶]۔ وَ لَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰہُ فِی الدُّنۡیَا اور قسم ہے کہ

یں ہے، وہ دیگر ہے، اور یہ دوسری روایت اس میں مذکور نہیں ہے ۱۲ شیخ عبدالحق صاحبؒ نے بھی سمعات میں اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، واللہ اعلم، ۱۲ منہ۔

[۲۵۳] پس اے قوم بنی اسرائیل ان حقائق کی روشنی میں تمہارے لئے کافی بصیرت ہے کہ اس گھر کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیمؑ کیساتھ آنکے بابرکت فرزند ارجمند اسمٰعیلؑ نے اس شہر مکہ میں اسکے رہنے والوں میں سے جس رسول کے مبعوث ہونے کی دُعا کی تھی وہ سوائے اس نبی اُمّی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کَمَا ذَکَرَ کے کون ہوا ہے ؟ اور یہ بھی کہ امت ابراہیمی اور اسماعیلی امانت کے حقدار اور وارث اور ان مناسک کے قائم و جاری رکھنے والے جو خدا تعالیٰ نے انکو اس گھر کے حج کے متعلق تعلیم کئے تھے اور حکم طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ کے بجا لانے والے، اور انکی یادگار قربانی کے ادا کرنیوالے اور دنیا میں حضرت ابراہیمؑ کی امامت و پیشوائی کی علم برداری اور منادی کرنیوالے تم ہو یا یہ نبی اُمّی جو نسل اسمٰعیلؑ سے ہے اور شہر مکہ کا رہنے والا ہے جہاں پر یہ گھر موجود اور تمہاری نظروں کے سامنے کھڑا ہے، پس مالک قضاء و قدر کے نزدیک زمانہ کا یہ دور وہ ہے جس میں ملت ابراہیمی کا اتباع ہوگا اور اسکا سارا نظام اسی نبی اُمّی (صلوات اللہ علیہ وسلامہ وعلی آلہٖ) سے منضبط و مربوط ہے چنانچہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع میں جو خطبہ سنایا اس میں یہ الفاظ بھی تھے اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسۡتَدَارَ کَـ ہَیۡئَتِہٖ یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (بخاری) یعنی زمانہ ہر طرح کی تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی سے پاک ہو کر اپنی اصلی حالت پر جب خدا نے زمین آسمان کو پیدا کیا تھا آ گیا ہے اور اسلئے ملت ابراہیمؑ کے احیا کے متعلق خدا تعالیٰ نے سورت جمعہ ۲۸ میں اور سورت آل عمران ۴ ع ۱۷ میں بطور اظہار واقعہ اور امتنان فرمایا کہ خدا نے اپنے فضل خصوصی سے وہ اُمّی

فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۱۳۰)

برگزیدہ کیا تھا اور بیشک وہ آخرت میں البتہ صالحین سے ہے ۱۳۰

ہم نے اس کو کمالات ظاہری و باطنی عمومی و خصوصی عطا کر کے دُنیا[۳۵۴] میں بھی مصطفٰی کیا تھا۔ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اور بیشک وہ آخرت[۳۵۵] میں البتہ صالحین

رسول جو امی قوم سے ہے، اور سکار ہنے والا ہے، اور ان صفات کا حامل ہے جو ابراہیمؑ نے اپنی دعا میں کہی تھیں مبعوث کر دیا ہے اور یہ اس کا بڑا بھاری احسان ہے۔ ۱۲ منہ۔

۳۵۴ مَنْ بظاہر میں استفہام ہے اور معنے میں توبیخ ہے یعنی ملتِ ابراہیمی سے بے رغبت نہیں ہونا چاہئے معالم۔ رَغِبَ يَرْغَبُ کا صلہ جب لفظ فِی آوے تو اسکے معنی رغبت کرنا اور جب عَنْ ہو تو بے رغبت ہونا ہوتے ہیں (معالم) ۱۲ منہ۔

۳۵۵ سَفِهَ کے معنی اور نَفْسَهٗ کے اعراب کے متعلق تفسیر معالم میں خاصی بحث ہے، امام ابن کیسانؒ اور امام زجاجؒ کا قول ہے کہ سَفِهَ کے معنی ہیں جَهِلَ اور سفاہت کے معنے ہیں جہالت، اخلاصہ بحث کا یہ ہے کہ جو شخص ملتِ ابراہیمی سے بے رغبت ہوا اُس نے اپنے آپکو نہ پہچانا کیونکہ ملتِ ابراہیمی کی بنیاد توحید الٰہی پر ہے اور خدا پرست انسان سمجھتا ہے کہ میرا خالق و مالک اور میرا رازق و پروردگار صرف خدائے واحد ہے پس مجھے خالصتاً اُسی کی عبادت کرنی چاہئے اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنے جس نے اپنے آپکو پہچانا اُسنے بالتحقیق اپنے ربکو پہچان لیا لیکن جو شخص غیر اللہ کی پرستش کرتا ہے، وہ اپنے نفس کی معرفت سے جاہل ہے، وہ نہیں سمجھتا کہ جب میرا خالق و پروردگار صرف خدائے عزوجل ہے، تو میں غیر اللہ کی عبادت کیوں کروں؟ پس اُسنے اپنی پیدائش کو نہیں پہچانا اسیطرح دوسرے موقع پر منکر قیامت انسان کی نسبت فرمایا أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ○ (مریم پ ۱۶ ع ۵) یعنی کیا یہ منکر انکار کرتا ہے اور اُسے یاد نہیں آتا کہ ہمنے اسکو اس سے پہلے پیدا کیا تھا اور کچھ بھی نہ تھا نیز فرمایا وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ (یٰسٓ پ ۲۳ ع ۵) یعنی اور اس منکر قیامت انسان نے بیان کی ہمارے لئے مثال اور بھول گیا اپنی پیدائش کو (کہ کس چیز سے اور کسطرح ہوئی)۔ ۱۲ منہ۔

۳۵۶ ملتِ ابراہیمی کے تقلید کی بابت اسی رکوع میں آئیگا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا یعنے ہم نہ یہودی بنینگے نہ عیسائی ہم تو پیروی کرتے ہیں ملتِ ابراہیمؑ کی جو حنیف تھا، نیز فرمایا إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا الآیۃ (آل عمران پ ۳ ع ۱۵) یعنے حضرت ابراہیمؑ کیساتھ سب سے زیادہ قرب کی نسبت رکھنے والے وہ لوگ تھے جو اُنکے پیرو ہوئے (اُنکے وقت میں) اور اب (اس زمانہ میں) یہ نبیؐ (اُمّی) ہے اور وہ لوگ جو اس نبی اُمّی پر ایمان لے آئے ہیں، نیز فرمایا ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (نحل پ ۱۴ ع اخیر) یعنے پھر دیکھا اس دورِ اخیر میں ہمنے اسے اکمل الرسلؐ آپکی طرف وحی کی کہ آپ پیروی کریں ملتِ ابراہیمؑ کی یکرخ ہوکر نیز فرمایا مِلَّةَ أَبِيكُمْ

إِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ

جب کہا اُس کو اُس کے پروردگار نے مطیع ہو، کہا مطیع ہوا میں واسطے

سے ہے[۳۵۹] کہ وہ مرتبہ ولایت خاصہ کا ہے جو مرتبہ رسالت و نبوت سے فائق تر ہے[۳۶۰]۔ اور اس برگزیدگی کا ظہور اُس وقت ہوا إِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ جب اُس کو اُس کے پروردگار نے فرمایا جس نے اُس کی تربیت ہر طرح سے احسن صورت میں کی تھی أَسْلِمْ میرے حکم کے سامنے گردن رکھدے ابراہیمؑ نے فوراً بلا مہلت قَالَ عرض کیا أَسْلَمْتُ لِرَبِّ

إِبْرَاهِيمَ (آل عمران پ ۳ ع اخیر) یعنے اے یہود یو اور عیسائیو اور عرب کے مشرکو! (لازم پکڑو اپنے مشترکہ) باپ ابراہیمؑ کی ملت کو اسیطرح خود آنحضرت صلعم نے اپنے مشن کے متعلق فرمایا "میں یہودیت اور نصرانیت کیساتھ مبعوث نہیں ہوا لیکن ملتِ حنیفی کیساتھ مبعوث ہوا ہوں جو بہت سہل ہے" الحدیث (رواہ احمدؒ مشکوٰۃ شریف ۳۲۶) ۱۲ منہ۔

۳۵۷ مناقب ابراہیمؑ دُنیا میں:۔ رسالت و نبوت عطا کر کے ولایتِ خاصہ و امامتِ عامہ عطا کی، آپکی اولاد میں کثرت سے انبیاءؑ پیدا کر کے آپکو جدِّ انبیاءؑ بنایا اور مقامِ خُلّت عطا کیا، مناسکِ حج تعلیم کئے اور اُنکے اسرار سمجھائے آپکی بنائی ہوئی مسجد یعنے خانہ کعبہ کو اپنی طرف مضاف کر کے بیتی اور بیت اللہ کے نام سے مشرف کیا اور اسکی زیارت اور طواف کا حکم کیا جو والہانہ جذبات محبت کے اظہار کی عملی صورت اور وصالِ حق کا نمونہ ہے، اور اُسے تمام لوگوں کیلئے سفر و حضر میں قبلہ بنایا تاکہ جو وہاں تک نہ پہنچ سکے اور آنکھ سے نہ دیکھ سکے وہ صدقِ نیت سے دست بستہ کھڑا ہو کر اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، اور دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی کوئی مسجد خدا کی عبادت کیلئے بنے اُسکا رخ اُسی مسجد کعبہ کی طرف ہو[ع] اور اسکے حرم محترم میں داخل ہونے والے کیلئے اس مسجد کو جائے امن و امان بنایا اور باوجود اسکے کہ وہ وادِي غيرِ ذِي زَرْعٍ میں ہے، ابراہیمؑ کی دعا کو شرف قبولیت بخش کر اُسکے آباد کاروں اور مہمانوں (زیارت کرنے والوں) کو اپنا مہمان جانا کہ وہ میرے گھر میں آتے ہیں، انکے لئے قدرتی اسباب سے رزق رسانی کا سلسلہ قائم کر دیا کہ غیر موسم اور متضاد موسموں کے پھل اور سبزیاں ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور اُنہی کی دعا سے دنیا جہان کے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسی کشش پیدا کر دی کہ لوگ دُور دُور سے سفر کی صعوبتیں اٹھا اٹھا کر اور اہل و عیال سے جدا ہو کر اور جمع کردہ مال و دولت اور جائیداد و ملک و املاک سے دل توڑ کر اور سال کثیر صرف کر کے اس مسجد کو آتے ہیں،

ع؎ پس کعبہ جسمانی منہ کا قبلہ ہے، لیکن دل اور باطن کی توجہ کا قبلہ ذاتِ حق سبحانہ ہے اسی لئے تکبیر تحریمہ کے بعد کعبہ کا تصور نمازی کے دل و دماغ سے اتر جاتا ہے، اور ثنا یعنے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ کے تنزیہی و تحمیدی کلمات یا دُعا یعنے

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَوَصّٰی بِہَآ اِبْرٰھٖمُ بَنِیْہِ وَ

رب العٰلمین کے ۱۳۲ اور وصیت کی اسی کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور

الْعٰلَمِیْنَ ۔ میں نے گردن رکھدی اللہ رب العٰلمین کے سامنے ۳۶۲ کیونکہ وہ پیدا کیا تمام علوی اور سفلی عالمین کا مالک و پروردگار ہے' اور سب خواہ مخواہ ہے اُس کے مطیع اور زیر فرمان ہیں ۳۶۳ وَ اور اس ملّت کی پیروی کا تقیدا اتنا ضروری سمجھا گیا کہ وَوَصّٰی بِہَآ اِبْرٰھٖمُ بَنِیْہِ وصیت و تاکید کی ابراہیمؑ نے اسی ملت پر قائم رہنے اور اسی پر مرنے کی اپنے صلبی بیٹوں کو ۳۶۳ وَ اور اسی وصیت پر کاربند ہوتے ہوئے اُن کے

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ الخ کی التجاؤں یا آیت اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ الخ کی خلوصِ قلبی سے تعمیل اور الحمد شریف کی قرأت سے دِل کلیۃً خدا کی طرف لگجاتا ہے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ الخ سے نمازی کے تصور میں مرتسم ہوجاتا ہے کہ میں دست بستہ ہوکر خدا کے حضور میں کھڑا ہوں اور اسکے سامنے اپنی عرضیں پیش کر رہا ہوں ۱۲ منہ ۔

۳۵۷ شاہ عبدالقادر صاحب سورتِ ابراہیم پ ۱۳ ع ۱۸ کی آیت رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ الخ کے ذیل میں فائدہ لکھتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کا گھر تھا شام میں' ایک حرم سے پیدا ہوئے اسمٰعیلؑ انکو ساتھ ماں کے لاکر اس جنگل میں بٹھا کر چلے گئے' جہاں پیچھے شہر مکہ بسا' اللہ تعالیٰ نے چشمۂ زمزم نکالا' اس سبب سے وہاں بستی پڑی' اور زمین لائق نہ تھی کھیتی کے' نہ میوے کے' اُسکے نزدیک زمینِ طائف سنوار دی کہ بہتر سے بہتر میوے وہاں ہو ویں' اور شہر مکہ میں پہنچیں ۱۲ از موضح القرآن

۳۵۸ فضائلِ ابراہیمؑ آخرت میں:۔ حدیث متفق علیہ میں ہے اَوَّلُ مَنْ یُّکْسٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِبْرٰھِیْمُ الحدیث (مشکوٰۃ باب الحشر ۴۸۵) یعنی قیامت کے دن جسکو سب سے پہلے دربارِ خداوندی سے خلعت ملیگی وہ حضرت ابراہیمؑ ہونگے' ان کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (بیہقی باب جلد ص) ۱۲ منہ

۳۵۹ حضرات صوفیائے کرامؒ کے نزدیک یہ صلاحیت عام صلاحیت سے جدا ہے' یہ ولایت خاصہ کا ایک مرتبہ ہے جو مرتبہ رسالت ونبوت سے فائق ہے' (تفسیر رحمانی) ۱۲ منہ ۔

۳۶۰ علامہ شیخ محمد اقبال مرحوم (نور اللہ مرقدہٗ) کو اس عاجز سے علاوہ محبتِ برادری کے علمی محبت بھی بہت تھی' مجھے یاد نہیں پڑتا کہ سیالکوٹ میں یا لاہور میں کونسی ملاقات ہوئی جو علمی گفتگو سے خالی رہی' ہر ملاقات و مجلس میں جن جن مسائل پر گفتگو ہوئی وہ مجھے ایک ایک یاد ہے' ایکدفعہ لاہور میں حسبِ معمول پوچھنے لگے حضرت شیخ اکبر (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ولایت کا مرتبہ' رسالت و نبوت کے مرتبہ سے فائق ہے' یہ بات حیرت افزا ہے' اسکا حل کسطرح ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ اکبر (قدس سرہٗ) کا مطلب یہ ہے کہ عند اللہ

یَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ

یعقوبؑ نے بھی اے میرے بیٹو! بیشک اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے تمہارے لئے یہی دین

پوتے یَعْقُوْبُ ؕ یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو جن کے نام سے تم بنی اسرائیل کہلاتے ہو اسی کی وصیت کی تھی جس کا متفقہ مضمون یہ تھا کہ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ اے میرے بیٹو! ۳۶۴ بیشک اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے تمہارے لئے اس دین ۳۶۵ یعنے

نبی کے دو مرتبے ہوتے ہیں' مرتبۂ ولایت اور مرتبۂ نبوت' مرتبۂ ولایت بنا ہے اور مرتبۂ نبوت اُس پر مبنی ہے' نبی جبتک خدا کا ولی نہ ہو نبی نہیں ہو سکتا' یہ دونوں امر ایک ہی ذات کے متعلق ہیں' یہ مطلب نہیں کہ غیر نبی کی ولایت کسی نبی کی نبوت سے فائق ہوتی ہے' ڈاکٹر صاحب مرحوم فرمانے لگے اَیں! ہیں!! اچھا بتاؤ تو یہ توجیہ خود بنائی ہے یا کیا؟ میں نے عرض کیا میرے بنانے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت' خود حضرت شیخ اکبرؒ نے فصوص الحکم میں ایسا ہی فرمایا ہے' اور شیخ بالی افندیؒ نے بھی اسکی شرح میں اسکی تصریح فرمائی ہے' ۱۲ حضرت شیخ علی مہائمیؒ صاحبِ تفسیر رحمانی بھی تصوف میں حضرت شیخ اکبرؒ کے مسلک پر تھے اُنہوں نے بھی آیت زیرِ تفسیر میں اسی طرح فرمایا ہے ۱۲ منہ ۔

۳۶۱ ظہور کا لفظ اِذْ کی ظرفیت بنانے کے لئے لکھا گیا ہے' توضیح اسکی اسطرح ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اصطفاء خدا تعالیٰ کے علم و ارادے میں انکی پیدائش اور عطائے نبوت سے پیشتر ہوتا ہے لیکن اس تقدیری پروگرام کا ظہور منشائے الٰہی کے ماتحت واقعات کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے' پس اللہ تعالیٰ کا فرمان اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ اسی نظامِ تقدیری کو عالمِ ظہور میں لانے کیلئے ہے' اور اسی پر حضرت خلیل علیہ السلام نے اسکو اَسْلَمْتُ سے قبول کیا' اور اپنی زندگی کے واقعات سے اسکا عملی ثبوت دیا اور وہی آپکے مقامِ اصطفاء اور امامتِ عامہ کے ظہور کا وقت ہے (مستفاد از تفسیر عزیزی بتوضیح تا) ۱۲ منہ ۔

۳۶۲ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین و مذہب' طرزِ زندگی اور سیرت و عمل سب کچھ اسلام یعنی حق سبحانہٗ کے حکمِ ظاہری و تقدیری کے سامنے گردن جھکائے رکھنا تھا' اسی لئے خدا تعالیٰ نے آپکے پاک دل کو قلبِ سلیم کا اعزاز بخشا' جو فرزند پیرانہ سالی میں رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (صافات پ ۲۳ ع) کی دعا میں مانگ مانگ کر لیا تھا آپکو صرف ایک خواب کے اشارے میں اُسکے ذبح کا نظارہ دکھایا گیا تھا' مطیعِ فرمان فرزند حضرت اسمٰعیلؑ نے باوجود اُسوقت صغیر السن ہونیکے بحکم اَوَّلُ مَا سِرٌّ لِاَبِیْہِ اسکو امرِ الٰہی سے تعبیر کیا' قرآن مجید نے باپ بیٹے کے اس انقیاد اور رضا و تسلیم کا نقشہ ان الفاظ میں بتایا ہے' فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ (صافات پ ۲۳ ع) خلاصہ یہ کہ آگ میں پڑے تو خدا کی توحید پر مستقیم رہنے کی وجہ سے اسکے بعد خویش و اقارب اور وطن چھوڑ کر ہجرت کی تو خدا کیلئے (وَقَالَ اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ۔ عنکبوت پ ۲۰ ع)

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ

پس تم نے نہ مرنا مگر اس حال کہ تم مسلمان ہو ۱۳۲ کیا تم اس وقت،

شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ

حاضر تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی جس وقت اُس نے اپنے

لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ

بیٹوں سے کہا کہ کس کی عبادت کرو گے تم میرے پیچھے؟ اُنہوں نے کہا ہم عبادت کرینگے

اسلام کو ف پس تم نے زندگی بھر اسی پر قائم رہنا اور لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ نہ مرنا مگر اُس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنے دین اسلام پر عملاً واعتقاداً ایسا تقید رکھنا۔ کہ جب تم کو موت آئے تو تمہاری وہ حالت اسلام کے موافق ہو اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ کیا تم اُس وقت حاضر تھے جب یعقوبؑ کو موت کا وقت آیا۔ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ جب اُس نے اپنے بیٹوں اور اُن کی اولاد سے بصورت سوال کہا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ تم میرے مرے پیچھے کس کی عبادت کروگے؟ قَالُوْا اُنہوں نے بالاتفاق کہا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ

پھر آپ اپنے جگر گوشہ کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے اور اسکو زمین پر لٹا دیا تو یہ بھی خدا کے حکم کی تعمیل میں تھا یہ ہے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا اسلام اور یہی اسلام نبوت کے اس دورِ اخیر میں الوارث ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے وارث اور انکے آثار کو قائم رکھنے والے نبی اُمی محمد عربی (صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهٗ) کا دین و مذہب ہے جنکی اتباع کی طرف تمام اقوام یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو دعوت دیجاتی ہے، چنانچہ فرمایا قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اِلٰى قوله... وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام پ ۸) یعنی (اے ہمارے حبیب پاک! ان لوگوں سے) کہئے! بیشک مجھے میرے پروردگار نے خدا اپنے فضل وکرم سے سیدھے رستے کی ہدایت فرما دی ہے یعنے دین محکم جو دین ہے ابراہیم حنیف کا اور نہ تھا وہ مشرکوں سے (اے ہمارے پیارے نبی! انسے یہ بھی) کہئے کہ تحقیق میری نماز اور میری قربانیاں یا عباداتیں اور میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) اللہ رب العٰلمین کیلئے ہے جسکا کوئی بھی شریک نہیں، اور مجھکو بس اسی (پر قائم رہنے) کا حکم ہوا ہے، اور سب سے پہلا اس حکم کا مطیع وفرمانبردار ہوں۔" ۱۲ منہ

۳۶۳ جیسا کہ فرمایا وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا (پارہ ۳۔ ع اخیر) یعنی اُسکا مطیع وفرمانبردار ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں (کوئی) خوشی سے اور (کوئی) ناخوشی سے نیز فرمایا كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (پ ۲۱ و سورت روم پ ۲۱)۔ یعنی سب اُسی کے فرمانبردار ہیں ۱۲ منہ۔

۳۶۳ تین حرموں سے حضرت ابراہیمؑ کے آٹھ بیٹے تھے، سب سے بڑے حضرت اسمٰعیلؑ تھے، جو حضرت ہاجرہؓ کے بطن مبارک سے تھے، جو ملوکِ قبط کے خاندان سے تھیں (قسطلانی علے البخاری جلد ۵ ص ۲۴۳ مطبوعہ مصر) دوسرے حضرت اسحٰقؑ یہ حضرت سارہؓ کے شکم مبارک سے تھے، جو آپکے چچا حاران کی بیٹی تھیں حضرت سارہؓ کی وفات کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے تیسری بیوی حضرت قطورہ نام سے نکاح کیا جو شاہ وبذ کی بیٹی تھیں، (کتاب الفصل للامام ابن حزم القرطبی جلد اول ص ۱۳۶) انکے بطن مبارک سے چھ صاحبزادے تھے، زمران، یقسان، مدان، مدیان، اسباق اور سوخ، (بائبل کتاب پیدائش ۲۵: ۲) تفسیر رحمانی وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے، مدیان کی نسل سے حضرت شعیبؑ ہیں جنکی صاحبزادی صفورہ سے حضرت موسیٰؑ کا نکاح ہوا غرض حضرت ابراہیمؑ نے ان سب کو اور انکی اولاد کو جو حضرت ابراہیمؑ کے سامنے پیدا ہوئی، زندگی بھر دین اسلام پر قائم رہنے، اور اسی پر مرنے کی وصیت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اس وصیت کا اثر انکی اولاد میں ہمیشہ کیلئے قائم رکھا، چنانچہ فرمایا وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (زخرف پ ۲۵) یعنی خدا تعالیٰ نے اس کلمہ توحید کو ابراہیمؑ کی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا تاکہ وہ رجوع کریں اسکی صورت یہی ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو توحید پر قائم رہنے کی تاکید و وصیت کی، اور اللہ تعالیٰ نے اسے انکی اولاد میں قائم رکھا کہ ہر زمانہ میں اُنکی اولاد میں اہل توحید ہوتے رہے، جیسا کہ اس سے پہلے نوٹ نمبر ۳۵۰ میں گذر چکا ہے، ۱۲ منہ،

۳۶۴ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے، روبن، یارد بل، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار، زبلون یہ بی بی لیاہ کے شکم سے تھے، اور دان، نفتالی، یہ دونوں بلہاہ کے بطن سے تھے جو بی بی راحیل والدہ حضرت یوسفؑ کی باندی تھی، جد اور آشر یہ دونوں بی بی لیاہ کی باندی زلفہ کے شکم سے تھے، اماہ کنعان، حضرت یوسفؑ اور حضرت ابن یامین، یہ دونوں بی بی راحیل کے بطن مبارک سے تھے، (کتاب پیدائش باب ۳۵) ۱۲ منہ۔

۳۶۵ جیسے سوا خدا کے نزدیک کوئی دوسرا دین، دین کہلانے کے لائق نہیں کیونکہ دین کے معنے ہیں جزا، اور قیامت کے دن سوائے اس دین کی پیروی کے کوئی عمل یا اعتقاد قبول نہیں ہوگا اور اسپر نیک جزا نہیں ملیگی جیسا کہ فرمایا وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (پ ۳ ع رکوع اخیر) نیز فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (پ ۳ ع) بیشک دین جو خدا کے نزدیک دین کہلانے کے لائق ہے اور اسپر خدا کی طرف سے جزائے خیر ملیگی وہ اسلام ہی ہے۔ ۱۲ منہ

اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادوں کے معبود کی جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور

اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

اسحٰقؑ ہیں ایک ہی معبود کی اور ہم اُس کے فرمانبردار ہیں ۱۳۳

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا

یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی اُن کے لئے جو اُنہوں نے کمایا اور تمہارے لئے

كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

جو تم نے کمایا اور تم نہ پوچھے جاؤ گے اُس سے جو وہ کرتے تھے ۱۳۵

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ہم عبادت کریں گے آپکے معبود برحق کی اور آپکے باپ دادوں ابراہیم اور اسمٰعیل[۳۶۷] اور اسحٰق (علیہم السلام) کے معبود کی اور تکرار اضافت اور تعدد مضاف الیہم سے یہ وہم نہ گزرے کہ مضاف یعنی اِلٰہ بھی متعدد ہیں نہیں بلکہ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ایک ہی معبود کی عبادت کرینگے وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۰ اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں، آپ کے سامنے بھی اور آپکے بعد بھی پس اے قوم بنی اسرائیل تم کو واضح ہو کہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک جماعت تھی جو اپنے وقت میں اپنے اعمال کے ساتھ گزر گئی لَهَا مَا كَسَبَتْ اُن کیلئے وہ کچھ ہے جو اُنہوں نے کمایا وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اور تمہارے لئے وہ کچھ ہے جو تم نے کمایا ہر کوئی اپنے کئے کی جزا پائیگا وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور تم سے سوال نہیں ہوگا اُن اعمال کی بابت جو وہ کرتے تھے اسی طرح اُن سے سوال نہیں

۳۶۶ تفسیر ابن جریر میں کہا کہ اس جگہ اَمْ بمعنے ہمزۂ استفہام ہے اور ایسے موقعوں پر اسکا استعمال کلام عرب میں موجود ہے ۱۲ منہ

۳۶۷ حضرت اسمٰعیلؑ کو یعقوبؑ کے باپوں میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ وہ اُنکے چچا تھے کتب لغت میں تصریح کی ہے کہ اَب کا لفظ چچا اور ماموں پر بلکہ اُستاد پر بھی بولا جاتا ہے (لسان العرب و مفردات راغب وغیرہما) ۱۲ منہ۔

۳۶۸ اگر کہا جائے کہ یہود و نصاریٰ میں سخت خلاف ہے پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ یہود کہینگے کہ یا عیسائی ہو جاؤ اور عیسائی

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ

اور کہتے ہیں ہو جاؤ یہودی یا عیسائی راہ پاؤ گے

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ

کہئے بلکہ ملت ابراہیم حنیف کی اور نہ تھے وہ

ہوگا تمہارے اعمال کی بابت وَ اور یہ یہودی اور عیسائی ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی وصیت کے برخلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے قَالُوْا کہتے ہیں كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ہو جاؤ تم یہودی یا عیسائی اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ تَهْتَدُوْا تم ہدایت پا جاؤ گے کیونکہ ہدایت ان دونوں میں منحصر ہے[۳۶۸] اے ہمارے پیارے نبی! قُلْ (انکو جواب میں) کہئے کہ تمہاری یہودیت اور نصرانیت حضرت ابراہیمؑ کے بعد پیدا ہوئی ہے اس لئے ہم تمہاری پیروی نہیں کر سکتے بَلْ بلکہ ہم پیروی کرتے ہیں اور آگے بھی کرینگے مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حضرت ابراہیمؑ کے دین کی جن کو خدا تعالیٰ نے انکے عہد میں بھی اور اُنکے بعد بھی تمام لوگوں کے لئے امام و پیشوا بنایا کیونکہ وہ حَنِيْفًا سب کو چھوڑ کر ایک اللہ کی طرف ہونے والے تھے یہ تو اُن کا وصفِ ثبوتی ہے وَ اور وصفِ سلبی یہ کہ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۰ نہ تھے وہ مشرکوں سے[۳۶۹] لیکن تم یہودی بوجہ عزیر پرستی کے اور تم عیسائی بوجہ عیسیٰ پرستی کے

کہیں کہ یا تم یہودی ہو جاؤ، تو اس کا جواب رکوع نمبر ۱۳ نوٹ ۳۴۴ میں ملاحظہ کیجئے ۱۲ منہ

۳۶۹ اسیطرح پ ۳ رکوع نمبر ۱۵ میں فرمایا مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا الخ یعنے حضرت ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی لیکن حنیف مسلم تھے اور نہ تھے وہ مشرکوں سے ۱۲ منہ اسی طرح بعض مقلد حضرات اہل حدیث کو کہتے ہیں کہ مثلاً آمین بالجہر اور قرأتِ فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین عند الرکوع وغیرہ امور حدیث میں آئے ہیں لیکن وہ حدیثیں امام شافعی وغیرہ ائمہ محدثین کے نزدیک ثابت ہیں لیکن تم اہلحدیث کہلانے والے امام شافعیؒ کے بلکہ ائمہ میں سے کسی کے بھی مقلد نہیں ہو، کسی امام کے مقلد ہو کر کیا کرو، اور بعض کہتے ہیں کہ تم اہلحدیث کہلانے والے اہل تقلید کے کسی مذہب میں داخل ہو کر حدیث پر عمل کرو کیونکہ دائرہ تقلید سے نکلنا جائز نہیں ۱۲ ایسے دلائل بیان کرنیوالے حضرات، یہود و نصاریٰ کے قول كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا الخ اور خدا تعالیٰ کے جواب قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا پر غور کریں، اور سمجھیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ سب رسول خدا صلعم کے بعد ہوئے ہیں اور اُنکی نسبتیں یعنی حنفی شافعی وغیرہ انسے بھی بہت عرصہ

الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا

مشرکوں میں سے ۱۳۶ (اے مسلمانو!) تم کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو اتاری

وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَ

گئی ہماری طرف اور جو اتاری گئی طرف ابراہیمؑ کی اور اسمٰعیلؑ کی اور اسحٰقؑ کی اور

يَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ

یعقوبؑ کی اور ان کی اولاد کی اور جو کچھ دیئے گئے موسٰےؑ اور عیسٰےؑ

وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور جو کچھ دیئے گئے (دیگر) انبیاءؑ اپنے رب کی طرف سے، ہم نہیں جدائی کرتے

شرک سے بری نہیں ہو پس تم دونوں فرقے اور عرب کے دیگر صنم پرست مشرک اگرچہ ابراہیمؑ کا نام لیتے ہو لیکن ابراہیمؑ کے دین سے پھرے ہوئے ہو پس تمہارا خود ساختہ طریقہ پیروی کے لائق نہیں ہے اے مسلمانو! جو تم ملت ابراہیمی کے تابعدار ہو قُولُوا تم (باآواز بلند) کہو آمَنَّا بِاللَّهِ ہم بصدق دل ایمان لائے اللہ پر جو اصل اصول ایمان ہے اور دیگر سب ایمانیات اسی کے تابع ہیں وَ اور اس وحی پر مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا جو ہماری طرف اس کے نبی آخر الزمان محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اتاری گئی جو جامع ہے سب شرائع سابقہ کی اور لازم کرتی ہے سب انبیاء اور کتب الٰہیہ پر ایمان لانے کو وَ اسی وجہ سے ہم ایمان رکھتے ہیں اس وحی پر بھی مَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ جو اتاری گئی طرف ابراہیمؑ کی وَ اور جو اتاری گئی ان کے دونوں بیٹوں اسمٰعیل وَإِسْحَاقَ اسمٰعیلؑ ابو العرب کی اور جد بنی اسرائیل اسحٰقؑ کی وَيَعْقُوبَ اور یعقوبؑ کی جن کے نام نامی پر یہ لوگ بنی اسرائیل کہلاتے ہیں وَالْأَسْبَاطِ اور اولاد یعقوبؑ کی وَ اور خاصکر مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ جو کچھ دیئے گئے موسٰےؑ از قسم کتاب و معجزات جنکی شریعت کے یہودی

بعد ظاہر ہوئیں، ائمہؒ کی شان بالکل درست ہے، لیکن مگر کسی امام کا اجتہاد کسی صحیح حدیث کے خلاف پڑ گیا ہو تو اسکے مقابلہ میں حدیث شریف کو چھوڑنا ہرگز جائز نہیں (ائمہ رحمہم اللہ نے ایسی تقلید سے منع فرمایا ہے) شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصانیف حجۃ اللہ، عقد الجید اور انصاف کا مطالعہ کریں

أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۶﴾ فَإِنْ آمَنُوا

ایک میں بھی ان میں سے اور ہم واسطے اسی (ایک اللہ) کے فرمانبردار ہیں ۱۳۷ پس اگر وہ یقین

بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

لاویں مانند اسکی جو تم یقین لائے تو وہ راہ پر آگئے اور اگر پھر جاویں تو سوائے اسکے نہیں

هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ

کہ وہ ضد پر ہیں، پس ضرور کفایت کرے گا آپ کو ان سے خدا تعالیٰ اور وہ (سب کچھ) سنتا

اور عیسائی بالاتفاق قائل ہیں وَعِيسَىٰ اور جو دیئے گئے عیسٰےؑ از قسم کتاب و معجزات جنکے قائل عیسائی ہیں، وَ اور انکے علاوہ مَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ جو کچھ دیئے گئے دیگر انبیاء علیہم السلام اجمعین جو ان مذکورہ بالا انبیاءؑ کے سوا دنیا جہان کے کسی گوشے میں اور کسی زمانے میں اور کسی قوم میں سے ہوئے کیونکہ وہ سب کچھ مِنْ رَبِّهِمْ انکے پروردگار کیطرف سے لوگوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لئے انکو دیا گیا تھا، اور اب یہ قرآن مجید بھی اسی مقصد کیلئے نازل کیا گیا ہے پس لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ ہم نہیں جدائی کرتے انمیں سے ایک میں بھی کہ ایک پر ایمان لائیں، اور دوسرے کو نہ مانیں ۱۳۷ وَ اور اسکی یہ وجہ ہے کہ نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ٥ ہم خاص اسی ایک خدا کے مطیع فرمان ہیں، پس جس پیغمبر وقت نے خدا تعالےٰ کا جو پیغام دیا ہم بلا چون وچرا اسے تسلیم کرتے ہیں، بس یہی ہے ہمارا دین اور یہی ہے ہمارا مذہب جسمیں کسی بھی صداقت کا جو خدا کیطرف سے نازل شدہ ہے انکار نہیں خواہ وہ نبی کسی زمانے کسی قوم اور کسی ملک میں ہوا ہو، اور اسکو خدا کی طرف سے کسی زبان میں وحی ہوئی ہو فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ پس (اے مسلمانو! ملت ابراہیمی کے علمبردارو!) اگر یہ یہود و نصاریٰ جو تمکو یہودیت و نصرانیت کیطرف دعوت دیتے ہیں) ایمان لے آویں مثل اسکی جو تم ایمان لائے ہو یعنے خدا کے سب انبیاءؑ پر اور اسکی سب نازل کردہ کتابوں پر بلاتفریق ایمان لے آویں فَ تو سمجھو کہ قَدِ اهْتَدَوْا بیشک انہوں نے حق کا رستہ پالیا، وَإِنْ تَوَلَّوْا اور اگر انہوں نے اس سے انحراف کیا جیسا کہ وہ کر رہے ہیں، فَإِنَّمَا تو بات بالکل صاف ہے اور اس کے سوا دیگر کوئی بات نہیں کہ هُمْ فِي شِقَاقٍ وہ صریحاً خلاف کی جانب میں ہیں، اس وضاحت

الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ

جانتا ہے [١٣٨] (لازم پکڑا ہمنے) رنگ اللہ کا' اور کون اچھا ہے اللہ تعالیٰ سے

صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا

رنگ دینے میں اور ہم تو اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں [١٣٩] کہئے کیا تم جھگڑتے ہو ہم سے

کے بعد اے ہمارے حبیب پاکؐ! اگر وہ آپ سے مجادلہ یا مقابلہ کریں یا آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں کریں فَ تو آپ مطمئن رہیں کیونکہ سَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ خدائے ذوالجلال آپ کی حمایت میں ہوکر ضرور ضرور آپ کو اُن سے کفایت کریگا[٣٧٢] وَ اور کسی طرح بھی اُنکو حجت و دلیل یا جنگ و قتال یا مکر و تدبیر میں آپ پر غالب نہیں ہونے دیگا کیونکہ هُوَ السَّمِيعُ وہ سب کچھ سنتا ہے' آپ کی دعوتِ حق کو بھی اور اُنکی حجت بازی کو بھی اور وہ الْعَلِيمُ ۝ سب کچھ جانتا ہے آپ کی بے طمع خیرخواہی اور تبلیغ کو بھی اور آپکے برخلاف اُنکے قصد و ارادے اور ضد کو بھی پس وہ اپنے علم کے مطابق سب کام انجام دیگا۔ مسلمانو! یہودی اور نصرانی کسی کو یہودیت و نصرانیت میں داخل کرتے وقت اُس شخص پر مصنوعی رنگ ڈالتے ہیں جسے وہ اصطباغ (بپتسمہ) کہتے ہیں' اسکا روح پر اثر نہیں پڑسکتا' سو تم اِن ظاہر پرستوں سے بالاتر رہتے ہوئے کہو ہمنے لازم پکڑا صِبْغَةَ اللَّهِ خدائی رنگت کو یعنے اقرار توحید کو جو دینِ فطرت ہے[٣٧٣] اور قدرۃً ہماری فطرت میں مرکوز ہے' اور رُوح کی زندگی اسی سے ہے وَمَنْ اور کون ؟ یعنی کوئی نہیں أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً خدائے ذوالجلال سے زیادہ خوبی و حُسن والی رنگت چڑھانے والا وَ اور یہی وجہ ہے کہ نَحْنُ ہم مسلمان لَهُ اُسی (ایک اللہ تعالیٰ) کی عَابِدُونَ ۝ عبادت کرنے والے ہیں' دوسرے لوگ کسی نہ کسی طرح شرک میں مبتلا ہیں' یہودی عزیر پرستی میں' نصرانی عیسیٰؑ پرستی میں مشرکین عرب فرشتہ پرستی اور کواکب پرستی

٣٧٠ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا میں مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں انبیاء مبعوث فرمائے' چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (پ ١٤ ع ٥) یعنی ہمنے ہر امت میں رسول مبعوث کیا کہ صرف خدا کی عبادت کرو' اور غیراللہ سے الگ ہو۔ اس مضمون کی آیتیں اور بھی ہیں' ١٢ منہ ۔

٣٧١ اسجگہ لفظ مثل اور اسکی ب جارہ کے متعلق مفسرین کے کئی قول ہیں' جو تفسیر روح المعانی وغیرہ میں منقول ہیں' اُنہیں ایک کے مطابق ہمنے ترجمہ کیا ہے' شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب اور مولانا محمود الحسن صاحب رحمہم اللہ اجمعین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے ١٢ منہ

فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا

اللہ کے بارے میں؟ اور وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور ہمارے لئے ہمارے اعمال

وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿١٣٩﴾ أَمْ تَقُولُونَ

اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں اور ہم تو صرف اُسی کیلئے اخلاص کرنیوالے ہیں [١٤٠] کیا تم کہتے ہو کہ

اور دیگر عنصری بُت پرستی میں پھنسے ہوئے ہیں' اگر وہ اسکے بعد بھی اصرار کریں تو محض حجت بازی ہوگی' پس اے ہمارے پیارے نبیؐ! قُلْ (ان سے) کہئے أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو خدا کی توحید کے بارے میں وَ اور اسکے بارے میں جھگڑا کرنے کی گنجائش نہیں' کیونکہ هُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے[٣٧٤] اور جھگڑا ہمیشہ اختلافی امور میں ہوسکتا ہے' امرِ مشترک میں نہیں ہوسکتا وَ اور اس امر میں بھی اختلاف نہیں کہ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کوئی کسی دوسرے کا ذمہ دار نہیں[٣٧٥] وَ اور ہماری تو یہ بات ہے کہ نَحْنُ ہم امتِ محمدیہ لَهُ مُخْلِصُونَ ۝ صرف اسی کیلئے اخلاص کرنے والے ہیں' تم نصاریٰ ایسے ہو کہ نیکی کرو بھی تو ریاکاری یا مطلب برآری یا کسی کی اذیت سے بچنے کیلئے کرتے ہو' اور خالص آدمی تم میں اقل قلیل ہیں' جو مسلمان ہوچکے ہیں' اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں خلوص اور دینداری کے خلاف ہیں' أَمْ تَقُولُونَ کیا تم اِن حقائق کے بعد بھی کہتے ہو کہ تحقیق إِنَّ إِبْرَاهِيمَ

٣٧٢ اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں' مثلاً إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (١٤ : ٦) اور وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ (٥ : ١٤) اور وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (٥ : ١٤)

٣٧٣ یہودی بھی بپتسمہ دیتے تھے' جیسا کہ یحییٰؑ نے حضرت عیسےٰؑ کو اسی شریعت کے مطابق بپتسمہ دیا (دیکھو انجیل متی ٣ : ١٣) اللہ تعالیٰ نے اس دینِ محمدیؐ میں اس ظاہری رسم کو اٹھا دیا کہ اصل رنگت تو فطرت اللہ کی ہے اور وہ اقرارِ توحید ہے جو ہر ایک کی فطرت میں ہے' صحیح بخاری میں صِبْغَةَ اللَّهِ سے مراد دین اللہ بتایا ہے جو بعینہٖ دینِ فطرت ہے ١٢ منہ

٣٧٤ اسیطرح فرمایا قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الآیہ (پ ٣ : ١٥) نیز توریت کی کتاب الخروج میں ہے کہ خداوند تعالیٰ نے موسیٰؑ سے فرمایا "میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو (٢٠) نیز ٣٤/١٤ میں ہے" تم کسی دوسرے خدا کی پرستش نہ کرو' اسیطرح انجیل مرقس میں ہے یسوعؑ نے جواب دیا کہ اوّل حکم یہ ہے کہ اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (١٢/٢٩) ١٢ منہ

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

بیشک ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور اولاد

وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ

یعقوبؑ یہودی تھے یا عیسائی کہیئے کیا تم

ابراہیمؑ جنکی وصیت کا حال اوپر ذکر ہوچکا وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ جن کو منصبِ نبوت کے علاوہ اپنے باپ ابراہیمؑ کی وصیت ہر وقت پیش نظر رہتی تھی، وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ جنکی بھی وصیت اوپر ذکر ہوچکی وَالْاَسْبَاطَ اور اولادِ یعقوبؑ جن کو اپنے باپ کی وصیت ہر دم یاد تھی كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تمہاری طرح یہودی تھے یا نصرانی سو تمہارا یہ قول کئی وجہ سے باطل ہے، اوّل تو تم ایک دوسرے کے بالکل خلاف ہو کیونکہ موجودہ یہودیت و نصرانیت آپسمیں متضاد ہیں، تم ایک دوسرے کو بیدین اور لامذہب قرار دیتے ہو جیسا کہ سابقاً رکوع نمبر (۱۴) آیت وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى میں مذکور ہوچکا پس یہ ذکر شدہ انبیاء علیہم السلام یہودی ہوکر نصرانی نہیں ہوسکتے اور نصرانی ہوکر یہودی نہیں ہوسکتے ہو، دیگر اسوجہ سے کہ موجودہ یہودیت و نصرانیت کا وجود بلکہ خود توریت و انجیل کا نزول اِن حضراتِ انبیاءؑ سے بہت عرصہ بعد ہوا پس وہ یہودی یا نصرانی کسطرح ہوسکتے ہیں، دیگر اسوجہ سے کہ تمکو اِن انبیاء علیہم السلام کے مذہب کا علم کس ذریعے سے ہوا، توریت و انجیل کی کسی نصِ صریح سے یا اُن حضرات کی صحیح و باسند روایت ہے؟ اگر ہے تو پیش کرو، اور خوب یاد رکھو کہ تمہارا یہ زعم سراسر باطل ہے، اور اسکی کوئی بھی سند نہیں پس اے ہمارے صادق و مصدوق نبی! قُلْ اِنسے کہیئے ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ کیا انبیاءؑ کے مذہب کا حال تم زیادہ جانتے

۳۷۵ اپنے ہی اعمال کی ذمہ داری کیلئے دیکھو توریت کتاب استثناء (۲۴: ۱۶) اولاد کے بدلے باپ دادے نہ مارے جائیں، نہ بیٹے باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جاوے، ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا، قرآن شریف نے بھی صحف موسیٰ کا حوالہ دیکر کہ فرمایا ہے، قَالَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (ع ۳ نجم) نیز کتاب حزقیل نبی باب ۱۸ / ۲۰ میں ہے "وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مریگی بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائیگا، اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائیگا صادق کی صداقت اُسی پر ہوگی اور شریر کی شرارت اُسی پر پڑیگی"، نیز لوقاس صاحب رومیوں کے خط میں لکھتے ہیں "وہ (خدا) ہر ایک کو اُسکے کاموں کے موافق بدلہ دیگا" (۲: ۶) ۱۲ منہ -

اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً

زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ اور کون بڑا ظالم ہے اُس سے جو چھپا دے شہادت کو

ہو جنکے پاس کوئی دلیل نہیں، اَمِ اللّٰهُ یا اللہ جسنے اِن انبیاءؑ کو خلقت کی ہدایت کیلئے نبی بنایا، پس جب علیم کل خدا شہادت دیتا ہے کہ سب انبیاءؑ کا مذہب دینِ اسلام تھا، اور اُسکی جڑ ھ بنیاد

۳۷۶ عبادت اور عمل میں خلوص کیلئے پڑھو سورت کہف کی آخری آیت فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (پ ۱۶ ع ۳) یعنی جو کوئی خدا کے دیدار کی امید رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ صالح عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے، اور خالص کے معنے کیلئے کہ وہ غیر کی آمیزش سے پاک ہو، پڑھیئے سورت نحل پ ۱۴ کی آیت نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (پ ۱۴ ع ۹) یعنی پلاتے ہیں ہم تمکو اُس شے سے جو جانوروں کے پیٹوں میں گوبر اور لہو کے درمیان سے پیدا ہوتی ہے یعنی دودھ خالص جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہوتا ہے، یعنے اُس میں گوبر اور لہو کی آمیزش نہیں ہوتی ۱۲ منہ

۳۷۷ مرزائے قادیانی آنجہانی بھی عجب دل و دماغ کے بندے تھے، موقع ہو یا نہ ہو، سیاق عبارت ولالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، قواعدِ علمیہ کی رُو سے استدلال صحیح ہو یا غلط ہو انکو اس سے سروکار نہ تھا، انکے پیش نظر قرآن شریف کے نزول کی صرف دو امروں کیلئے تھی، ایک حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کیلئے اور دوسری آنحضرت صلعم کے بعد خود مرزا صاحب کے نبی بننے کیلئے، چنانچہ اپنی الہامی کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم میں جہاں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے متعلق (۳۰) تیس آیات یکے بعد دیگرے گِن سنائی ہیں، وہاں اِس آیت تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ کو بھی درج فرمایا ہے صورت استدلال یہ بیان کی ہے کہ اِن ہر دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ اور اِن میں جن انبیاءؑ کا ذکر آیا ہے انمیں حضرت عیسیٰؑ بھی ہیں، چونکہ دیگر انبیاءؑ فوت ہوچکے ہیں اسلئے حضرت عیسیٰؑ بھی فوت ہوچکے ہیں، (جل جلالہ) اسکا مفصل جواب ہمنے اپنی کتاب شہادت القرآن حصہ دوم میں لکھدیا ہے جو مرزا جی کی زندگی ہی میں ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی تھی، اور ہمنے رجسٹری کراکے مرزا صاحب کو قادیان میں بھیجدی تھی، لیکن اسکا جواب نہ مرزا جی سے آپکی زندگی میں ہوسکا اور نہ اُنکے بعد انکی جماعت کے کسی ذی علم سے آج (۱۸ مارچ ۱۹۴۷ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ تک) ہوسکا، چالیس اور تین سال کی خاموشی بے معنی نہیں ہے اور اب تو انقلاب پاکستان کے سبب ہوا کا رُخ ہی بدل گیا ہے، اور مرزا صاحب کی رسالت کی تبلیغ کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے اب کیا جواب دینگے؟ اسجگہ مختصراً اتنا ہی کافی ہے کہ اس جگہ جس جس مقام پر لفظ خَلَتْ مذکور ہے، وہاں حضرت عیسیٰؑ کا اسم گرامی مذکور نہیں، اور جس جگہ انکا نام مذکور ہے یعنی آیت قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ میں اسجگہ لفظ خَلَتْ

عِندَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

جو اس کے پاس ہے اللہ کی طرف سے اور نہیں ہے اللہ تو ہرگز غافل اُس سے جو تم

تَعْمَلُونَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا

کرتے ہو ۱۴۰ یہ ایک گروہ تھا جو گزر چکا اُن کے لئے جو اُنہوں نے

كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا

کمایا اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا اور تم کو سوال نہیں ہوگا اُس سے

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۱﴾

جو وہ کرتے تھے ۱۴۱

توحید الٰہی ہے ؏ اور وہ شہادت تمکو اپنی کتابوں توریت و انجیل اور دیگر انبیائ کے صحیفوں سے معلوم ہو چکی ہے تو تم ہی بتاؤ کہ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَادَةً عِندَهُ مِنَ اللَّهِ کون بڑا ظالم ہے اُس سے جو چھپاتا ہے اُس شہادت کو جو خدا کیطرف سے نازل شدہ کتابوں میں اسکے پاس موجود ہے؛ ؏ اور تم اے قوم یہود و نصاریٰ یاد رکھو کہ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ اللہ تعالیٰ تمہارے اُن اعمال سے جو تم دینِ انبیائ کے خلاف کرتے ہو ہرگز ہرگز غافل نہیں ہے، وہ جو کسی کو جلد نہیں پکڑتا تو اسکی وجہ غفلت یا بیخبری نہیں، بلکہ وہ حلم و حکمت کی وجہ سے گنہگار کو مہلت دیتا ہے پس تم توبہ کرو اور اس حاضر الوقت عہد کے رسول اور ابراہیمؑ کی دعا کے مصداق اور قبلۂ عالم خانہ کعبہ کے اصلی وارث اور حقیقی متولی نبی آخر الزمان صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهٗ پر ایمان لے آؤ اور خالص اللہ کی رضامندی کیلئے عمل کرو؛ اور اس پر مغرور مت ہو کہ ہم انبیائ زادے ہیں کیونکہ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ وہ ایک گروہ تھا جو اپنے وقت میں اپنے اعمال سے گزر گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ اُنکے لئے وہی جو اُنہوں نے کمایا وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اور تمہارے لئے وہ جو تم نے کمایا اور تم نہیں پوچھے جاؤ گے جو کرتے تھے اور اسیطرح اُنکو پرسش نہیں ہوگی تمہارے اعمال سے ہمارے ہاں نہ تو نسب کا سوال ہے[۳۷۸] اور نہ کسی دوسرے کی ذمہ داری کا بلکہ ہر ایک کو اپنی کرنی بھرنی ہوگی؛[۳۷۹] ۳۸۰؎

؎ جیسا کہ فرمایا فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (پ۱۸ ع ۶) ۱۲ منہ

۔۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (پ۲۲ ع ۱۵) ۱۲ منہ۔

فہرست مضامین تفسیر تبصیر الرحمٰن

پارہ اول

لَکَ الْحَمْدُ وَالْاَوَّلُ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَحُسْنِ تَوْفِیْقِہٖ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

تاریخ اختتام ترجمہ و تفسیر و حواشی پارہ اول ۱۴ ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۳۷ء ۔ بروز سہ شنبہ ۔ بمقام نظام آباد پنجاب ضلع گوجرانوالہ

وَاَنَا الْعَبْدُ الْاَثِیْمُ النَّاسُوْتِیْ

محمد ابراہیم میر السیالکوتی

اغلاط نامۂ کتابت تفسیر تبصیر الرحمٰن

معلوم رہے کتابوں کی تصحیح بہت مشکل کام ہے، اسمیں نیکنامی مشکل ہے جس کو دیکھا یہ کام مسودہ نویس، کاپی نویس، کاتب، کاپی کی تصحیح کنندہ، پروف کے صحیح کرنے والے، پھر سنگساز، اتنے مختلف ہاتھوں سے ہو کر انجام پاتا ہے، اسکی ایک کو سکا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ عاجز (مصنف) کو اسکی فہرست اور غلطنامہ تیار کرنے میں علاوہ دیرینہ علالت کے بہت دقت ہوئی، اس میں بعض ایسی اغلاط ہیں جو میرے لئے موجب شرم ہیں لیکن اسکی وجہ کسی کو معلوم نہیں، تجربہ ہے کہ خدا کے فضل سے میرا خط عربی بھی اور اردو بھی اور انگریزی بھی بچپن سے صاف ستھرا ہے پھر بھی کاپی نویس کاتب کی سہولت کیلئے طرح طرح کی آسانیاں ملحوظ رکھتا ہوں لیکن فن کتابت میں غلطیاں ہو جاتی ہیں جو تصحیح کرنے والا نکالتا ہے، اگر میں کاپی اور پروف خود دیکھتا تو غالباً یہ اغلاط واقع شدہ قائم نہ رہتیں، لیکن مجھے مسودہ کاتب کے پاس بھیج دینے کے بعد تصحیح کی کسی شاخ سے بھی تعلق نہ رہا، مولوی عبد المجید صاحب سوہدروی بھی جن کے اہتمام سے یہ تفسیر چھپ رہی ہے، بیمار رہے ہیں، جس دوسرے شخص سے تصحیح کرائی ہے، وہ قرآن شریف اور تصحیح کے کام سے ناواقف معلوم ہوتا ہے، اسلئے کتابت کی اغلاط کی تصحیح نہ ہو سکی اور اب سارا قصور مجھ بے گناہ کا سمجھا جائیگا، بہر حال موٹی موٹی اغلاط کی تصحیح کر کے معمولی اغلاط کو ناظرین کے فہم رسا پر چھوڑا جاتا ہے،

ثانیاً ۔ یہ عرض ہے کہ کاتب نے ہر چند کہ وہ کہنہ مشق ہے، اور کافی عرصے سے میری تصانیف لکھ رہا ہے، کاپی نویسی میں میرے مسودے کی پوری پیروی نہیں کی، بلکہ اپنی کتابت کی سہولت کیلئے ان سہولتوں کو نظر انداز کر دیا جو میں نے قارئین کی آسانی کیلئے ملحوظ رکھی تھیں، مثلاً یہ کہ ہر صفحہ کے سرے پر پارے کا رکوع نمبر لکھا تھا، اور ہر رکوع جہاں پر ختم ہوا تھا وہاں حسب قاعدہ کتابت قرآن شریف رکوع کا نمبر اور اسکی آیتوں کی تعداد حاشیہ پر حرف ع کے اندر اور اوپر نیچے لکھ دی تھی اور اسکی سطروں میں چھوٹا سا ع بھی حسب دستور لکھ دیا تھا، لیکن کاتب صاحب نے سب باتوں کو نظر انداز کر دیا، سارے پارے میں کہیں بھی حاشیہ پر یا صفحہ کے سرے پر ع نہیں لکھا نہ اس کا نمبر بتایا، ہاں ابتدائی رکوعات میں بعض رکوعات کے اندر کا چھوٹا ع لکھا ہے، آگے چل کر وہ بھی ترک کر دیا ہے، میں نے فہرست کو رکوعات کے شمار پر تیار کیا ہے کہ مضامین کا سلسلہ برابر چلتا رہے، اب اس فہرست کی رو سے ناظرین کتاب میں سے رکوعات کا نمبر کہاں سے دیکھ سکینگے سو میں نے اسکی تلافی اسطرح کر دی ہے کہ فہرست میں ہر رکوع کے عنوان کے ساتھ صفحات کے نمبر کی ابتدا اور انتہا لکھ دی ہے، پھر کاتب صاحب نے ایک یہ غضب کیا ہے کہ آخری رکوع میں اوقاف کئی ایک جگہ چھوڑ دیئے ہیں اور میں عاجز (مصنف) اوقاف کا لحاظ بہت رکھتا ہوں کیونکہ ان سے کلام کی ترکیب نحوی درست رہتی ہے اور انکا فصل و اصل معلوم ہونے سے معانی میں دقت اور الجھن پیدا نہیں ہوتی بلکہ یہ بات علم نحو اور علم معانی کی جان ہے۔ جو لوگ ان اسرار و قواعد کو نہیں سمجھتے وہ اوقاف کی رعایت میں کوتاہی کرتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، اور شاہ عبد العزیز صاحب (رحمہما اللہ) نے اسکی بہت تاکید کی ہے

الغرض اس تفسیر کی کتابت و تصحیح میری طبع اور مذاق کے موافق نہیں ہوئی، جس کا مجھے کمال افسوس ہے

ضروری ہدایت: ۔ اس تفسیر کی کتابت میں ایک جدت ہے جو دیگر کسی کتاب میں نہیں ہے اس کی تفصیل ابتدا میں صفحہ ۲ پر کر دی گئی ہے، کہ صدر صفحہ میں قرآن شریف کی اصل عبارت اور بین السطور میں اس کا اردو ترجمہ لکھا ہے، پھر اسکے نیچے خط کھینچ کر اتنی ہی عبارت عربی مع اس کے اردو ترجمہ اور تفسیر کے لکھی ہے، اس حصہ میں حسب موقع نوٹ نمبر دیکر نیچے حاشیہ میں اسکی تفصیل و تشریح کر دی ہے یہ صفحہ کا دوسرا اور تیسرا حصہ ہے، پس اس ترتیب سے اگر غلطی صدر صفحہ کی سطروں میں ہے تو اسکی علامت حرف ص سے ظاہر کر کے اسکی سطر کا شمار بتایا ہے، اور اگر دوسرے حصے یعنے تفسیر والے حصے میں ہے تو اسے حرف ت سے ظاہر کر کے اسکی سطر کا شمار بتایا ہے اور اگر تیسرے حصے میں ہے تو اسکو حرف ح یعنے حواشی سے ظاہر کر کے اسکی سطر کا شمار بتایا ہے، پس ناظرین کرام انکو ملحوظ رکھ کر اغلاط کو صحیح کر لیں، وَاللّٰہُ الْھَادِیْ۔

الملتمس ۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ۲۲ فروری سنہ ۱۹۳۸ء بوقت سحر قبل از اذان فجر

صفحہ سطر	صحیح	غلط	صحیح
۱۶۹/۳	صدر	یَعْمَلُوْنَ ۞	یَعْمَلُوْنَ (۹۵) ع دیا ہر کے حاشیہ پر بھی چاہیے ع ۱۱
۱۵	تفسیر	قَبْلِكَ	
۱۷۲/۱۲	تفسیر	قَبْلِكَ	قَلْبِكَ
۱۷۲/۱۵	"	نبی کہا	نبی کہا
۱۷۲/۱۱	حواشی	دیکھئے	دیکھئے منسوخ ع ۱۳۶
۱۸۱/۲	"	یَصْطَفِیْ رُسُلًا	یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا
×		مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ	وَمِنَ النَّاسِ
۱۶۱/۱۶	حواشی	نَبِیًّا اٰدَمَ	نَبِیًّا کَرَاتِ اٰدَمَ
۱۶۲/۳	صدر	عٰهَدُوْا	عٰهَدُوْا
۱۶۲/۳	تفسیر	(اکمل الرسل)	(اے اکمل الرسل)
۱۶۲/۹	"	عقل	عقل
۱۶۲/۴	"	عہد کو ان میں سے	عہد کو ان میں سے
۱۶۲/۴	حواشی	میں فرمایا کے دنظ میں	میں قرارت قرآن میں
۱۶۲/۳	"	اس عہدی محمدی	اس عہد محمدی
۱۶۵/۹	تفسیر	عملیات و	عملیات ق
۱۶۹/۷	حواشی	بالکل بے شبہ ہے	بالکل بے سند ہے
۱۶۷/۱۲	"	معاشرت اور اخلاق	معاشرت و سیاست و اخلاق
۱۷۰/۱	صدر	یَعْلَمُوْنَ ع (۱۰۲)	یَعْلَمُوْنَ ع (۱۰۲) نیز یا ہر کے حاشیہ پر ع ۱۲
۱۸۲/۹	حواشی	موسے	موسےٰ ع ۱۲
۱۸۲/۹	"	اِصْطَفٰیْكَ	اِصْطَفٰیْتُكَ عَلَى النَّاسِ
		بِرِسَالٰتِیْ	بِرِسٰلٰتِیْ
۱۸۲/۷-۸	"	الْکِتٰبُ عَلَى الْکِتَابِ	الْکِتٰبَ ×
		اِلَّا	اِلَّآ
۱۸۴/۱۱	"	ان کو جواب میں	ان کے جواب میں
۱۸۵/۱۲	"	دِیْنَکُمْ	دِیْنَکُمْ قَدْ
۱۸۶/۱۱	"	یہ امر دس بار کے	یہ امر پانچ بار کے
۱۹۰/۷	تفسیر	تقلیدی	تعبدی
۱۹۰/۹	حواشی	نُؤَخِّرْهَا	نُؤَخِّرْهَا
۱۹۲/۲	صدر	پہلے سے	پہلے اس سے
۱۹۲/۱۰	تفسیر	اس وقت ہے ان کو	اس وقت حق کو
۱۹۳/۳	حواشی	یُقَاتِلُوْنَ	یُقَاتَلُوْنَ
۱۹۷/۳	صدر	یَحْزَنُوْنَ ع (۱۱۲)	یَحْزَنُوْنَ (۱۱۲) ع دیا ہر کے حاشیہ پر بھی چاہیے ع ۱۳

صفحہ سطر	صحیح	غلط	صحیح
۱۹۹/۱	تفسیر	متعلق	مطابق
۱۹۹/۲	"	انہونے	انہوں نے
۱۹۹/۹	"	دار دنیا	دارِ دنیا
۱۹۹/۱۵	"	بد کردار	بدکردار
۲۰۳/۴	حواشی	چاہیے	چاہیے تھا
۲۰۵/۷	"	نَقُوْلَ لَهٗ کُنْ	نَقُوْلَ لَهٗ کُنْ
۲۰۶/۱	تفسیر	وعدت	دعوت
۲۰۷/۱۲	"	ٹال سکتے	ٹال سکے
۲۰۸/۳	صدر	الْخٰسِرُوْنَ (۱۲۱)	الْخٰسِرُوْنَ (۱۲۲) ع دیا ہر کے حاشیہ پر بھی چاہیے (ع ۱۴)
۲۱۱/۲	حواشی	اس	اسی
۲۱۱/۵	"	اولاد کو بھی	اولاد کو بھی بخشا
۲۱۲/۳	صدر	مُصَلًّى	مُصَلًّى ط
۲۱۴/۱	"	الْاٰخِرِ	الْاٰخِرِ ط
۲۱۵/۵	"	اِسْمٰعِیْلُ	اِسْمٰعِیْلُ ط
"	"	مِنَّا	مِنَّا ط
۲۱۶/۳	"	مُسْلِمِیْنَ	مُسْلِمَیْنِ
۲۱۶/۵	حواشی	بن فضل	بن نفیل
۲۱۸/۳	صدر	مُزَکِّیْهِمْ	یُزَکِّیْهِمْ ط
۲۱۹/۱	"	الْحَکِیْمُ (۱۱۱)	الْحَکِیْمُ (۱۲۹) ع دیا ہر کے حاشیہ پر بھی چاہیے (ع ۱۵)
۲۲۶/۳	"	وَنَحْنُ	وَنَحْنُ
۲۲۸/۷	تفسیر	وَ اسی	وَ اور اسی
۲۲۸/۱۱	"	از قسم کتاب	از قسم کتاب
۲۲۹/۱	صدر	مِنْهُمْ	مِنْهُمْ ز صلے
۲۳۰/۱	"	الْعَلِیْمُ (۱۳۹)	الْعَلِیْمُ (۱۳۷)
۲۳۰/۱	"	اَحْسَنَ	اَحْسَنُ
۲۳۰		صِبْغَةَ	صِبْغَةً ز

تمت

اَلْبَیَانُ وَالتَّعْرِیْفُ فِیْ اَسْبَابِ وُرُوْدِ الْحَدِیْثِ الشَّرِیْفِ

احادیث نبوی کے اسباب ورود پر دنیائے اسلام میں پہلی کتاب

جو

مسلسل ندائے مدینہ میں شائع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تعارف

قرآن پاک کی آیات کے شان نزول پر مفسرین و محدثین نے بہت کچھ لکھا ہے مگر احادیث نبوی کے اسباب ورود کو یکجا جمع کرنے کی طرف توجہ کم کی گئی ہے سید علامہ محدث ابن حمزہ حسینی دمشقی متوفی سنہ ۱۱۲۰ ہجری دنیائے اسلام کے صد شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس متبرک موضوع پر قلم اٹھا کر یہ کتاب تالیف فرمائی چونکہ علم الحدیث کے شائقین کے لئے یہ نادر چیز ہے اس لئے، بعض بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں اس کتاب کو آسان عام فہم اردو میں پیش کیا جا رہا ہے امید کہ علم حدیث کے شائقین اس سے اپنے ایمانوں کو تازہ کریں گے اور مترجم کے خطا و نسیان کو معاف فرماتے ہوئے مؤلف و مترجم کے حق میں دعائے خیر کریں گے فقط

ناچیز خادم حدیث محمد داؤد راز دار العلوم شکراوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

حرف الهمزة

(الهمزة مع الالف)

(۱) آتی باب الجنة یوم القیامة فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بك امرت ان لا افتح لاحد قبلك　آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے میں جنت کے دروازے کو کھلوانے کے لئے پہنچونگا داروغہ جنت کہے گا کہ آپ کون ہیں میں اپنا تعارف کراؤں گا کہ میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) داروغہ جنت یہ سنتے ہی مرحبا مرحبا کہتے ہوئے عرض کریگا کہ آئیے تشریف لائیے میرے لئے اللہ کی طرف سے یہی ارشاد تھا کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں یہ حدیث شفاعت کا ایک ٹکڑا ہے جسکو امام احمد اور مسلم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مسند احمد میں یہ پوری حدیث نقل کی گئی ہے، امام بلقینی کہتے ہیں کہ حدیث شفاعت ان احادیث میں سے ہے جن کا شان نزول ان کے ساتھ ساتھ نقل کیا گیا ہے حدیث شفاعت میں آنحضرت کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں انا سید ولد آدم ولا فخر (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں یہ بطور فخر کے نہیں کہہ رہا ہوں) جامع الکبیر میں حدیث شفاعت کا سبب ورود یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل نے میرے اہل بیت کے تین آدمیوں میں سے مجھ کو منتخب فرما کر تمام امت سے مجھے برگزیدہ قرار دیا ہے میں بروز قیامت اپنے گھر انے کے ان تین آدمیوں کا اور تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات بطور فخر کے نہیں کہتا جن تین اشخاص میں سے مجھکو منتخب فرمایا وہ علی بن ابی طالب اور حمزہ بن عبد المطلب اور جعفر بن ابی طالب ہیں ہم ایک مرتبہ مقام ابطح میں چادریں اوڑھے ہوئے سو رہے تھے علی بن ابی طالب میری داہنی طرف اور جعفر میری بائیں طرف اور امیر حمزہ میرے پیروں کی طرف لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک مجھے فرشتوں کے پروں کی جھپٹ نے جگا دیا اور علیؓ کے ہاتھ کی ٹھنڈک بھی میرے

رخسارے پر پہونچی جس سے میں نیند سے خوب بیدار ہوگیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جبرئیل تین ہمراہی فرشتوں کے ساتھ موجود ہیں اس وقت حضرت جبرئیل سے ایک فرشتے نے یہ سوال کیا کہ آپ ان چاروں میں سے منصب رسالت کس کو سپرد کرنے کے لئے آئے ہیں جبرئیل نے اپنے پیر کے اشارے سے مجھے بتلایا کہ منصب رسالت میں اسکو سونپنے کے لئے آیا ہوں اور یہ اولاد آدم کے سردار ہیں فرشتے نے پھر پوچھا کہ ان کا نام تعارف کرائیے جبرئیل بولے کہ یہ محمد ﷺ بن عبداللہ ہیں جو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے سردار قرار دئیے گئے ہیں اور یہ دوسری جانب علی بن ابی طالب ہیں اور یہ حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہداء ہیں۔ اور یہ تیسرے صاحب جعفر ہیں جن کو اللہ نے جنت میں دو پر عطاء فرمائے ہیں اور ان سے یہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے پھرتے ہیں۔ یہ حدیث یعقوب بن سفیان کی سند سے مروی ہے مگر اس میں عبایہ بن ربعی ایک غالی شیعہ راوی بھی ہیں۔

(٢) آکل کما یاکل العبد واجلس کما یجلس العبد۔ میں غلاموں کی طرح کھاتا پیتا ہوں اور غلاموں ہی کی طرح اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ اس حدیث کو ابن سعد اور اصحاب سنن اربعہ اور ابویعلی اور حاکم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے اور بیہقی نے یحییٰ بن کثیر سے مرسل روایت کیا ہے اس میں یہ لفظ بھی آئے ہیں فانما انا عبد (میں صرف ایک بندہ ہوں) حماد نے عمرو بن قرہ سے یہ لفظ اور زیادہ نقل کئے ہیں فوالذی نفسی بیدہ لو کانت الدنیا تزن عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقی کافرا منہا کاسا (آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی حیثیت و منزلت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو دنیا میں ایک پیالہ پانی بھی نہ دیا جاتا) اس حدیث کا شان نزول حضرت عائشہ رض یوں بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ رض اگر تم چاہو تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلنے لگ جائیں میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اللہ عزوجل کا سلام پہونچایا اور اللہ کی طرف سے یہ پیغام پیش کیا کہ اے حبیب تم چاہو تو تم کو رسالت کے ساتھ ساتھ دنیاوی شان و شوکت بھی عطا کر دی جائے اور اگر تم چاہو تو تم کو شرف رسالت کے ساتھ صرف مسکین بندہ بنا کر رکھا جائے اس موقع پر میرے پاس جبرئیل موجود تھے ان کا اشارہ مسکینی کی طرف ہوا لہٰذا میں نے کہہ دیا کہ میں غلام مسکین ہو کر رہنا پسند کرتا ہوں میری طرز معاشرت غلاموں ہی جیسی ہونی چاہیئے۔ ابوالحسین بن مقری نے شمائل میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ کھانا کھاتے وقت بائیں ران پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے اور فرماتے کہ میرا کھانا پینا غلاموں کی طرح ہے۔ شیخ ولی الدین عراقی اس حدیث کی سند میں ضعف بتلاتے ہیں بزار نے بھی ابن عمر سے اسکو نقل کیا ہے مگر اس میں اجلس کا لفظ نہیں ہے امام احمد نے بھی کتاب الزھد میں اس حدیث کو عطاء بن ابی رباح اور حسن کی سند سے بعینہ نقل کیا ہے۔

(٣) آل محمد کل تقی۔ ہر متقی مسلمان آل محمد میں داخل ہے اس حدیث کو طبرانی نے اوسط اور صغیر میں اور ابن لال نے اور تمام و عقیلی و دیلمی و حاکم و بیہقی رحمہم اللہ نے متفقہ طور پر انس بن مالک سے اسانید ضعیفہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ہمارے شیخ المشائخ غرس الدین خلیلی نے طبرانی کی روایت سے یہ لفظ زائد نقل کئے ہیں ثم قرا ان اولیاءہ الا المتقون یعنی آنحضرت ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرما کر آیت مذکورہ تلاوت فرمائی کہ اولیاء اللہ صرف پرہیزگار لوگ ہی ہو سکتے ہیں بیہقی ابن حجر سخاوی نے بھی سند کے لحاظ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اس حدیث کا شان نزول انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا تھا آپ کی آل میں کون لوگ شامل ہیں اس وقت آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی بعض روایتوں میں بتلایا گیا ہے کہ سائل حضرت علی کرم اللہ وجہ تھے بیہقی نے جابر بن عبداللہ سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے مگر سند وہاں بھی ضعیف ہے شیخ غرس الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسانید کے لئے بہت سے شواہد ہیں (جن سے یہ درجہ حسن کو پہونچ گئی ہے۔

(٤) آمرک بتقوی اللہ وعلیک بنفسک وایاک وعامۃ الامور۔ میں تجھ کو اللہ سے

ڈرنے کا حکم کرتا ہوں فتنہ فساد کے زمانے میں صرف اپنے نفس کا خیال رکھنا اور عام شورشوں سے قطعاً علیحدہ رہنا اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں سہل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ عنقریب نیک لوگ اٹھ جائیں گے اور بدعہد و خائن فسادی لوگ باقی رہ جائیں گے جو ہر وقت آپس ہی میں اس طرح الجھتے رہنگے جیسے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھ جاتی ہیں اس وقت تم میں سے جو باقی رہے گا وہ اپنا طرز طریقہ کیا رکھے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور فرمائیے اس وقت ہم کو کیا رویہ رکھنا چاہیئے آپ نے فرمایا نیک کاموں کو پکڑ لینا اور برائیوں سے بالکل علیحدہ رہنا اس مجلس میں عبداللہ بن عمرو بن عاص نے گذارش کی حضور میرے لئے کچھ خاص ارشاد فرمائیے چنانچہ اس موقع پر آپ نے حدیث مذکورہ ارشاد فرمائی۔

(٥) امرکم باربع الایمان باللہ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وعقد بیدہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان وان تؤدوا للہ خمس ما غنمتم وانہاکم عن اربع عن الدباء والنقیر والحنتم والمزفت۔ میں تم کو چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں:

(١) اللہ پر ایمان لانا، توحید و رسالت کی صدق دل سے تصدیق کرنا۔

(٢) نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا۔

(٣) رمضان کے روزے رکھنا۔

(٤) مال غنیمت سے پانچواں حصہ فی سبیل اللہ بیت المال میں داخل کرنا۔

نیز میں تم کو چار قسم کے برتنوں کے استعمال سے روکتا ہوں کدو کا برتن، کھجور کی جڑ کو کھود کر بنایا ہوا برتن، سبز ٹھلیا، اور رال سے روغن کیا ہوا (عموماً اس قسم کے برتنوں میں شراب رکھی جاتی تھی اس لئے شراب کی بندش کے سلسلے میں ان برتنوں کا استعمال بھی ناجائز قرار دیا گیا)

اس حدیث کو شیخان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ایک مرتبہ قبیلہ عبدالقیس کی پنچایت حاضر دربار رسالت ﷺ ہوئی ہو کر یوں عرض پرداز ہوئی تھی کہ حضور آپ کے وطن اور ہمارے وطن کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں ان سے ہر وقت جنگ کا خطرہ رہتا ہے اس وجہ سے ہم آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہر وقت حاضری نہیں دے سکتے صرف حرمت کے مہینوں ہی میں آسکتے ہیں اس لئے حضور والا ہم کو ضروریات دین و منہیات شرع مبین سے ضروری چیزیں تبلادیں اس موقع پر حضور ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

(٦) آمن شعر امیۃ بن ابی الصلت وکفر قلبہ امیہ بن ابی الصلت (شاعر دور جاہلیت) کے اشعار میں ایمان کی جھلک نظر آتی ہے مگر اس کا دل کفر سے بھرپور ہے اس حدیث کو ابوبکر بن انباری نے کتاب المصاحف میں اور خطیب اور ابن عساکر نے اپنی تاریخوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے مگر اس کے لفظ یہ ہیں: لقد کاد ان یسلم فی شعرہ وہ شعر کہتے وقت اسلام کے نزدیک آجاتا ہے۔ اس حدیث کا سبب ورود ابن عباس یوں بیان کرتے ہیں کہ فارعہ اخت امیہ بن ابی الصلت دربار رسالت میں حاضر ہوئی جو نہایت ذہین اور سمجھدار فاضلہ عورت تھی آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کو اپنے بھائی کے کچھ اشعار یاد ہوں تو سناؤ چنانچہ اس نے امیہ کی نظمیں سنائیں اس وقت آپ ﷺ نے یہ فرمایا دوسری سہل سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ کا جب یہ شعر سنا ؎

لک الحمد والنعماء والفضل ربنا
فلا شیء اعلیٰ منک حمدا و امجدا

تو آپؐ نے فرمایا آمن شعر امیۃ وکفر قلبہ - امام مسلم نے شرید بن سوید سے یوں نقل کیا ہے کہ میں ایک روز حضورؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا جا رہا تھا آپؐ نے فرمایا تم کو امیہ کے اشعار یاد ہوں تو سناؤ چنانچہ میں نے ایک سو شعر سنا ڈالے تب آپؐ نے فرمایا کہ امیہ شعر کہتے وقت اسلام کے بالکل قریب ہو جاتا ہے (۷) آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون - ہم رجوع کرنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرنے والے ہیں، اس حدیث کو بخاری نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے فاتحانہ شان سے واپس لوٹے اور میدان مدینہ سے گذرتے ہوئے مدینہ کے قریب پہونچے تو اس وقت مدینہ منورہ کو دیکھ کر آپؐ نے مذکورہ بالا حدیث ارشاد فرمائی:

(باقی باقی)